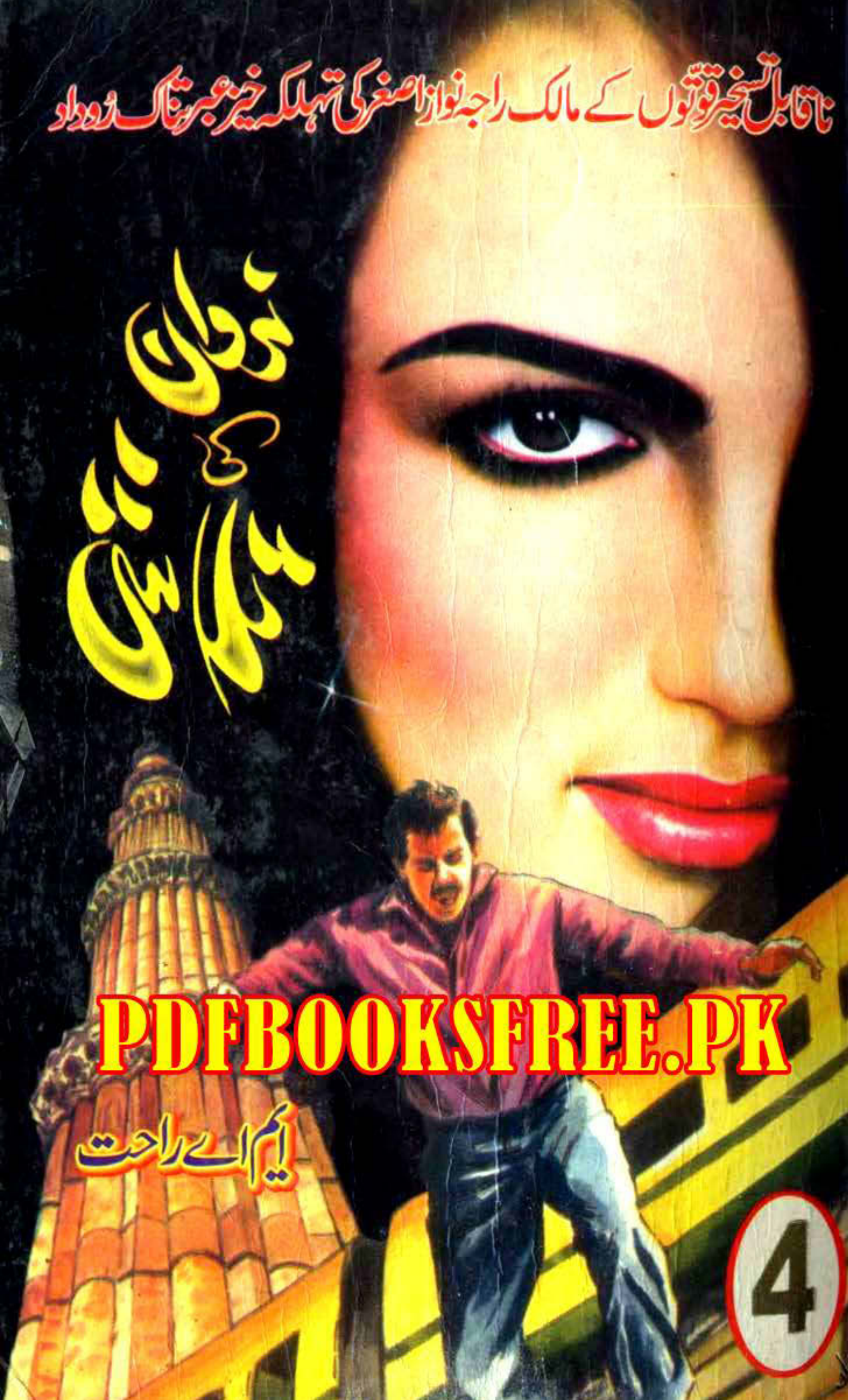

ناقابلِ تسخیر قوتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نمرود کی تلاش
ایم اے راحت
4

لیکن اس نے بدن چرانے یا جسم چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ البتہ اس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھ کہ گوریلا نما آدمی پلٹا ـــــــ وہ خود لباس پہنے ہوئے تھا اور اس کے ہاتھ میں گلاس دبا ہوا تھا۔ ہمیں دیکھ کر اس کے چہرے پر غصے کے آثار پھیل گئے۔

"آ گئے سور کے بچے ـــــــ!" وہ غرایا۔ "مرو کیا بات ہے؟ بل کی رقم نہیں ہے کیا؟"

"بھول آئے ہیں مسٹر جیکسن! پائی پائی ادا کر دیں گے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "ادا نہیں کرو گے تو کھال نہیں کھنچوا دوں گا۔ نکل سکو گے کیمپ سے؟ ڈارلنگ! ذرا کاغذ اٹھا دو۔" اس نے لڑکی سے کہا اور لڑکی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ اس کا لباس نہ جانے کہاں تھا۔ لیکن اس نے تو لباس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی۔ اطمینان سے اس نے ایک میز سے کاغذ اور پنسل اٹھائی اور پھر اسی اطمینان سے اسے گوریلے کے سامنے لا کر رکھ دیا۔

"ڈارلنگ! تمہاری یہ رحم دلی تمہارا کاروبار توڑ دے گی۔ ان سے پوچھو، جب رقم نہیں تھی تو آئے کیوں تھے؟" لڑکی نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کتنی رقم ہے؟" اس نے مڑ کر پوچھا۔ لیکن پھر اس کی نگاہ دروازے کی طرف اٹھ گئی۔ سردارے نے دروازہ بند کر لیا تھا۔ "کیا مطلب؟" وہ دہاڑا۔

اور پھر اس کا ہاتھ جیب کی طرف گیا ہی تھا کہ میں نے پستول نکال لیا۔ اور پھر میں نے آگے بڑھ کر پستول کی نال اس کی پیشانی پر رکھ دی، جھکا اور اس کی جیب سے پستول نکال لیا۔ دوسری طرف سردارے نے پستول نکال کر لڑکی پر طرف تان لیا۔ "آواز نکلی تو گولی سیدھی حلق میں داخل ہو جائے گی۔" وہ لڑکی سے بولا۔ لڑکی منہ کھول کر رہ گئی تھی۔

"بہت خوب!" جیکسن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "چلو ہٹاؤ ـــــــ تمیز سے بیٹھو، میں سمجھ گیا۔" اس نے پستول پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی۔ "ہاتھ سامنے رکھو میری جان، ورنہ......" میرے لہجے میں غراہٹ تھی۔ نہ جانے کیوں جیکسن کے ہاتھ جلدی سے ہٹ گئے تھے۔ "کیا سمجھ گئے تھے تم ـــــــ؟"

"تم ـــــــ تم ملازمت حاصل کرنا چاہتے ہو؟" جیکسن نے کہا۔

"خوب! کیا یہاں ملازمتیں پستول کے ذریعے ملتی ہیں؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "لوگوں کو علم ہے جیکسن جیالوں کا قدردان ہے اس لئے اکثر لوگ مختلف انداز میں بہادری کے مظاہرے کرتے ہیں۔ اگر جیکسن پر ہی حملہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر حقیقت بتا کر ملازمت مانگتے ہیں۔ ورنہ کس کی ہمت جو جیکسن کے سامنے آنے کی کوشش کرے۔ پورے سوئزر لینڈ میں اسے پناہ نہ ملے گی۔"

اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "لیکن مجھے ملازمت کی ضرورت نہیں ہے' پیارے جیکسن!"

"پھر کیا چاہتے ہو ـــــ؟ پستول ہٹا لو ورنہ مجھے غصہ بھی آسکتا ہے۔ میں بہت اچھے موڈ میں ہوں۔"

"اوہ' سوری ڈیئر جیکسن!" میں نے اس کی دوسری جیبیں ٹٹولیں اور پھر اپنا پستول جیب میں رکھ لیا۔ اب بتاؤ ـــــ کیا چاہتے ہو؟"

"کچھ معلومات درکار ہیں جیکسن!"

"کس قسم کی معلومات؟"

"سیسرو کہاں ہے؟ میں نے پوچھا۔ اور سردارے نے چونک کر دیکھا۔ خود جیکسن بھی بری طرح اچھل پڑا۔ وہ مجھے گھورنے لگا۔ "کون سیسرو؟" اس نے منہ ٹیڑھا کر کے پوچھا۔

"بی گوڈے کا مسخرا ـــــ تم سے زیادہ مجھے اس کی ضرورت ہے؟" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں ـــــ تمہیں اس کی کیا ضرورت ہے؟ جیکسن نے بھنویں سکوڑ کر پوچھا۔ "میں اسے بھونے بغیر کھانا چاہتا ہوں۔" میں نے نفرت سے کہا۔

"کیوں ـــــ کیوں؟" جیکسن کے لہجے کی دلچسپی چھپی نہ رہ سکی۔

"پوری دنیا میں ـــــ اس کا مجھ سے بڑا دشمن کوئی نہ ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔ "اوہ' تم سے اس کی کیا دشمنی ہے؟"

"تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔" میں نے کہا۔

"لیکن تمہیں یہ کس نے بتایا کہ وہ میرے پاس ملے گا؟"

"مجھے علم ہے جیکسن! وہ اسی طرف آیا ہے اور تمہارے آدمیوں نے اس پر حملہ کر کے اسے اغوا کر لیا ہے۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"اگر ایسا ہے تو پھر تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"بعض اوقات دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے کچھ اور دشمن بنانے پڑتے ہیں۔ سیسرو میرا شکار ہے' روئے زمین پر اس کا مجھ سے بڑا دشمن اور کوئی نہ ہو گا۔"

"غلط ـــــ!" جیکسن ہنس پڑا۔ "تمہارا یہ خیال غلط ہے۔"

اور اسی وقت میری نگاہ لڑکی کی طرف اٹھ گئی۔ وہ سردارے کو کچھ اشارے کر رہی تھی۔ اور سردارے بھی مسکرا رہا تھا۔ منظر بھی بھیانک تھا۔ لڑکی جوان تھی' حسین تھی' جس بیباکی سے وہ کھڑی تھی وہ بھی ذہن میں سنسنی پیدا کرنے کے لئے کافی تھا۔ سردارے اگر بہک گیا تھا تو کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔

میں جیکسن پر سے نگاہیں نہیں ہٹا سکتا تھا اور سردارے میری طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔

"کیوں غلط کیوں ہے جیکسن!" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا مجھے سردارے پر غصہ آرہا تھا۔ لڑکی اب

کی طرف کھسک رہی تھی۔

"سیسرو کا تم سے بڑا دشمن ایک اور ہے۔" جیکسن نے کہا۔

"کون ہے وہ؟"

"وہ جس کا نام سن کر تمہیں بخار آجائے گا۔" جیکسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اوہ' بکواس مت کرو۔ میرا نام سن کر بہت سوں کو بخار آجاتا ہے۔" میں نے کہا۔ اور میں کسی فوری واقعے کے لئے تیار ہو گیا۔ ۔۔نکہ لڑکی ادائیں دکھاتی ہوئی سردارے کے پاس پہنچ گئی تھی۔ جیکسن اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ پھر ۔۔نے سردارے کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے اور لپک کر اس کے ہونٹوں کو چومنے کی کوشش کرنے لگی۔ ۔۔دارے نے اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں میں پیوست کر دیئے اور پھر اس کا پستول والا ہاتھ لڑکی کی گدی پر ۔۔لڑکی کی بیساختہ چیخ اس نے اپنے ہونٹوں میں جذب کر لی تھی۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ خواہ مخواہ سردارے کی طرف سے غلط فہمی ہو گئی تھی۔ وہ اتنا غیر ۔۔دار نہیں تھا۔ اور پھر اس حالت میں' کسی مست شباب کے کے ساتھ ـــــ جس کی ساری رعنائیاں ۔۔وں کے سامنے ہوں۔ یہ سلوک آسان کام نہیں تھا۔

سردارے نے اسے احتیاط سے زمین پر ڈال دیا۔ اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ "کیا نام ہے تمہارا؟" جیکسن ۔۔پوچھا۔

"اسے بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا ـــــ اور سمجھے' تم فضول باتوں میں وقت مت ضائع کرو۔ ۔۔بتاؤ سیسرو کہاں ہے؟"

"وہ ہمارے ہاتھ نہیں لگا دوست! اور میرا ایک مشورہ مانو۔ اگر وہ تمہارے ہاتھ لگ بھی جائے ـــــ تو اسے میرے حوالے کر دینا ـــــ ورنہ ـــــ تھامپسن ناراض ہو گا۔"

"کون ـــــ؟" میں اچانک پیچھے ہٹ گیا۔

"تھامپسن۔" جیکسن نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے خدا ـــــ مسٹر تھامپسن یہاں کہاں؟" میں نے ایسا اظہار کیا جیسے میں تھامپسن سے ۔۔زیادہ مرعوب ہوں۔ اور جیکسن ہنس پڑا۔ "دیکھا ـــــ اب کیا خیال ہے؟"

"مم ـــــ مم ـــــ مگر مسٹر تھامپسن یہاں؟" میں نے بدستور حیرت کا اظہار کیا۔ سردارے ۔۔آنکھوں سے محبت پھوٹ رہی تھی۔ وہ تحسین آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"مسٹر تھامپسن کو سیسرو اور اس کے ساتھ بینٹو کی ضرورت ہے' سمجھے ـــــ؟"

"اوہ' اگر یہ بات ہے تو ـــــ تو ـــــ لیکن مسٹر تھامپسن کو اس کی کیا ضرورت پڑ گئی؟"

"یہ مسٹر تھامپسن ہی جانتے ہیں۔"

"براہ کرم مجھے مسٹر تھامپسن سے ملا دو۔ تم نہیں جانتے وہ میرے کتنے گہرے دوست' کتنے بڑے کرم ۔۔ہیں۔"

"ایک سو اٹھائیس' گرل ونگ۔" جیکسن نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر جیکسن۔" میں نے ممنونیت سے کہا۔

"اور تم اب بھی پستول میرے اوپر تانے ہوئے ہو؟"

"اوہ' سوری ـــــ سوری مسٹر جیکسن!" میں نے پستول جیب میں ڈال لیا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"سیرو ــــــ!" میں نے فوراً کہا۔

"کیا ــــــ؟" جیکسن دہاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"ہاں میری جان! وہ پینتو ہے ــــــ دراصل ہمیں تھامپسن کی تلاش تھی۔ اور پھر تم پر حساب باقی تھا۔ اب کتنی آسانی سے تم نے تھامپسن کا پتہ بتا دیا۔ کیا اس سے اچھی اور کوئی ترکیب تھی۔"

"مار ڈالوں گا ــــــ مار ڈالوں گا۔" جیکسن آپے سے باہر ہو گیا۔ اس نے خاصا قوی الجثہ ہو باوجود میرے اوپر چھلانگ لگا دی۔ لیکن میں نے آسانی سے اپنی جگہ چھوڑ دی اور وہ اوندھا زمین پر دوسرے لمحے میں نے پستول نکال لیا۔ لیکن جیکسن نے دوسری چھلانگ ایک دیوار کی طرف لگا میرے پستول سے فائر ہوا ــــــ گولی جیکسن کی گردن میں لگی تھی۔ وہ اچھلا لیکن اس کا ہاتھ دیوار سیاہ بٹن پر جا پڑا۔ اور الارم کی تیز آواز یہاں تک سنائی دی تھی۔ دوسرے ہی لمحے میں نے دو کئے ــــــ اور جیکسن کا بدن دو مرتبہ اچھلا۔ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور ہم دوڑتے ہوئے سے نکل آئے۔

سیڑھیوں پر قدموں کی دوڑتی ہوئی آوازیں سنائی دے رہی تھیں ہم اسی آڑ میں ہو گئے ج تھے۔ اور ہم نے ان آٹھ دس آدمیوں کو دیکھا جو پستولیں ہاتھوں میں لئے دوڑتے ہوئے اوپر آ رہے وہ تیزی سے جیکسن کے کمرے کی طرف دوڑ گئے۔ تب ہم سیڑھیوں کی طرف دوڑے۔ میں سردارے نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی اور ایک دروازے پر کھڑے ہوئے جیکسن کے دو آد گئے۔ بار میں بھگدڑ مچ گئی' لوگ نکل نکل کر بھاگنے لگے۔ اور ہم بھی اس افراتفری سے فائدہ اٹھا بھاگے۔ کافی دور رک کر ہم نے سانس لی اور پھر میں نے سردارے سے کہا۔

"میک اپ اتار دو سردارے!" اور خود میں نے بھی اپنا میک اپ اتار دیا تھا۔ اور اس کے اطمینان سے ایک سمت چل پڑے۔

"کیسی رہی سردارے؟" کافی دور نکل کر میں نے پوچھا۔

"بس جذبات کو نہ بھڑکاؤ استاد! دل چاہ رہا تھا تمہارے سارے وجود کو بوسے دوں۔" سردار مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ "تم نے کس چالاکی سے اس خطرناک آدمی کو چت کیا۔"

"ایک سو اٹھائیس۔ گرل ونگ۔" میں نے زیر لب دہرایا۔ اور پھر میں نے چونک کر کہا۔ "لیکن دادا تو تم بھی ہو سردارے۔"

"میں ــــــ؟ میں کیوں استاد؟"

"لڑکی کے معاملے میں' میں نے سوچا کہ تم پھسل گئے۔"

"اوہ' نہیں استاد! ویسے تھی زوردار۔"

"پرواہ مت کرو' تمہیں ایک لڑکی انعام ملے گی۔"

"اوہ' تھینک یو ــــــ تھینک یو چیف! مگر کب؟"

"کل رات۔"

"اب کیا پروگرام ہے چیف؟"

"یہاں سے نکل چلیں۔ ورنہ جیکسن کے کتے اب چاروں طرف پھیل جائیں گے اور نکلنا مشکل ہو جائے گا۔"

"تب آؤ استاد ــــــ چلیں۔" سردارے آگے بڑھتا ہوا بولا۔ اور میں بھی اس کے پیچھے چل پڑا۔ سردارے بڑے اطمینان سے ایک اسکوٹر کے پاس پہنچ گیا۔ اسکوٹر لاک تھا لیکن سردارے نے ایک مخصوص انداز کے جھٹکے سے اس کا لاک توڑ دیا۔ میں دلچسپی اور خاموشی سے اس کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔

"اسٹارٹ کیسے کرو گے؟"

"اوہ' یہ بھی کوئی کام ہے استاد ــــــ طویل عرصے تک میں یہی کام کرتا رہا ہوں۔" سردارے نے جیب سے ایک تار نکالا اور اسے کی ہول میں ڈال کر گھمانے لگا۔ تب اسکوٹر کا ڈائیل روشن ہو گیا۔

"بس ذرا سا دھکا لگا دو استاد!" سردارے نے اسکوٹر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور میں نے اسکوٹر کو دھکا لگایا۔ دوسرے لمحے اسکوٹر اسٹارٹ ہو گیا۔ اور میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سردارے نے اطمینان سے اسکوٹر آگے بڑھا لیا تھا۔

خاصی رات گئے ہم ہوٹل میں داخل ہوئے تھے۔ ڈائننگ ہال بری طرح گرم تھا۔ موسیقی کی تیز لہریں نشر ہو رہی تھیں' قہقہے ابل رہے تھے۔ لیکن ہم اپنے کمرے کی طرف چل پڑے۔ بہرحال تھک گئے تھے۔ اسکوٹر بھی کافی دور پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا اور اس پر سے نشانات وغیرہ مٹا دیئے گئے تھے۔

ہم نے لباس تبدیل کئے اور اپنے بستروں پر پہنچ گئے۔ "ایک تیسی سالے کی' بڑا چالاک بنتا تھا۔" سردارے بستر میں لیٹے لیٹے بڑبڑایا۔

"کون؟" میں نے پوچھا۔

"وہی' جیکسن۔ مر گیا تھا نا استاد!"

"زندہ بچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"ویسے استاد! واقعی کمال کر دیا۔ میری سمجھ میں بات نہیں آئی تھی۔"

"کون سی بات؟"

"وہی جب تم نے سیرو کی تلاش کے لئے کہا تھا۔"

"اوہ۔"

"لیکن خدا کی قسم ــــــ کمال کیا تھا استاد۔" سردارے نے ہنستے ہوئے کہا۔ "سالے کی کھوپڑی ہی لٹی ہو گئی۔ اس کا باپ بھی حقیقت نہیں سمجھ سکتا تھا۔"

"ویسے میں نے ایک بات محسوس کی ہے سردارے۔"

"کیا استاد؟"

"تھامپسن کی یہاں کافی چلتی ہے۔"

"چلتی رہے استاد۔"

"ہمارے آدمی بھی موجود ہیں یہاں۔ لیکن اس معاملات میں ابھی ان کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔"

"بالکل۔"

"ویسے اب پروگرام کیا ہے؟"

"نپٹ لیتے ہیں اس کانے سے بھی۔"

"ہاں، لیکن اطمینان سے۔ جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے------ دو چار دن آرام کریں گے۔ ویسے بھی تفریح نہیں ہوئی ہے استاد!"

"وہ بھی ہو جائے گی۔ اب سونے کی کوشش کرو، ورنہ صبح کو طبیعت بوجھل رہے گی۔" میں نے کہا۔ سردارے نے کروٹ بدل لی۔ میں بھی واقعات پر غور کرتا رہا اور پھر چپکے سے سو گیا۔

دوسری صبح ہم نے ناشتہ کیا، اخبار دیکھا۔ کوئی خاص خبر نہیں تھی۔ کیمپنگ کے ہنگامے کے بار... میں ایک لفظ بھی نہیں تھا۔ نہ جانے کیوں لیکن میں نے دوسرے انداز سے سوچا۔ میرے خیال میں یہ تھامپسن کے اثر کی بات تھی اور اس دوران میں نے ایک فیصلہ کیا۔

"سردارے!" میں نے سردارے کو آواز دی۔

"استاد!" سردارے نے مستعدی سے آواز دی۔

"ہمیں ایک کام اور کرنا ہے۔"

"کیا استاد؟"

"دو تین عمدہ سے ہوٹلوں کا انتخاب کرو اور ان میں کمرے بک کرا لو------ دو آدمیوں کے نام۔ کمرے ہوں۔ تھوڑا تھوڑا سامان بھی پہنچا دو۔"

"اوہ، کیوں استاد؟"

"میں بتا چکا ہوں ابھی اپنے آدمیوں کو اس ہنگامے میں شریک نہیں کروں گا اور خود ان ہنگاموں سے نمٹنے کے لئے پوری ہوشیاری کی ضرورت ہے۔"

"جو استاد کا حکم------ لیکن کیا آپ کے خیال میں تھامپسن کی پہنچ مقامی حکام تک ہو گی۔"

"ہو بھی سکتی ہے سردارے! آثار کچھ ایسے ہی نظر آ رہے ہیں۔" اور پھر یہ کوئی مشکل بات بھی نہ... ہے۔ تھامپسن جیسے لوگ ایسے تعلقات بھی ضروری سمجھتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کے علاوہ میری ایک اور تجویز بھی ہے۔"

"ہاں، ہاں کہو؟"

"ہم تین چار قسم کے پلاسٹک میک اپ بھی خریدیں گے۔ میرا مطلب فیس ماسک سے ہے۔ ایک آ... فیس ماسک ہماری جیب میں بھی ہونا چاہئے۔"

"خرید لیں گے فیس ماسک بھی۔" میں نے طویل سانس لیکر کہا۔

"تب میں چلوں؟"

"ہاں------ تم جاؤ، میں خود بھی تھوڑی دیر کے بعد چل دوں گا۔ دوپہر کو ہم گرے فاکس میں ... گے، میں نے ایک سڑک پر اس کا بورڈ دیکھا ہے۔"

"اوکے چیف!" سردارے نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر لباس وغیرہ درست کرنے کے بعد وہ باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد کافی دیر تک بیٹھا سوچتا رہا۔ اخبارات میں جیکسن کے قتل کی کوئی خبر نہیں چھپی... تھامپسن زندہ ہے اور یہاں موجود ہے۔ یقیناً اسے میرے یہاں آنے کی خبر ہو چکی ہو گی۔ اب کیا... چاہئے؟ تھامپسن کو قتل کر دینا بہت ضروری ہے۔ نہ جانے کہاں اور کس وقت درد سر بن جائے۔ دو... بات میرے ذہن میں یہ آئی کہ غلام سیٹھ سے کافی عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی، نہ ہی میں مقامی لوگو... ملا۔ ممکن ہے ان کے پاس میرے لئے غلام سیٹھ کی کوئی ہدایت ہو۔ کوئی ایسی فوری ہدایت جس...

عمل کرنا ضروری ہو۔ لیکن تھامپسن------! پہلے تھامپسن کی خبر لینا ضروری ہے۔ میری اس سے دشمنی چل رہی ہے۔ اور جب غلط راستے اختیار کر لئے ہیں تو پھر دشمن کو چھوڑنا کیا معنی رکھتا ہے؟ ٹھیک ہے غلام سیٹھ میرا باس ہے، لیکن میرا اپنا بھی وجود ہے۔ میری اپنی بھی شخصیت ہے۔ وہ شخصیت، جو میں بنانا چاہتا تھا لیکن بن نہیں سکی۔ اور اب جو کچھ بن گیا ہے وہ تو بھرپور ہونا چاہئے۔

چنانچہ پہلے تھامپسن------ بعد میں اور کچھ------ اور میں نے فیصلہ کر لیا۔ بہرحال آج میں تھامپسن کی رہائش گاہ کا جائزہ بھی لے لینا چاہتا تھا۔ اس کے بعد دو تین دن کی خاموشی مناسب رہے گی اور اس کے بعد------ میں نے لباس تبدیل کیا۔ کوئی ضروری سامان ہوٹل میں چھوڑنا میں ہمیشہ سے حماقت سمجھتا تھا چنانچہ ہمارے کاغذات اور کرنسی ہمیشہ ہمارے پاس رہتی تھی۔ میں کمرے سے نکل آیا۔ کمرہ لاک کر کے میں لفٹ کی طرف جا رہا تھا۔ لفٹ نیچے گئی ہوئی تھی۔

پھر جب وہ اوپر آئی تو اس میں سے پانچ آدمی باہر نکلے۔ چار آدمی سوٹ پہنے ہوئے تھے اور چہروں سے خطرناک نظر آ رہے تھے۔ پانچواں ہوٹل کا منیجر تھا۔ ان لوگوں نے میری طرف توجہ نہیں دی۔ اور میں لفٹ میں داخل ہو گیا۔ لیکن نہ جانے میری چھٹی حس نے کیا کیا کہ میں دوسری منزل پر اتر گیا اور لفٹ نیچے چلی گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں نے سیڑھیوں پر دوڑتے قدموں کی آوازیں سنیں اور میں جلدی سے آڑ میں ہو گیا۔ وہی تھے، ہاتھوں میں پستول لئے نیچے بھاگ رہے تھے۔ ان کے پیچھے ہوٹل کا منیجر بھی تھا۔

"کیا معاملہ ہے؟" میں نے سوچا------ اور پھر میں واپس سیڑھیوں سے اپنی منزل کی طرف چل پڑا۔ کوئی گڑبڑ ضرور ہوئی ہے۔ میں سوچ رہا تھا۔ لیکن پتہ کیسے چلے کہ کیا ہوا------؟ پتہ چلنا ضروری ہے۔ میں گیلری میں کھڑا ہی ہوا تھا کہ سامنے سے کیشا آتی نظر آئی۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور تیزی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ کیشا رک گئی تھی۔ "تمہاری ڈیوٹی ہے کیشا------؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں جناب! خیریت؟"

"کیشا! ذاتی طور پر تمہاری مدد درکار ہے۔"

"ہاں ہاں۔ فرمائیے؟"

"کیشا! کوئی ایسی جگہ بتاؤ۔ جہاں پوشیدہ ہوا جا سکے۔ مجھے اپنے کچھ دشمنوں سے خطرہ ہے۔"

"اوہ------ آئیے! ویٹرس روم میں آ جائیے۔ اس وقت میرے علاوہ وہاں کسی اور کی ڈیوٹی نہیں ہے۔" کیشا نے فوراً کہا۔ اس ہمدرد لڑکی سے میں پہلے ہی واقف تھا۔ میں اس کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ویٹرس روم گیلری کے آخری سرے پر تھا۔ اس نے جلدی سے دروازہ کھولا اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

"خیریت جناب!"

"ابھی چار آدمی اندر آئے تھے۔ منیجر بھی ان کے ساتھ تھا۔ مجھے یقین ہے انہیں میری ہی تلاش تھی۔"

"لیکن کیوں؟"

"تھامپسن کا نام سنا ہے کبھی؟"

"اوہ------ کیوں نہیں------ وہ غنڈہ۔"

"خوب کیا وہ بہت مشہور ہے۔"

"برن میں کون اسے نہیں جانتا۔"

"میری اس سے چل گئی ہے۔ میں نے پی گوڈے میں اسے برباد کر دیا تھا۔ یہاں میں ابھی کمزور ہوں۔ اس کے ساتھی مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"بہت برا ہوا جناب! بہت ہی برا ہوا۔" کیشا ہاتھ ملتے ہوئے بولی۔

"کیوں؟"

"آپ اس وحشی سے واقف نہیں ہیں۔"

"اچھی طرح واقف ہوں۔ کیا تم مجھے پناہ دینے سے معذور ہو؟" میں نے پوچھا۔ "سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ایسی بھی کیا------ میں حاضر ہوں' اگر دقت محسوس کرو تو میرا گھر حاضر ہے۔"

"اوہ' شکریہ عظیم لڑکی۔"

"میں صرف اس لئے کہہ رہی تھی کہ...... کہ......"

"سنو------ تم ایسا کرو کیشا! پہلے معلوم کرو' ان کی کیا پوزیشن ہے۔ ہم بعد میں گفتگو کریں گے۔ جاؤ صورت حال معلوم کرو' میں یہاں موجود ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی واپس آتی ہوں۔ تم یہاں آرام سے رہو میں باہر سے لاک کئے جاتی ہوں۔"

"اوکے------!" میں نے کہا۔ اور کیشا باہر نکل گئی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ مصلحت کے تحت خاموش تھا۔ ورنہ سرعام ان چاروں کو قتل بھی کر سکتا تھا۔ لیکن کوئی ہنگامہ کرنے سے قبل فوری پناہ گاہ بھی ضروری تھی اور ابھی اس کا بندوبست نہیں تھا۔ چنانچہ پہلے انتظامات ہو جائیں اس کے بعد------" بہرحال اس وقت تو میں کیشا کے رحم و کرم پر تھا۔ اگر وہ چاہتی تو مجھے گرفتار کرا سکتی تھی۔ لیکن مجھے بھروسہ تھا کہ وہ ایسا نہ کرے گی۔ آخر تھوڑا سا انسان شناس بھی تھا۔

تقریباً بیس منٹ کے بعد کیشا واپس آئی۔ اس نے دروازے میں چابی گھمائی تو میں نے پھرتی سے پستول نکال لیا اور دروازے کی آڑ میں ہو گیا۔ کیشا اندر آگئی تھی۔

"چلے گئے۔" اس نے گہری سانس لی۔

"تفصیل معلوم ہو سکی؟"

"ہاں' سیسرو وہ پینٹو کی تلاش میں تھے۔ ہوٹل کے رجسٹر میں تمہارا نام مل گیا ہے۔ اسی سے انہوں نے کمرہ نمبر پتہ چلایا۔"

"اوہ------ لیکن کیا یہاں غنڈوں کو اتنی آزادی ہے' مینیجر بھی ان کے ساتھ تھا۔"

"غنڈے------؟ وہ انتظامیہ کے آدمی تھے۔"

"اوہ" میں نے حیرت سے کہا۔

"بہت سے لوگ اس کے حاشیہ بردار ہیں۔ انہیں تھامپسن سے بڑی بڑی رقمیں ملتی ہیں۔"

"یقیناً یہی بات ہو گی۔"

"مقامی حکام میں سے بھی کئی کو اس نے گانٹھ رکھا ہے۔ وہ اس کی مکمل پشت پناہی کرتے ہیں' اس مفادات کی نگرانی کرتے ہیں۔ بعض اوقات اس کی کھلم کھلا مدد کرتے ہیں۔"

"تو ان لوگوں نے میرے بارے میں مینیجر سے کیا کہا؟"

"یہ کہ انتظامیہ کو سیسرو کی تلاش ہے۔ ظاہر ہے مینیجر ان کی مدد کرنے پر مجبور رہے۔"

"ٹھیک ہے کیشا------ لیکن وہ واپس کیوں چلے گئے؟"

"ان کا خیال ہے کہ تم نکل گئے۔ تم نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ ویسے جب تم لفٹ میں داخل ہو رہے تھے تو نے خیال نہ کیا تھا۔ لیکن اسے فوراً ہی تمہاری شکل یاد آئی اور اس نے ان لوگوں کو بتا دیا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ تو کیشا ڈارلنگ! اب گیلے چھوڑ دینا پڑے گا۔"

"کہاں جاؤ گے سیسرو!"

"اس کی فکر نہیں ہے۔ کوئی بندوبست کر لوں گا۔"

"میرا گھر چھوٹا ہے' لیکن------؟"

"تمہارے لئے شکریہ کے الفاظ تمہاری توہین ہیں اس لئے شکریہ ادا نہیں کروں گا۔ لیکن بہرحال تم نیک نفس خاتون ہو کہ میں تمہیں بھول نہیں سکوں گا۔ رہ گئی تمہارے گھر کی بات! تو میں تمہاری مدد ور قبول کرتا لیکن فی الحال اس کی ضرورت نہیں رہ گئی ہے۔ میرے ساتھی نے انتظام کر لیا ہو گا تاہم مجھے پتہ بتا دو۔"

اور کیشا نے اپنا پتہ بتا دیا۔

"ویری گڈ کیشا! اب مجھے اجازت دو۔"

"عقبی راستے سے نکل جاؤ۔ آؤ میں پہنچا دوں۔"

"صرف بتا دو کیشا۔ میں نہیں چاہتا کوئی تمہیں میرے ساتھ دیکھے۔" میں نے کہا اور کیشا خشک ٹوں پر زبان پھیر کر مجھے راستہ سمجھانے لگی۔ پھر اس نے دروازے سے باہر جھانکا اور بولی۔ "ٹھیک ہے۔ ری صاف ہے۔" اور عقبی راستے سے باہر نکلنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد سڑک پر تھا۔ اور پھر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور چل پڑا۔ ٹیکسی ایک پارک کے سامنے رکوا کر میں نے دا کیا اور پھر پارک میں داخل ہو گیا۔ شکل تبدیل کرنا میرے لئے یوں مشکل نہیں تھا کہ میک اپ میں چنانچہ میں نے میک اپ اتار دیا اور پھر اطمینان سے باہر نکل آیا۔ اب میں نے ایک پبلک کال بوتھ کا کیا۔ میں نے اپنے مقامی ساتھیوں سے بات کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا تھا۔ پبلک کال بوتھ سے نمبر لل کئے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔

"ہیلو!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"نک اسٹیورٹ!" میں نے کہا۔

"کون صاحب بول رہے ہیں؟"

"نواز اصغر!" میں نے جواب دیا۔

"جی------؟" دوسری طرف سے کسی قدر حیرانی سے پوچھا گیا۔

"نک اسٹیورٹ سے کہو' نواز اصغر بات کرنا چاہتا ہے۔"

"بہت بہتر!" جواب ملا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک بھاری آواز آئی۔

"اسٹیورٹ------!"

"نواز!"

"میں نہیں پہچانا۔" اسٹیورٹ کی آواز سنائی دی۔

"بلند و بالا پہاڑوں سے برف پگھل رہی ہے اور تم مجھے نہیں پہچان رہے' حیرت ہے۔"

"اوہ' میرا خیال ہے میں پہچان گیا۔ آپ کے سامنے آؤں تو سیاہ گلاب کا گلدستہ پیش کروں۔ اسٹیورٹ کی آواز سنائی دی۔ پھر اس نے کہا "ایک سیکنڈ ہولڈ کریں۔"

پھر دوسری طرف سے عجیب سی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی اور پھر نک کی آواز سنائی دی۔ "ہیٔ صاحب!"

"بول رہا ہوں۔"

"معاف کیجئے۔ اب ہم اطمینان سے بات کرسکتے ہیں۔"

"اوہ کیوں۔"

"میں نے ایک آلے کی مدد سے اپنے فون کا سلسلہ ایکسچینج سے منقطع کرلیا ہے۔ اب ہماری گفتگو نہیں سنی جاسکتی۔"

"ویری گڈ------!"

"آپ کب تشریف لائے جناب!"

"کئی دن ہوگئے۔"

"اوہ کہاں قیام کیا ہے؟"

"مادام ریفانے اطلاع دی تھی کہ آپ چل پڑے۔"

"ٹھیک ہے۔ کیا اس نے تھامپسن کے بارے میں اطلاع دی تھی؟"

"جی ہاں۔ پی گوڈے کی مختصر کہانی سنائی تھی۔"

"بہرحال تھامپسن زندہ ہے اور یہاں میری اس سے چل رہی ہے۔ اسے ٹھکانے لگانے کے تم لوگوں سے ملاقات کروں گا۔ میں نے کہا۔

"اوہ' جنا------ یہاں------ تھامپسن یہاں بہت خطرناک ہے۔ اس کے زبردست تو ہیں۔ آپ کو محتاط رہنا ہوگا۔" نک نے تشویش سے کہا۔

"میں اسے اس کے تعلقات سمیت دفن کردوں گا' فکر مت کرو۔ بہرحال ابھی تم سے نہیں مل ہاں' کچھ کرنسی کی ضرورت ہے۔"

"حکم جناب! جہاں فرمائیں پیش کروں۔" نک اسٹیورٹ نے کہا۔

"میں تمہیں شام چار بجے فون کروں گا۔ اس وقت تک کرنسی تیار رکھنا۔ میں بتادوں گا تمہیں پہنچانا ہے۔"

"میں آپ کو دیکھنے کے لئے بے چین ہوں جناب! آپ کے کارنامے سن سن کر آپ کی ایک تصویر بنالی ہے۔" نک اسٹیورٹ نے کہا۔

"اور مجھے یقین ہے کہ میں تمہاری خیالی تصویر سے مختلف نکلوں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا

"ممکن ہے' میں خود کو آزماؤں گا۔" نک ہنس کر بولا۔

"ویسے کرنسی لینے میرا آدمی آئے گا۔"

"اوہ' بہتر ہے۔ گویا انتظار کرنا پڑے گا۔" نک نے کہا۔

""کس سلسلے میں؟"

"آپ کو دیکھنے کے لئے۔"

"میں بتا چکا ہوں۔ اس کام سے نپٹنے کے بعد ہی تم سے ملاقات کروں گا۔"

"بہت بہتر------ ویسے آپ کے آدمی کو کس طرح پہچانوں گا؟"

"تمہارے کوٹ میں سیاہ گلاب مل سکتے ہیں؟"

"بیج------؟"

"ہاں' اس کے کالر میں بھی مصنوعی گلاب ہوگا۔"

"بہت بہتر!" نک اسٹیورٹ نے کہا۔ اور پھر ضروری گفتگو کے بعد میں نے فون بند کردیا۔ تھوڑی دیر قبل جو سنسنی خیز لمحات پیدا ہوگئے تھے ان کا اثر میرے اوپر ذرہ برابر نہیں تھا۔ میں پارک سے نکل آیا اور پھر ایک اور ٹیکسی پکڑ کر چل پڑا۔ ٹیکسی پر میں یوں ہی وقت گزار رہا تھا۔ اور پھر دوپہر کو ڈیڑھ بجے کے قریب اس ہوٹل کی طرف چل پڑا جس کے بارے میں' میں نے سردارے کو ہدایت دی تھی۔ گرے فاکس ایک خوبصورت ہوٹل تھا۔ گو میں بدلی ہوئی شکل میں تھا لیکن سردارے نے مجھے فوراً پہچان لیا تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھایا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"خیریت استاد؟" وہ تشویش زدہ لہجے میں بولا۔

"ہاں۔ کیوں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اوہ' شکر ہے۔ میں ڈیزائن بدل جانے پر غور کر رہا تھا۔"

"ہوں' ویٹر کو بلاؤ سخت بھوک لگی ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ اور سردارے نے چٹکی بجاکر ویٹر کو اشارہ کیا اور ویٹر ادب سے قریب پہنچ گیا۔

"مینو------! سردارے نے کہا اور ویٹر نے مینو سامنے کردیا۔ ہم لوگوں نے پنسل سے نشانات لگائے اور ویٹر آرڈر لے کر چلا گیا۔ میں ایک طویل سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

"بتایا نہیں استاد!" سردارے میرے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیا سردارے؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میک اپ اتارنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟"

"تھامپسن کے ساتھیوں نے کیبلے پر ریڈ کیا تھا۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"اوہ!" سردارے سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "پھر کیا ہوا استاد؟" اس نے پوچھا۔ "تمہارے سامنے ہوں۔"

"ٹھائیں ٹھوئیں ہوئی تھی کیا؟"

"نہیں' اس کی نوبت نہیں آئی۔ ویسے وہ مقامی انتظامیہ کے لوگ تھے۔"

"اور تھامپسن کے ساتھی تھے؟"

"ہاں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ معاملات کافی دلچسپ ہیں۔" سردارے سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر ویٹر آگیا اور اس نے ہمارے سامنے کھانے پینے کی چیزیں سرو کرنا شروع کردیں۔ میں خاموشی سے کھانے میں مصروف ہوگیا۔ سردارے بھی کھا رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر گہرے غور و خوض کے آثار تھے۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہیں استاد' کوئی خاص بات نہیں۔ مگر اب پروگرام کیا رہے گا؟"

"تمہارے ذہن میں کوئی تجویز ہے؟" میں نے سردارے سے پوچھا۔

"ہے استاد۔"

"کیا؟"

"بس اس کے گھر میں گھس جائیں۔ پہلے اسے قتل کر دیں' اس کے بعد سوچیں گے کہ کیا کرنا ہے۔" سردارے نے کہا اور میں ہنس پڑا۔ درحقیقت سردارے اسی قسم کا آدمی تھا۔ پہلے کرو' پھر سوچو۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے استاد؟"

"سردارے جو لوگ ہماری تلاش میں آئے تھے وہ تھامپسن کے آدمی تھے۔ یہ بات تو طے ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد!"

"انہیں گیلے تک پہنچنے کے لئے کیا کچھ نہ کرنا پڑا ہو گا۔ کیا وہ یونہی ناک کی سیدھ میں چلے آئے ہوں گے۔ تم نے اس پر غور نہیں کیا۔ انہوں نے انتہائی جانفشانی سے ہمارے بارے میں تحققات کی' تب کہیں جاکر وہ گیلے پہنچے ہوں گے۔ تو اس دوران کیا تھامپسن کو یہ بھی نہیں معلوم ہوا ہو گا کہ جیکسن کو قتل کرنے والے بھی ہم ہی ہوں گے۔"

"یقیناً ـــــ اس نے معلوم کر لیا ہو گا۔"

"تو اب کیا وہ اتنا بے وقوف ہے کہ یہ معمولی سا اندازہ بھی نہ لگا سکا ہو گا کہ ممکن ہے ہم نے جیکسن سے اس کے بارے میں معلوم کر لیا ہو۔"

"اوہ تمہارے خیال میں ـــــ تمہارے خیال میں استاد! اس نے وہ جگہ چھوڑ دی ہو گی۔" سردارے نے کہا۔

"ممکن ہے سردارے!"

"صرف ممکن تو ہے استاد! مگر کیا اس خیال کے تحت اسے تلاش بھی نہ کیا جائے؟"

"ضرور کریں گے سردارے! مگر ایک وقفے کے بعد۔ میرے خیال میں ہمیں اس دوران صرف تفریح کرنی چاہئے۔ تھامپسن کو محنت کرنے دو۔"

"اوہ جیو استاد! جب تفریح ہو گی تو شاندار ہی ہو گی۔"

"یقیناً۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سوئٹزر' بہترین جگہ ہے۔ میں نے وہاں سوٹ بک کر لیا ہے۔ ایک ڈبل روم میں نے "تری کرش" میں بھی لے لیا ہے۔ یہ درمیانے درجے کا ہوٹل ہے۔"

"بہت عمدہ ـــــ ویسے اب ہم گیلے سے سامان نہ اٹھا سکیں گے۔"

"اوہ' پھر کیا کریں گے استاد؟"

"بازار موجود ہیں۔ مختصر سامان خرید لیں گے۔"

"بڑے اخراجات ہوتے ہیں استاد!" سردارے نے کہا۔

"اوہ ـــــ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میرا تفریحی الاؤنس اس سے کہیں زیادہ ہے جتنا میں خرچ کرتا ہوں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ اور سردارے ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

ہم لوگ خاموشی سے کھاتے رہے۔ پھر کافی پینے کے بعد سردارے نے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر مجھے سگریٹ آفر کی۔ اور ہم تمباکو نوشی کرنے لگے۔

"چنانچہ ہمیں ان تفریحی دنوں کا پروگرام طے کر لینا چاہئے۔" میں نے سگریٹ کا ایک طویل کش لے کر دھواں چھوڑتے ہوئے کہا۔

"استاد' استاد ہے۔" سردارے نے مسکہ مارا۔

"تم نے "سوئٹزر' کی بات کی تھی؟"

"ہاں استاد!"

"وہیں چلو۔" میں نے کہا۔ اور سردارے نے ویٹر کو بل کے لئے اشارہ کیا۔ بل ادا کر کے ہم باہر نکل آئے اور پھر میں نے سردارے سے کہا۔ "ایک گڑبڑ ہو گئی سردارے!"

"کیا استاد؟"

"تمہیں بھی اپنا میک اپ تبدیل کرنا ہے۔"

"اس ـــــ ہاں ان حالات میں تو ـــــ"

"ٹھیک ہے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ تم میک اپ بدل لو۔ کس نام سے روم بک کرائے ہیں؟"

"ایڈورڈ فورک اور گراہم فورک۔"

"ویری گڈ ـــــ ہم ان سے کہیں گے کہ ہمارے دوست نے ہمارے لئے کمرہ بک کرایا ہے۔"

"آسان سی بات ہے۔" سردارے نے کہا اور پھر پلاسٹک کا ایک پیکٹ نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔

"یہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"پلاسٹک فیس ـــــ انہیں لگا کر ہم گلفام بن جائیں گے۔ میں نے ان کے استعمال کا پورا طریقہ سیکھ لیا ہے۔ نہایت آسان' مضبوط اور کار آمد بالکل شکل بدل جاتی ہے۔"

"اوہ ـــــ تو پھر پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی۔"

"کیا استاد؟"

"تم کسی سنسان جگہ یہ میک اپ اتار دو۔ اصلی شکل میں ہم تری کرش چلیں گے۔ وہاں سے چہرے تبدیل کر کے سوئٹزر میں داخل ہوں گے۔"

"ویری گڈ۔" سردارے نے ایک ٹیکسی روکتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم ٹیکسی میں تری کرش چل پڑے۔ راستے میں سردارے نے خاموشی سے میک اپ اتار دیا۔ ڈرائیور نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

اور جب ہم نے تری کرش کے سامنے اتر کر بل ادا کیا تب بھی اس نے حیرت ظاہر نہ کی۔ اس کا مطلب تھا کہ اس نے ہمارے چہروں کی طرف توجہ ہی نہیں دی تھی۔ تری کرش معمولی درجے کا ہوٹل تھا۔ لیکن نہایت نفیس اور کشادہ کمرے تھے۔ صاف ستھرے' ضروریات زندگی سے آراستہ مجھے تو کافی پسند آئے تھے۔

بہرحال یہاں ہم نے پلاسٹک کے خدوخال چہروں پر چپکائے۔ نہایت نفیس چیز تھی' چہرے پر کوئی بار بھی نہ ہوا اور ہماری شکلیں مقامی لوگوں کی طرح ہو گئیں۔ پلاسٹک اتنا ہلکا تھا کہ مسامات بھی نہیں چھپے تھے' صرف خدوخال بدل گئے تھے اور رنگ میں ہلکی سی تبدیلی ہو گئی تھی۔ خدوخال واقعی بہت حسین تھے اور ان سے سردارے کی ذہانت بھی جھلک رہی تھی۔ اس نے دونوں ماسک کسی قدر یکساں خرید لئے تھے یوں ایڈورڈ فورک اور گراہم فورک والی بات بھی نبھ گئی تھی۔ بہرحال اس تبدیلی سے میں بہت مطمئن تھا۔ تب ہم نے چہرے بدلنے کے بعد کافی طلب کی اور ویٹر پہلی بار ہمارے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے لئے بہرحال ہمارے چہرے اجنبی تھے۔ کافی کا آرڈر لے کر وہ چلا گیا۔

"ساڑھے تین بجنے والے ہیں سردارے! کافی پینے کے بعد تم کسی ایسی جگہ جاؤ گے جو تمہارے لئے جانی پہچانی ہو۔ کسی ایسی جگہ کا نام بتاؤ جو تم نے دیکھی ہو۔"

"بہت سی جگہیں ہیں لیکن کام کیا ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"ان تفریحات کے لئے ہمیں مقامی کرنسی کی ضرورت تو ہوگی۔"

"یقیناً۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

"کرنسی ہمیں چار بجے مل جائے گی۔"

"اوہ۔"

"اور تم اسے وصول کرنے جاؤ گے۔"

"بہت خوب۔"

"کونسی جگہ مناسب رہے گی۔"

"بڑا گھنٹہ گھر۔"

"ٹھیک ہے' میں فون کئے دیتا ہوں۔ تمہارے کوٹ میں کالا گلاب ہوگا۔ اور تم کسی ایسے آدمی کو طلب کرو گے جس کے کوٹ میں کالا گلاب ہوگا۔"

"اگر کسی دوسرے کے کوٹ میں بھی ہوا تب۔۔۔۔۔؟ سردارے نے پوچھا۔

"تم اس سے پوچھو گے کہ کیا مسٹر نواز آپ کے دوست ہیں۔"

"اوہ' بہتر۔۔۔۔۔ بس میں کرلوں گا۔"

"واپس یہیں آؤ گے' اس کے بعد ہم تھوڑی سی خریداری کریں گے۔"

"اوکے چیف!" سردارے نے کہا۔ کافی آگئی اور ویٹر کے جانے کے بعد میں ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا جو کمرے میں موجود تھا۔ فون پر میں نے نک اسٹیورٹ کے نمبر ڈائیل کئے اور تھوڑی دیر میں اس سے رابطہ قائم ہوگیا۔

"ہیلو۔"

"نک اسٹیورٹ بول رہا ہے۔"

"نواز۔۔۔۔۔!" میں نے کہا۔

"جناب حکم کریں۔" نک نے خوش اخلاقی سے کہا۔

"بڑا گھنٹہ گھر۔" میں نے کہا۔

"مناسب جگہ ہے۔ شام چار بجے وہاں زیادہ رش بھی نہیں ہوتا۔"

"اوکے۔" میں نے کہا اور فون بند کردیا۔ سردارے کافی پیتے ہوئے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے نگاہیں پھیر لیں۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا سوچ رہے تھے سردارے؟"

"کچھ نہیں باس!"

"آخر کچھ تو۔۔۔۔۔؟" میں نے اصرار کیا۔

"بعض اوقات تمہاری شخصیت بہت پراسرار ہو جاتی ہے۔ استاد! یقین کرو میں تمہارے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔"

"کیا سوچتے ہو؟"

"یہی کہ نہ جانے تم کیا ہو۔ نہ جانے تم دنیا میں کون سا مشن پورا کر رہے ہو۔ تمہاری پہنچ کہاں تک ہے؟"

"اوہ۔" میں ہنسنے لگا۔ میں نے سردارے کو اس بارے میں کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ کافی پینے کے بعد سردارے نے آخری بار ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں شکل دیکھی اور پھر مجھ سے اجازت لیکر چلا گیا۔

"میں نے بقیہ وقت کمرے میں ہی گزارا تھا۔ ایک آرام کرسی پر میں نے دراز ہو کر آنکھیں بند کرلیں اور ذہن آزاد چھوڑ دیا۔ ہر وقت کچھ سوچتے رہنے سے ذہن بھی تھک جاتا ہے اور قوت کارکردگی ختم ہوتی ہے۔ چنانچہ کبھی کبھی پرسکون بھی رہنا چاہئے۔ آنکھیں بند کئے کئے مجھے نیند آگئی اور پھر اسی وقت آنکھ کھلی جب سردارے اندر داخل ہوا۔

"ارے۔۔۔۔۔ آپ یہیں بیٹھے ہیں استاد! اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اور میں چونک پڑا۔ پھر میں نے ایک طویل انگڑائی لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "تم واپس آگئے؟"

"ہاں۔" سردارے نے سیاہ رنگ کا ایک بیگ میری طرف بڑھا دیا۔

"ٹھیک ہے رکھ دو۔ کوئی دقت تو نہیں پیش آئی؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ لیکن نک اسٹیورٹ بہت عمدہ آدمی ہے اور تمہارا بے حد مداح ہے۔"

"ہوں۔"

"اس نے مجھے چائے کی پیشکش کی اور میری کافی معذرت کے باوجود اصرار کرکے، مجھے چائے پلائی۔ اس دوران وہ تمہارے بارے میں ہی گفتگو کرتا رہا۔ وہ پوچھ رہا تھا کہ کیا میں نے تمہیں دیکھا ہے۔ میری کیا حیثیت ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔"

"تم نے کیا جواب دیا؟" میں نے اپنا لباس درست کرتے ہوئے پوچھا۔

"ضروری باتیں بتا دیں۔"

"مثلاً؟"

"تمہاری عمر کے بارے میں سن کر وہ حیران رہ گیا۔ کافی دیر تک تو اس نے یقین ہی نہیں کیا کہ تم کوئی جوان آدمی ہو گے۔ وہ تمہیں درمیانی عمر کا کوئی خرانٹ سمجھتا تھا۔"

"اور تم نے مجھے ہیرو بنا دیا؟"

"تم نہ جانے کتنے لوگوں کے ہیرو ہو استاد! میں کیا بتاتا۔" سردارے نے محبت سے کہا اور میں ہنس پڑا۔ پھر ہم نے لباس وغیرہ درست کئے' کرنسی نکال کر جیبوں میں ٹھونسی' بچ گئی تو بیگ ساتھ لے لیا اور پھر وہاں سے نکل آئے۔ ٹیکسی ہمیں لے کر بازار چل پڑی اور پھر ہم بازار میں اتر گئے۔ خریداری مختصر کی تھی۔ چند اعلیٰ درجے کے سلے سلائے سوٹ اور دوسری کچھ ضرورتوں کا سامان۔۔۔۔۔ اور پھر اس سامان کے ساتھ ہم سوئیٹر پہنچ گئے۔

سوئیٹر کو دیکھ کر طبیعت خوش ہوگئی۔ گیلے کے ماحول میں سنجیدگی تھی۔ سوئیٹر شوخ رنگوں سے بسا ہوا زندگی سے بھرپور ہوٹل تھا۔ قدم قدم پر جدت کی گئی تھی۔ گویا سوئیٹر نوجوانوں کا ہوٹل تھا۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر ہم نے مسٹر ایڈورڈ فورک اور گراہم فورک کا نام بتایا اور بغیر کسی چھان بین کے ہمیں چابی مل گئی۔ کمرہ دیکھ کر آنکھیں کھل گئیں۔ دیواروں پر افریقہ کے قبائلی دیوتاؤں کے مجسمے' مرالو کا بنا ہوا قیمتی فرنیچر' سرخ ایرانی

قالین' ہاتھی دانت کی منقش میز اور ایسی ہی نادر چیزوں سے آراستہ ———

"بہت خوب۔" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"واقعی بہت عمدہ ہے۔" سردارے نے تعریف کی۔

"اور اب——— ذہن سے دوسرے سارے خیالات نکال دو۔" چند روز——— صرف تفریحی ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"استاد زندہ باد۔" سردارے نے نعرہ لگایا۔

"شام جھک آئی تھی۔ موسم خوشگوار رہا تھا اس لئے ہوٹل کے باہر کی سڑکیں رنگین ہو گئی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے سارے لوگ گھروں سے باہر نکل آئے ہوں۔

"ویٹرس کا کیا نظام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"دیکھا نہیں استاد! ویسے استاد——— وہ———"

"پوٹیستا———؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں——— آج کا طے تھا اس سے۔"

"لیکن اب تو ہماری شکلیں بھی بدل گئی ہیں۔"

"ہاں۔"

"اس سے کیا غرض——— یہاں بہت سی مل جائیں گی۔ ویٹر کو بلاؤ۔" اور سردارے نے گھنٹی بجا ی——— لیکن ایک خوش سلیقہ نوجوان کے داخلے پر ہم مایوس ہو گئے۔

"کافی۔" میں نے کہا اور وہ ادب سے سر جھکا کر چلا گیا۔

"الو کے پٹھے ہیں۔ سارا حسن خاک میں ملا دیا۔" سردارے نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اور میں ہنس ا

"کیوں نہ کافی نیچے پی جائے استاد؟" سردارے نے تجویز پیش کی۔

"جیسی تمہاری مرضی۔"

"پھر بلاؤں———؟" اور میں نے گردن ہلا دی۔ سردارے نے دوبارہ گھنٹی بجا کر ویٹر کو طلب کیا اور افی کا آرڈر کینسل کر دیا——— اس کے بعد ہم تیاریاں کر کے نیچے اتر آئے اور ہوٹل کے ریفرشمنٹ ، میں داخل ہو گئے۔ شیشے کی طرح چمکتا ہوا ہال' رنگین دیواریں اور حسین چہرے۔

ہال میں کافی لوگ موجود تھے۔ ایک ویٹر نے ایک میز کی طرف ہماری رہنمائی کی اور ہم بیٹھ گئے۔

"استاد!" سردارے نے بیٹھتے ہی آہستہ سے کہا۔

"ہوں۔" میں نے پرسکون انداز میں جواب دیا۔

"بائیں سمت!" سردارے آہستہ سے بولا۔

"کیا ہے؟"

"قیامت!" سردارے نے جواب دیا۔

"دیکھتا ہوں ابھی۔" میں نے کہا۔ اور پھر چند لمحات کے بعد میں نے اس طرف نگاہ ڈالی اور دیکھتا رہ گیا۔ نائی خوش لباس عورت تھی۔ بے پناہ خوبصورت نہیں تھی لیکن بے پناہ پرکشش ضرور تھی۔ وہ مقامی ہیں تھی' خدوخال بتاتے تھے.. میری نگاہ اس سے ملی اور اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیسی ہے استاد؟"

"عمدہ۔" میں نے جواب دیا۔

"مسکرا بھی رہی ہے۔" سردارے کے منہ میں پانی بھر آیا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ البتہ دوسری بار جب میں نے اسے دیکھا تو وہ پھر مسکرا دی۔ اور جواب میں' میں نے اسے خفیف سا اشارہ کیا۔ اس نے اس اشارے کا جواب دیا تھا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ہمارے پاس پہنچ گئی۔

"بیٹھ سکتی ہوں؟" اس نے فرنچ میں کہا۔

"شوق سے۔" میں نے کہا۔

"معاف کیجئے گا ہم نے تعارف حاصل کرنے میں تکلفات سے کام لیا ہے۔ بعض اوقات یہ اندازہ خود کو ہنسنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ویسے آپ مقامی باشندے ہیں؟"

"نہیں۔"

"اوہ' مجھ سے اندازے کی غلطی ہوئی تھی' اس لئے میں نے پوچھا۔ آپ نے فرنچ ٹھیک نہیں بولی تھی۔ میرا مطلب ہے لہجے کا فرق تھا۔ جرمن بولتے ہیں آپ؟"

"انگلش زبان آسان ہو گی۔" میں نے جواب دیا۔

"میرے خدا! آپ برٹش ہیں۔ آپ کے خدوخال سے تو اندازہ ہی نہیں ہوتا۔" وہ متحیرانہ انداز میں بولی اور میں نے صرف مسکراتے پر اکتفا کی۔

"برطانوی لوگوں کی تہذیب کی داستانوں سے میں بے حد متاثر ہوں' کیا آپ لوگ اپنا تعارف کرانا پسند کریں گے؟"

"میں ایڈورڈ فورک ہوں' یہ میرے چھوٹے بھائی گراہم فورک۔"

"اوہ' ہاں——— آپ کی شکلوں میں مشابہت ہے۔" مجھے فرخندہ کہتے ہیں' مصر سے تعلق رکھتی ہوں لیکن اب تقریباً چھ سال سے برن میں مقیم ہوں۔ یہیں کی نیشنلٹی ہے میرے پاس۔"

"بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔"

"شکریہ——— آپ بہت خاموش طبع معلوم ہوتے ہیں مسٹر گراہم؟" اس نے سردارے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"حیران ہوں کہ آپ دوسری زبانیں کس آسانی سے بول لیتی ہیں۔" سردارے نے جواب دیا۔ "اوہ' میں نے بہت سی زبانیں سیکھی ہیں' یہ میری ہابی ہے۔ ویسے میں نے آپ کے وطن میں تعلیم حاصل کی ہے۔ لیکن بہت مختصر عرصہ وہاں رہی۔" اس نے مسکراتے ہوئے شستہ انگریزی میں کہا۔

"آپ سے مل کر واقعی دلی مسرت ہوئی فرخندہ خاتون۔" سردارے بولا۔ میں گہری نگاہ سے ان فرخندہ صاحبہ کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ ہیں کیا چیز؟ بظاہر تو بڑی پروقار اور سلیقہ مند نظر آتی ہیں۔ لیکن......

"آپ لوگ برن میں کب آئے؟"

"زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔"

"کوئی کاروباری غرض تھی؟"

"نہیں' سیاحت۔"

"خوب! خوشحال ہیں...... سیاح دو ہی قسم کے ہوتے ہیں' یا تو پھٹے ہوئے لباس والے بے حال لوگ' جو

زندگی کو بے مقصد سمجھ کر ادھر ادھر ضائع کرتے ہیں۔ یا پھر ایسے خوش حال لوگ' جو زندگی کے حسن کو دیکھ کے خواہش مند ہوتے ہیں اور اس کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔"

"ہاں——— زندگی کا حسن مختلف شکلوں میں سامنے آتا ہے جیسے!" میں نے ایک قدم آگے بڑھایا۔ "خوبصورت چہرے' خوبصورت باتیں۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "کہاں قیام ہے آپ کا؟"

"یہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی خاتون نہیں ہیں آپ کے ساتھ؟"

"نہیں۔"

"میرے خیال میں' اچھی دوست یا اچھے دوست اور ساتھی کے بغیر سیاحت کا مطلب تشنہ ہوتا ہے۔"

"ہاں' بارہا محسوس کیا۔" میں نے جواب دیا۔

"برن میں' میں آپ کو خوش آمدید کہہ سکتی ہوں بشرطیکہ آپ پسند کریں۔"

"خوش نصیبی ہے ہماری۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"الجھنے کی ضرورت نہیں ہے' میں سوسائٹی گرل ہوں۔ یہی میرا ذریعہ معاش ہے۔ لیکن سلیقے سے کا کرتی ہوں۔ آپ سے معاوضہ لوں گی اور آپ کے لئے برن میں ہر تفریح فراہم کروں گی۔ معاوضے کے بارے میں کوئی سوداکاری نہیں ہوگی۔ اس کی عادی نہیں ہوں۔ اس کا تعین آپ خود کریں گے۔ باقی اگر ضرورت سمجھیں تو اچھی دوست بھی ثابت ہوں گی۔"

"آپ کی صاف گوئی آپ کی فطرت کی عکاسی کرتی ہے۔"

"تو قبول کریں گے آپ مجھے؟"

"سر آنکھوں پر۔"

"شکریہ!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا پئیں گی آپ؟" میں نے پوچھا۔

"میزبان ہیں' جو پسند کریں۔"

"مہمان کی پسند مقدم ہوتی ہے۔" میں نے کہا۔

"تب اورنج جوس کے ساتھ شیری۔" اس نے کہا اور میں نے ویٹر کو اشارہ کیا۔ اپنے اور سردارے کے لئے ایک مشروب کے ساتھ اس کیلئے اورنج جوس اور شیری کا آرڈر دے کر میں نے ایک گہری سانس لی۔ آپ نے برن دیکھا؟"

"زیادہ عرصہ نہیں ہوا ہمیں یہاں آئے ہوئے۔"

"اوہ' میں نے اپنے بارے میں بتانے کے ساتھ دوستی کی پیشکش بھی کی تھی' چنانچہ آپ نے اسے قبول کر لیا۔ اپنے کاروبار کے بعد دوستی کے فرائض بھی شروع ہوتے ہیں۔"

"یقیناً۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چنانچہ برن آپ میرے ساتھ دیکھیں گے۔"

"ضرور!" میں نے جواب دیا اور پھر سردارے کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ سردارے کے چہرے پر اکتاہٹ تھی اور وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ شاید سوچ رہا تھا کہ یہ تو استاد نے مارلی اب میں کیا کروں۔" ویٹر نے آرڈر سرو کر دیئے اور ہم مشروبات کے سپ لینے لگے۔ فرخندہ درحقیقت پرکشش عورت

ہوئی۔ وہ پیشہ ور تھی لیکن نہایت اسٹینڈرڈ کی۔ عمدہ گفتگو کرنے والی' بذلہ سنج بھی تھی اور پر مذاق سردارے نے اب صبر کیا تھا اور ہماری گفتگو میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ ہمیں وہاں بیٹھے کافی دیر گزر گئی۔ ہو گئی تھی اور ہال کی میزیں بھی پر ہو گئی تھیں۔ ہوٹل کی اپنی تفریحات شروع ہو چکی تھیں اور لوگ دلچسپی لے رہے تھے۔ فرخندہ نے گھڑی دیکھی اور پھر میری طرف۔ "کیوں——— جلدی ہے؟"

"نہیں۔ اگر آپ پسند کریں تو اٹھیں۔"

"کیا پروگرام رہے گا؟"

"یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔" وہ مسکرائی۔

"میرا ساتھی تنہائی محسوس کر رہا ہے۔"

"اب ان کی میزبان میں ہوں۔" میں نے سردارے کی طرف دیکھا اور سردارے کا چہرہ کھل ——— فرخندہ کی بات صاف تھی۔

"تب پھر اٹھیں۔" میں نے کہا اور سردارے نے ویٹر سے بل لانے کے لئے کہا۔ بل پر دستخط کرنے بعد ہم وہاں سے باہر نکل آئے۔ پارکنگ لان میں فرخندہ ایک خوبصورت سی کھلی چھت کی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ دروازہ کھول کر اس نے ہمیں بیٹھنے کی پیشکش کی اور ہم دونوں بیٹھ گئے۔ تب فرخندہ نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔ "کمال ہے استاد!" سردارے اردو میں بڑبڑایا۔

"کوئی کمال نہیں ہے۔" میں غرایا۔ "نہ سہی——— بہرحال مجھے حیرت ہے۔"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا——— فرخندہ کے بارے میں ہمارا خیال غلط نہیں نکلا۔ حقیقت وہ اعلیٰ پائے کی تھی۔ اس کی حسین کوٹھی نہایت اعلیٰ معیار پیش کرتی تھی۔

پورٹیکو میں کار رکی اور آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ نہایت حسین انداز میں کوٹھی سجائی گئی تھی۔ ایک حسین نوخیز لڑکی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا——— اور ہم نیچے اتر آئے۔

"آیئے———!" فرخندہ بولی——— اور ہم اس کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ دوسری ملازمہ نے دروازہ کھولا اور ہم اندر داخل ہو گئے۔

"آپ لوگ تشریف رکھئے' میں ابھی آتی ہوں۔" فرخندہ نے کہا اور پھر ہماری اجازت سے باہر نکل گئی۔ سردارے ڈرائنگ روم دیکھ رہا تھا۔ ڈرائنگ روم کیا تھا اچھی خاصی نوادرات کی دکان معلوم ہو رہا تھا۔ قدآدم مجسمے' مصری فراعنہ کی شبیہیں' چمڑے کا فرنیچر' موٹا قالین' ڈائیزڈن کے چینی ظروف' ڈماسک میز پوش' آئل فائٹنگ کی بے شمار تصویریں' چھت میں چیکوسلواکیہ کا بلوریں فانوس۔

"واقعی باذوق ہے۔" میں نے داد دی۔

"میں تو بے حد متاثر ہوا ہوں استاد! ژولی ژاں کا مکان بھی دیکھا تھا میرا خیال تھا وہ سب سے زیادہ....."

"ژولی ژاں کا نام نہ لو سردارے!" میں تڑپ گیا اور سردارے چونک کر میری شکل دیکھنے لگا۔ "اوہ' معاف کرنا استاد! کیا....."

"اس کا اور فرخندہ کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ فرخندہ بہرحال ایک ماڈرن طوائف ہے اور ژولی ژاں..... وہ سینکڑوں شریف زادیوں سے زیادہ شریف اور نیک عورت تھی۔"

"تم اس سے بہت متاثر ہوا استاد؟"

"ہاں ـــــ اس قدر ـــــ کہ اگر میری زندگی میں، کبھی زندگی کے ساتھی کا تصور ہوتا تو ... کا انتخاب کرتا۔"

"خدا کی پناہ! میں نے اسے اس قدر گہری نگاہ سے کبھی نہیں دیکھا۔"

"تم نہیں جانتے سردارے! وہ کیا تھی؟"

اور سردارے خاموش ہو گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ایک خوبصورت سی لڑکی اندر آئی۔ "مادام فرخ... کو اندر بلاتی ہیں۔" یہ مقامی لڑکی تھی، حسین خدوخال۔ انداز میں شرمائیت تھی جو اس کے چہرے پر ... رہی تھی۔

"چلو ـــــ!" میں نے کہا ـــــ اور سردارے نے میری طرف دیکھ کر کچھ اشارہ کیا۔ ... گردن ہلا دی۔

"کہاں ہیں مادام؟"

"اندر ـــــ آپ کی منتظر ہیں۔" لڑکی بولی۔

"آپ کا کیا نام ہے مس ـــــ؟" سردارے نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ اور وہ مسکرا دی۔

"ژلازا ـــــ!" اس نے جواب دیا۔

"خاصا مشکل نام ہے۔" سردارے بولا۔

"آپ مجھے ژیلی کہہ سکتے ہیں۔"

"خصوصی اجازت ہے۔" سردارے بولا۔

"ہاں۔" وہ ہنس پڑی۔ اور ہم دونوں اس کے ساتھ کوٹھی کے اندرونی حصے کی طرف چل پ... صرف ڈرائنگ روم ہی حسین نہیں تھا، کوٹھی کے دوسرے حصے بھی اسی معیار پر سجائے گئے تھے۔

"یہ خصوصی اجازت صرف نام کے سلسلے میں ہے؟" سردارے نے آہستہ سے پوچھا۔ "نہیں ... سلسلے میں۔" لڑکی مسکرائی۔

"شکریہ۔" سردارے مسرت سے کھل اٹھا تھا۔ لڑکی ہمیں ایک دروازے تک لے آئی اور پھر ... کھول کر منتظر انداز میں پیچھے ہٹ گئی۔ ہم دونوں اندر داخل ہو گئے تو اس نے دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ وہ باہر ہی رہ گئی تھی۔

دروازے کے دوسری طرف ایک حسین ہال تھا جہاں زمین سے موسیقی ابھر رہی تھی۔ ہال کی ... میں نہایت اعلیٰ سامان استعمال کیا گیا تھا۔

ہم دونوں ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ سردارے نے ایک گہری سانس لی تھی۔

"قسمت کھل گئی استاد!" اس نے کہا۔

"کیوں۔"

"تم تصور بھی کر سکتے تھے کہ برابر کی میز پر بیٹھی دنیا اتنے اعلیٰ پائے کی ہے۔"

"ہاں ـــــ میں تصور کر سکتا تھا۔"

"مجھے بتاؤ کیسے؟ آخر کیسے؟" سردارے بچوں کی طرح بولا۔

"بھئی اتنے عمدہ ہوٹلوں میں گھٹیا قسم کی عورتیں نہیں جاتیں۔"

"یہی کیفیت مردوں کی ہو گی۔"

"ظاہر ہے۔"

"لیکن استاد! انہیں دھوکا بھی تو ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کوئی قلاش ٹکرا جائے۔ رقم وغیرہ کے بارے میں ...نے کوئی بات بھی نہیں کی ہے۔"

"میرا خیال ہے اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے، ایک نہ سہی۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر جلدی سے بولا۔ "...ہ کیسی تھی استاد؟"

"اچھی تھی۔"

"میرے لئے پسند ہے؟" سردارے نے مسخرے انداز میں پوچھا۔ لیکن اسی وقت ایک اندرونی ...زے سے فرخندہ نکل آئی۔ اس کے بدن پر سفید سلک کا لبادہ تھا، سیاہ لمبے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کا ...یک اپ سے بے نیاز تھا۔ لیکن میک اپ کے بغیر بھی وہ بہت حسین نظر آ رہی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہیلو!" میں نے جواب دیا۔

"اطمینان سے بیٹھو ڈیئر! کیا تم یہاں کچھ تکلیف محسوس کر رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کچھ پیو گے؟"

"پلاؤ ـــــ!" میں نے کہا۔ اور فرخندہ ایک مخصوص کرسی پر جا بیٹھی۔

"کیا پسند کرو گے ڈارلنگ!؟"

"پسند تمہاری ہو گی۔" میں نے جواب دیا۔ "ارے ہاں، مسٹر گراہم! تمہاری تنہائی برقرار ہے لیکن فکر ... کرو۔ ابھی تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے کرسی کے ...میں کوئی چیز دبائی اور ایک ہلکی سی کلک کی آواز پیدا ہوئی۔ پھر اس نے کوئی اور بٹن دبایا اور سامنے کی ...میں ایک چوکور خانہ کھل گیا۔ خانہ گھومنے لگا اور پھر سرسراہٹ کے ساتھ پورا پلٹ گیا۔ اس میں اعلیٰ ...ے کی شرابوں کی بوتلیں جگمگا رہی تھیں۔

...خانہ رک گیا تو فرخندہ نے دوسرا بٹن دبایا۔ خانے کا نچلا حصہ مڑا اور چند بوتلوں کے ساتھ آگے بڑھنے ...وہ ٹھیک فرخندہ کی کرسی کے پاس آ کر رک گیا۔ خود کار ٹرالی تھی جس پر جگ، سائفن اور خوبصورت ...ں گلاس رکھے ہوئے تھے۔ فرخندہ نے بوتلیں اٹھا کر جگ میں کاک ٹیل بنائی اور پھر اسے گلاسوں میں ...یا اور گلاس ہم دونوں کو پیش کر دیئے۔

سردارے نے میری طرف دیکھا۔ "کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے اجازت دی۔ "اوہ، یہ عمدہ بات ...۔" فرخندہ بولی۔ "تم دونوں ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہو۔"

"بھائی جو ٹھہرے۔" میں نے کہا۔

فرخندہ پھر کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے ایک اور بٹن دبایا اور ہال میں ایک اور دیوار شق ہو گئی۔ ایک سفید ...ہٹ گیا تھا۔ اور پھر حسین لباس میں ملبوس ایک لڑکی اندر داخل ہو گئی۔ وہ مسکراتی ہوئی آہستہ خرامی ...چلتی ہوئی ہمارے سامنے سے گزر کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ پھر دوسری لڑکی آئی۔ پہلی سے بھی زیادہ ...ن تھی۔ اسی طرح آٹھ لڑکیاں لائن سے آ کر کھڑی ہو گئیں۔ اور فرخندہ نے مسکراتے ہوئے ہماری طرف ...ا۔ "تم دونوں ان میں سے کسی کو بھی پسند کر سکتے ہو۔" اس نے کہا۔

"اوہ۔ تم شاید میزبانی سے تھک گئی ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔"
"پھر؟"
"میں تمہارے اوپر مسلط نہیں ہونا چاہتی۔ ہاں اگر تم پسند کرو۔"
"تم سے پہلے ان لوگوں کو نہیں دیکھا تھا۔"
"یہ تو ٹھیک ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"پھر تمہارے ذہن میں یہ خیال کیوں پیدا ہوا؟"
"اوہ' کوئی خاص بات نہیں میری جان! یہ بھی آداب میزبانی میں سے تھا۔" اس نے کھل کر ہنسے کہا۔ اور میں بھی ہنسنے لگا۔ بہرحال تم گراہم کو تو اجازت دو گے؟"
"ہاں ضرور۔"
"سوری مس فرخندہ! میں بھی انتخاب کر چکا ہوں۔" سردارے نے جواب دیا۔ "ایں۔" فرخندہ پڑی۔ "کیا بات ہے مسٹر گراہم! اگر آپ کو ان میں سے کوئی پسند نہیں آئی ہے تو اوروں کو بلایا جاسکتا اس نے کہا۔
"آپ ان سب کو روانہ کر دیں۔"
"اوکے' جاؤ——— تم لوگ جاؤ۔" فرخندہ نے لڑکیوں سے کہا اور وہ جس دروازے سے آئی اسی سے واپس چلی گئیں۔ فرخندہ تعجب سے سردارے کو دیکھ رہی تھی۔ "یس مسٹر گراہم؟" اس۔ وہ لڑکی' جو ہمیں بلا کر لائی تھی۔"
"اوہ——— کون——— ژلازا؟" فرخندہ نے پوچھا۔
"ہاں!"
"اوہ' ڈیئر———وہ تیار نہ ہو گی۔ اگر تم اسے تیار کر سکو تو مجھے کیا اعتراض ہے۔"
"کیوں——— وہ تیار کیوں نہ ہو گی؟"
"وہ صرف ملازمہ ہے' اور میں کسی لڑکی کو اس کی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کرتی۔ جو اپنی خو آئے ٹھیک ہے۔ یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔"
"اگر میں اسے تیار کر لوں؟"
"تو مجھے خوشی ہو گی۔"
"اوکے مادام!" سردارے نے کہا۔ فرخندہ مسکرانے لگی۔ پھر اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ویسے عجیب ہو۔ کیا میں ژلازا کو آواز دوں؟"
"کیا کہیں گی اس سے؟"
"تمہاری خواب گاہ الگ ہے' وہ تمہیں خوابگاہ تک پہنچا دے گی۔ اور سنو———! اگر وہ تیار نہ اس سے کہہ کر کسی اور کو بلا سکتے ہو۔"
"اوکے مادام!" سردارے خوشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔
"ارے ابھی سے کہاں بھاگ چلے' کھانا نہیں کھاؤ گے کیا؟"
"اوہ' فرخندہ———! اس کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے دخل دیا۔

"کیوں؟ کیا تم لوگ رات کا کھانا نہیں کھاتے؟ یہاں سے تو اب صبح کو ہی واپس جاسکو گے۔"
"اچھا ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔
اور پھر ہم نے فرخندہ کے ساتھ پر تکلف ڈنر لیا۔ بالکل گھریلو ماحول تھا۔ اچھے اچھے اندازہ نہیں لگا سکتے کہ ہم وہاں کوئی معزز مہمان نہیں ہیں۔ کھانے کے دوران دلچسپ گفتگو رہی اور پھر ہم اس کمرے سے آئے۔ تھوڑی دیر تک فرخندہ کی کوٹھی کے لان میں چہل قدمی کی——— پھر فرخندہ نے ژیلی کو آواز وہ بھی اسے ژیلی کہتی تھی۔ "ژیلی! انہیں ان کی خواب گاہ دکھا دو۔ جس حد تک ہو سکے ان کے ساتھ ن کرنا۔"
"یس مادام!" ژولازا نے کہا۔ اور پھر وہ سنجیدہ سی شکل بنائے سردارے کے ساتھ چل دی۔ تب فرخندہ مسکراتے ہوئے میری شکل دیکھی۔
"دوسری لڑکیاں مجھ سے زیادہ حسین تھیں مسٹر ایڈورڈ! نجانے آپ نے مجھے کیوں یہ عزت بخشی۔"
"اب میں تمہارے حسن کے بارے میں شاعری کروں۔" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے "مت سوچو ڈیئر!" میں نے اسے بھینچتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم ایک حسین ترین خواب گاہ میں داخل ہو پوری کوٹھی کی جان یہ خوابگاہ تھی' اور ہونی بھی چاہئے تھی۔ خوابگاہ کا رومانی ماحول' فرخندہ کا حسین میں نے اس کے ساتھ ایک حسین رات گزاری۔ گو وہ عام راتوں سے جدا رات نہ تھی تاہم فرخندہ کی گفتگو نے اسے کافی دلکش بنا دیا تھا۔
اور دوسری صبح بڑی خوشگوار تھی' سورج آسمان میں چھپ گیا تھا' کہر کی دبیز چادر نے ماحول کو ڈھک دیا فرخندہ میری آغوش میں انگڑائیاں توڑ رہی تھی۔ مجھے جاگتے دیکھ کر اس نے میرے سینے میں منہ چھپا لیا۔
"ایڈورڈ!" وہ مخمور لہجے میں بولی۔
"ہوں۔"
"کچھ کہوں——— یقین کر لو گے؟"
"ہاں!" میں نے اسے خود سے چمٹاتے ہوئے کہا۔
"اس زندگی میں آئے طویل عرصہ گزر گیا' بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوئی لیکن تمہارے اندر ایک اپن ہے۔ تم——— تم نہ بھولنے والی شخصیت ہو۔"
"لوہ۔" میں نے اسے اور بھینچ لیا۔
"میں تمہیں عرصے تک یاد رکھوں گی۔"
"اور میں بھی ڈارلنگ!" میں نے کہا۔
"یہاں کتنا عرصہ قیام کرو گے ایڈورڈ؟"
"کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ لندن سے آنے والے ایک دوست کا انتظار ہے۔ اس کے آنے پر یہاں سے چلا جاؤں گا۔"
"میں تم سے کوئی ایسا وعدہ نہیں لینا چاہتی ایڈورڈ! جو تمہارے لئے تکلیف دہ ہو۔ لیکن——— یہاں تو مجھ سے ملاقات ضرور کرتے رہنا۔"
"وعدہ۔"

"شکریہ۔" وہ گہری سانس لے کر بولی۔ پھر کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے بولی۔ "آج موسم ٹھیک ہے۔ باہر کہر ہے' تم صبح خیزی کے عادی تو نہیں ہو۔"

"کوئی خاص نہیں۔"

"بستر سے نکلنے کو دل نہیں چاہ رہا۔" وہ انگڑائی لیتے ہوئے بولی۔

"بیڈ ٹی کس وقت لیتی ہو؟"

"ساڑھے آٹھ بجے۔"

"اور اس وقت پونے آٹھ بجے ہیں۔"

"واقعی؟"

"سامنے دیکھ لو۔" میں نے وال کلاک کی طرف اشارہ کیا اور وہ گھڑی دیکھنے لگی۔ "اوہ ——— اٹھنا پڑے گا۔" اس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ بستر سے باہر نکل گئی۔ اطمینان۔ لباس اٹھایا اور باتھ روم میں چلی گئی۔ میں بستر میں گھسا انگڑائیاں لیتا رہا۔ دل تو میرا بھی اٹھنے کو نہیں چا لیکن بہرحال اٹھنا تو تھا ہی ——— نہ جانے سردارے کے ساتھ کیا بیتی۔ میں اس کا حال معلوم کر۔ لئے بھی بے چین تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد فرخندہ واپس آگئی۔ وہ کچھ اور نکھر گئی تھی۔

"باتھ روم جاؤ گے؟" اس نے پوچھا۔ "کیوں نہیں۔" میں بھی اٹھ گیا لیکن میں نے بستر کی چا کے گرد لپیٹ لی تھی اور پھر میں باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ اس کہریلے موسم میں گرم بھاپ کے بڑی فرحت بخشی۔ اور میں دیر تک غسل کرتا اور تھکن نچوڑتا رہا۔ پھر لباس تبدیل کر کے باہر نکل فرخندہ گون میں ملبوس ایک آرام کرسی میں دراز تھی مجھے دیکھ کر وہ پیار سے مسکرائی اور پھر اس نے کے لئے گھنٹی بجا دی۔

"حالانکہ اب ہم لوگ ناشتہ کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ میں بھی ہنے ملازمہ چائے کی ٹرالی لے کر ہی آئی تھی۔ وہ بلانے کا مقصد سمجھ گئی تھی۔ عمدہ چائے پینے کے بعد ہم با آئے۔ گو ٹہلنے کا موسم نہیں تھا لیکن اور کیا بھی کیا جاتا۔ فرخندہ کی کوٹھی کے خوبصورت لان پر لگے حسین پھول کہر میں چھپنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ موسم کافی حسین ہو رہا تھا۔ ہم لوگ اس سرد میں خاموش چہل قدمی کرتے رہے اور پھر دور سے سردارے آتا نظر آیا۔ اس کے ساتھ ایک دوسری تھی۔ میں نے اور فرخندہ نے اسے ساتھ ہی دیکھا تھا۔ اور ہم دونوں ہی مسکرا دیئے۔

"ہیلو مسٹر گراہم! صبح بخیر۔" مجھ سے پہلے فرخندہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "صبح بخیر!" سردار۔ مسکراتے ہوئے بولا۔ میں نے اس کے چہرے سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ خوش ہے۔ "رات کیسی گزری

"خوشگوار۔" سردارے نے کہا۔

"کیا تمہاری پارٹنر ژلازا ہی تھی؟"

"ہاں ———!" سردارے نے شانے اچکا کر کہا۔

"گڈ لارڈ! یہ تمہاری کوالٹی ہے' ورنہ ژیلی نے آج تک یہاں پر کسی کے ساتھ رات نہیں گزا فرخندہ نے گہری سانس لیکر کہا۔ اور پھر سردارے بھی ہمارے ساتھ سیر میں شامل ہو گیا۔ پھر ہم اد تک سیر کرتے رہے جب تک ملازمہ نے ناشتے کی اطلاع نہ دی۔ اور پھر خوبصورت ڈائننگ ہال م

ے کا ناشتہ کیا گیا اور اس کے بعد شہر گردی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ہم نے خود کو فرخندہ کے رحم و کرم پر دیا تھا۔ دن کے گیارہ بجے بھی صبح چھ بجے کا منظر تھا۔ لیکن فرخندہ ایک خوبصورت لباس پہن کر سیر کے یار ہو گئی تھی۔ ہم لوگوں کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ ہم باہر نکل آئے اور پھر فرخندہ نے اسٹیئرنگ سنبھال اسی وقت ژلازا بھی سرخ اونی لباس میں باہر آگئی۔ شاید فرخندہ نے اسے ہدایت کر دی تھی۔ "——— بہت خوب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔"

"یہ تو ضروری تھا' ورنہ مسٹر گراہم تنہا بور ہوتے۔"

"شکریہ میڈم فرخندہ۔" سردارے ژلازا کو اپنے قریب جگہ دے کر بولا۔

"اور ہم بھی ———!" فرخندہ آہستہ سے بولی اور اس نے کار اسٹارٹ کر دی۔ وہ ایک ہاتھ سے رنگ تھامے ہوئے تھی' دوسرا ہاتھ اس نے میرے ہاتھ کی انگلیوں میں پھنسا رکھا تھا۔

اور پھر پرانے برن کے گلی کوچوں سے گزرتے ہوئے وہ بولی۔ "تم نے دیکھا ایڈورڈ ———! برن ں کا شہر ہے۔"

"ہاں ——— میں نے غور کیا ہے۔"

"ریچھ یہاں کا امتیازی نشان ہے۔"

"خوب!"

"یہ شہر ۱۸۴۸ء میں ملک کا صدر مقام قرار پایا تھا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے' اس کی ہیئت میں کوئی ا نہیں ہوئی ہے۔ سوئٹزر لینڈ کے عام شہروں کی بہ نسبت اس شہر کی کیفیت کسی پرسکون قصبے کی سی اب بھی ہر چوک میں پرانی وضع کے خوبصورت فوارے اور نل موجود ہیں' جہاں کسی وقت میں شہر کی لیاں نہانے دھونے کے علاوہ گھریلو استعمال کے لئے پانی لینے آیا کرتی تھیں۔"

"خوب!" میں نے فرخندہ کی باتوں میں کافی دلچسپی لی۔ "گو تم مقامی باشندہ نہیں ہو فرخندہ! لیکن یہاں رے میں تمہیں کافی معلومات ہیں۔"

"اب تو یہی میرا وطن ہے مسٹر ایڈورڈ! اور اپنے وطن کے بارے میں اتنی معلومات تو ہونی ہی ہے۔" فرخندہ نے جواب دیا۔

"مگر تم نے اسے کن حالات میں چھوڑا؟"

"ناخوشگوار کہانی ہے' جانے دو۔"

"اوہ' ٹھیک ہے۔ میں تمہارے خوبصورت چہرے پر کوئی شکن دیکھنا پسند نہیں کروں گا۔" میں نے اس سے کہا۔ اور حقیقت ہے' مجھے اس کا ماضی کریدنے سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اور پھر ماضی میں کیا رکھا ہے۔ صرف راکھ کے ڈھیر اور دم توڑتی ہوئی چنگاریاں ———!"

پونے بارہ بجے فرخندہ نے کار بڑے گھڑیال کے سامنے روک دی۔ میں نے دیکھا' گھڑیاں کے پاس بہت ریاں رکی ہوئی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے خوبصورت بچے بے چینی سے گھڑی کی سوئیوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"کیا چکر ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"بارہ بجے یہاں تماشا ہوتا ہے۔" فرخندہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"چند منٹ باقی ہیں' پتہ چل جائے گا۔"

"اچھا——!" میں طویل سانس لے کر بارہ بجنے کا انتظار کرنے لگا۔ لوگ جمع ہی ہو رہے تھے۔ پھر جب گھڑی کی سوئیاں بارہ پر پہنچیں تو گھڑیال کے پہلو میں ایک کھڑکی کھلی۔ لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ریچھ باہر نکلے اور ٹن ٹن کی آواز پر سر ہلاتے پورا چکر کاٹ کر کھڑکی میں غائب ہو کے بعد مرغے مرغیاں اور پھر مضحکہ خیز شکلوں والے پادری آئے اور تماشہ دکھا کر واپس گھڑیال گئے۔ "سچ مچ بچوں کے لئے عمدہ تماشہ تھا۔"

"اور یہاں جمع ہونے والے بچے ہی تھے۔" فرخندہ نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا اور پھر بڑھ گئے۔ وہاں سے ہم فیڈرل پیلس کے چوک پر آگئے۔ پھر وہاں سے سوئٹزر لینڈ کے اکلوتے "ولیم ٹیل" کا مجسمہ دیکھ کر چل پڑے۔ برن کے دور دور تک کے علاقے کی سیر کرتے ہوئے کافی تھی۔ فرخندہ نے کار کا رخ برن سے باہر جانے والی سڑک کی طرف کر دیا۔

کہر کی چھاؤں میں سفر کرتے ہوئے ہم برن سے چند میل دور ایک ریستوران میں پہنچ گئے کنارے تھا۔ دریا کے کنارے لگی ہوئی بے شمار میزوں پر لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ لنچ کا وقت اندر بھی کوئی انتظام ہوگا لیکن کہر کی وجہ سے لوگوں نے باہر بیٹھنا ہی پسند کیا تھا۔

"یہ برن کا سب سے مہنگا اور سب سے بہترین ریستوران ہے۔" فرخندہ نے بتایا۔ "یہ۔" سردارے حیرت سے بولا۔

"ہاں۔"

"لیکن سوئٹزر اس سے کہیں عمدہ ہے۔"

"بڑے لوگ جہاں جائیں' عمدہ وہی جگہ ہوتی ہے۔ یہاں صرف کروڑ پتی لوگ آتے ہیں۔ ماحول پر کیسی نحوست سوار ہے۔ برن کی سب سے مہنگی جگہ ہے۔" فرخندہ نے کار سے اترتے ہو میرے خیال میں تو لوگ اسے قبرستان سمجھ کر آتے ہوں گے۔" سردارے نے منہ ٹیڑھا کر فرخندہ ہنسنے لگی۔

"ہم لوگ دو الگ الگ میزوں پر بیٹھیں گے۔" فرخندہ نے کہا۔ اور ہم نے اس کی بات دراصل ہم نے خود کو ذہنی طور پر بالکل آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اس وقت صرف فرخندہ کے اشاروں پر لطف آرہا تھا۔ ہم اپنی ساری ذہنی قوت جمع رکھنا چاہتے تھے اور خود کو تھامپسن کے مقابلے کے رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

شام تک آوارہ گردی ہوتی رہی۔ پھر گھر واپسی کا پروگرام بنایا گیا۔ "اب ہمیں اجازت دو گی" میں نے پوچھا۔ "ہرگز نہیں۔ ابھی تو ہمارا تعارف مکمل ہوا ہے۔ کل چلے جانا' میں تمہیں نہ" فرخندہ نے کہا۔ اور میں نے سردارے کی شکل دیکھی۔ سردارے کی نگاہیں بھی بھیک مانگ رہی ہنسی آگئی۔ شاید اس نے ژلازا سے کچھ "خاص" پروگرام بنائے ہوں گے۔ چنانچہ میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا اور سب کے چہرے کھل اٹھے۔ اس رات فرخندہ نے کچھ خصوصی پروگرام

منظم قسم کی عورت تھی۔ اس کی خوش ذوقی کی داد نہ دینا کم ظرفی ہے۔ میں نے اتنی نفاست پسند اور ایسی خوش ذوق عورت اور کوئی نہیں دیکھی۔ بہرحال فرخندہ کی "لڑکیوں" نے رقص کے کئی کورس ترتیب دیے تھے۔ اعلیٰ درجے کی موسیقی کا بندوبست تھا۔ لطف اس وقت آیا جب خود فرخندہ نے مخصوص مصری موسیقی مصری رقص کیا۔ سیماب تھی—— حالانکہ پچھلی رات اس کے جسم کی لطافتوں سے روشناس ہو چکا تھا لیکن اس وقت اس کا لچکتا ہوا بدن بالکل اجنبی اور بے حد دلکش معلوم ہو رہا تھا یا پھر ممکن ہے اعلیٰ قسم کی شراب نے آنکھوں کے زاویے بدل دیے ہوں۔ اس وقت میں بھی آزاد ہو کر پی رہا تھا اور ایسے معاملات میں سردارے تو ہمیشہ ہی مجھ سے دو جوتے آگے ہوتا تھا۔

ہم لوگ ترنگ میں آتے گئے—— اور پھر فرخندہ تھک کر چور ہوئی اور میری آغوش میں آگری۔ میں نے اس سیمابی بدن کو اپنی گرفت میں لے لیا اور اس رات کی کہانی مجھے بالکل یاد نہیں—— یہی کیفیت سردارے کی بھی تھی۔ ہاں دوسرے دن' دن چڑھے بستروں پر آنکھ کھلی تھی۔ دنیا کی لگائی ہوئی ساری پابندیوں سے بے نیاز' میں ایک نرم بستر میں سو رہا تھا۔ دیوار گیر کلاک نے گیارہ ضربیں لگائیں اور میں بوجھل ذہن لیے اٹھ گیا۔ بڑی دیر سویا تھا' طبیعت بھاری ہو رہی تھی۔ رات کے واقعات یاد کرنے کی کوشش کی اور پھر ذہن کو ہلکے سے پچھتاوے کا احساس ہوا۔ غلط کیا تھا—— اتنی مدہوشی نقصان دہ بھی ہو سکتی تھی۔ بہرحال آئندہ احتیاط رکھنے کا عہد کیا اور پھر لباس لے کر باتھ روم میں داخل ہو گیا۔

نہانے سے طبیعت ہلکی ہوئی۔ باتھ روم سے باہر نکلا تو فرخندہ ایک آرام کرسی میں جھولتی نظر آئی۔ اس نے بڑی پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔

"ہیلو——!" میں نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے ڈارلنگ! لہجے سے پژمردگی کا احساس ہو رہا ہے۔"

"دیر تک سونے کا عادی نہیں ہوں۔"

"اوہ—— یہ بات ہے۔" فرخندہ مسکرائی۔

"رات کی کہانی بالکل یاد نہیں۔"

"ناقابل فراموش ہے——" وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور پھر اس نے میری گردن میں باہیں ڈال کر میرے ہونٹ چوم لیے۔

"اس گدھے کا کیا حال ہے؟"

"بمشکل تمام ژلازا نے اسے جگایا ہے۔"

"جاگ گیا؟"

"ہاں۔"

"تب براہ کرم ناشتے کا بندوبست کرو۔ بھوک کے مارے....."

"تیار ہے میری جان—— آؤ——!" فرخندہ کرسی سے اٹھ گئی اور میں اس کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا۔ ایک ملازمہ کو دیکھ کر فرخندہ نے کہا۔ "ژلازا اور اس کے ساتھی کو فوراً" ناشتے کے کمرے میں بھیج دو اور ناشتہ لگوا دو—— فوراً—— دیر نہ کی جائے۔"

"یس میڈم" ملازمہ نے جواب دیا اور آگے بڑھ گئی۔ بے شک ناشتہ آنے میں دیر نہ ہوئی۔ بلکہ ناشتہ اور سردارے ساتھ ہی ساتھ آئے تھے۔ سردارے کی حالت بھی اچھی نہیں تھی۔ وہ ژلازا کا سہارا لیے

ہوئے تھا۔ "کیا حال ہے استاد؟" اس نے ایک کرسی پر گرتے ہوئے کہا۔

"میں تو ٹھیک ہوں' اپنی سناؤ؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"رات بھر سیارہ گردی کرتا رہا۔ کبھی مریخ پر تو کبھی چاند پر ——— نہ جانے کون کون سے سیاروں کی سیر کی۔ ابھی تھوڑی دیر قبل میرا راکٹ زمین پر اترا تھا' گرتے گرتے بچا" سردارے نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"بہرحال اچھا نہیں ہوا!"

"راکٹ سے اترنے کے بعد میں نے بھی یہی سوچا تھا استاد"

"اوہ ——— ڈارلنگ ناشتہ شروع کرو۔ اور تم یہ کون سی زبان بول رہے ہو؟" فرخندہ نے مداخلت کی۔ "فادری زبان میڈم" سردارے نے کہا۔

"اوہ ——— فادری ——— تمہارے فادر کہاں کے تھے؟" فرخندہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ایشیا کے ایک ملک کے۔ ماں برٹش تھی"

"میرے خدا ——— خود میرا بھی یہی خیال تھا۔ تمہارے خدوخال میں کچھ کچھ آثار ملتے ہیں" فرخندہ نے متحیرانہ انداز میں کہا ——— اور ہم خاموشی سے ناشتہ کرتے رہے۔ پھر ناشتے سے فارغ ہوگئے اور وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آ گئے۔ سردارے اب بھی جماہیاں لے رہا تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے فرخندہ؟"

"جو تمہاری مرضی ڈارلنگ ——— میں تو چاہتی ہوں تم زندگی بھر یہاں سے نہ جاؤ"

"جانا تو ہوگا میری جان"

"تب پھر لنچ کے بعد"۔

"نہیں ——— اب لنچ کی گنجائش کہاں ——— ہاں اگر اجازت دو' تو یہیں سو جائیں۔ طبیعت بوجھل ہے۔ لیکن ایک شرط پر ———"

"سر آنکھوں پر ——— سر آنکھوں پر" فرخندہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جب تک خود نہ جاگیں ——— جگایا نہ جائے"۔

"ایسا ہی ہوگا ——— آؤ ———"

سونا ضروری ہوگیا تھا۔ اعضاء کسی قابل نہ تھے۔ ممکن ہے نیند پوری ہونے کے بعد طبیعت کسی قدر سنبھل جائے۔ سردارے کی بھی یہی خواہش تھی۔ چنانچہ ہم دونوں سونے چل پڑے اور پھر خوب سوئے جاگے تو پانچ بج رہے تھے۔ بہرحال نیند پوری ہوگئی۔ طبیعت کے ہلکے پن سے اندازہ ہو رہا تھا۔ شام کی چائے لگ گئی۔ فرخندہ نے پھر اسی خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔

کھانے پینے کی بہت سی چیزیں تھیں لیکن ہم نے صرف چائے پی اور پھر میں نے فرخندہ سے اجازت چاہی۔

"ہائے ڈارلنگ ——— اب شام ہوگئی ہے' ایک رات اور سہی"۔

"نہیں فرخندہ ——— اب جانے دو ——— پھر سہی"۔

"وعدہ ———؟"

"ہاں ——— تمہاری مہمان نوازی کا شکریہ"۔

"تم جیسے مہمان بھی تو ہوں ———" فرخندہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے نوٹوں کی ایک پوری زی فرخندہ کے حوالے کر دی۔

"میری طرف سے یہ حقیر نذرانہ"۔

"اوہ ——— یہ ——— یہ نہیں ڈارلنگ! میں بے ایمان کاروباری نہیں ہوں۔ یہ تو میری ایک ماہ کی کمائی ہے۔ اتنے نہیں لوں گی' ورنہ تم مجھے اچھے الفاظ میں یاد نہیں کرو گے"۔

"تمہاری محبت کے سامنے یہ کاغذ کے حقیر ٹکڑے ہیں۔ رکھ لو فرخندہ! مجھے شرمندہ نہ کرو"۔

"شرمندہ تو میں انہیں لے کر ہو رہی ہوں۔ کاش انسان ان کا اس قدر محتاج نہ ہوتا"۔

"کوئی بات نہیں ڈارلنگ ——— دنیا کا کارخانہ یونہی چلتا ہے۔ اچھا ——— خدا حافظ"۔

"آہ ——— یہ شام کیسی اداس ہوگئی"۔

"ہم پھر کوئی شام ساتھ رکھیں گے"۔

"خدا حافظ" فرخندہ ہمیں باہر تک چھوڑنے آئی اور پھر ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر سوئیٹر کی طرف چل پڑے۔ سردارے بھی خاموش تھا۔ شام واقعی اداس لگ رہی تھی۔ میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔ وہ کھڑکی سے منہ نکالے اداس نگاہوں سے سڑکوں پر دیکھ رہا تھا۔

"سردارے!" میں نے اسے آواز دی اور وہ چونک پڑا۔ اس نے میری طرف دیکھا "کی گل اے اوئے ———؟"

"کوئی گل نئیں بادشاؤ" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"سوچ رہا ہوں استاد ——— ہماری زندگی کیا ہے؟"

"کھانا کھانے کے بعد اسے ہضم کرنا بھی ضروری ہوتا ہے" میں نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔

"میں نہیں سمجھا استاد!"

"ہم کھانا کھا کر سو گئے تھے نا' اس لیے ہضم نہیں ہوا ——— اور بدہضمی ایسے ہی خیالات کو جنم دیتی ہے"۔

اوہ ——— شاید یہی بات ہو استاد ——— واقعی بڑی اداس شام ہے۔ ذہن میں عجیب عجیب خیالات آ رہے ہیں۔ یہ عورتیں۔ ہر ایک بھرپور محبت لے کر ہمارے سامنے آتی ہے' ہم اسے قبول کرتے ہیں اور پھر چھوڑ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ زندگی کو کہیں قرار کی ضرورت نہیں پیش آتی استاد ——— تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟"

"فلسفیانہ انداز میں بتاؤں؟" میں نے کہا۔

"جیسے دل چاہے بتاؤ استاد"۔

"تب پھر یوں سمجھو ——— کہ ہم دنیا کی سب سے حقیر' سب سے بے بس چیز ہیں۔ زمین پر پڑے ہوئے مٹی کے ذرات سوچتے ہیں؟ ان میں سوچنے کی حس ہی نہیں۔ ہماری حیثیت ان سے مختلف نہیں ہے۔ ہوا ان ذرات کو منتشر کرتی رہتی ہے' ان کی جگہیں بدلتی رہتی ہے۔ وہی ہوا حوادث کی شکل میں ہمیں بھی ذرات کی مانند پھینٹ کر رکھ دیتی ہے۔ ذرات سوچتے نہیں' ہم سوچتے ہیں اور یہ سوچ ہماری سزا ہے۔ یہ سوچ ہماری اذیت کو بڑھا دیتی ہے۔ ہم اپنے اس بے حقیقت وجود کو اپنا کہتے ہیں' یہ ہمارا نہیں ہے۔ ہم ہوا

کے قیدی ہیں میرے دوست ——— حالات کی ہوا ——— واقعات کی ہوا ——— ہمارے لیے جو راستہ متعین کر دیتی ہے' وہی ہمارا راستہ ہوتا ہے۔ ہوا کی سازش کو بے اثر بنانے کا طریقہ یہی ہے کہ سوچنا چھوڑ دو ——— ان ذرات کی مانند بے جان ہو جاؤ۔ اسی طرح سانسوں کی قید میں بسر کر سکتے ہو۔ سوچتے رہے تو اذیتیں بڑھتی جائیں گی"۔

سردارے بغور میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "ٹھیک کہتے ہو استاد!"

"نہیں سردارے ——— دل کی گہرائیوں سے سنو ——— ہمارے پاس جو کچھ ہے' اسے خرچ کرنے سے کیوں احتراز کریں۔ ہوا ہمیں اذیتیں دے' لیکن ہمارے وجود سے نکلے ہوئے قہقہے ہمارے ہیں ——— مسکراتے رہو۔ اسی طرح ہم ہوا سے اپنا حق وصول کر سکتے ہیں"

"استاد زندہ باد" سردارے نے زوردار نعرہ لگایا۔ اور ٹیکسی ڈرائیور نے گھبرا کر بریک لگا دیے۔

"یس ——— یس سر" اس نے سہمے ہوئے انداز میں پیچھے دیکھا۔

"اوہ ——— چلتے رہو ——— چلتے رہو میری جان! میرا ساتھی کریک ہے" میں نے ڈرائیور کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ خطرے کی بات تو نہیں ہے" ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی تھی۔

"نہیں۔ اس حد تک نہیں ہے" میں نے مسکرا کر سردارے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ سردارے بدستور مسکرا رہا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم سوئیٹ پہنچ گئے۔

اپنے کمرے میں داخل ہونے کے بعد ہم دونوں آرام کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ "ایک بات کا قائل ضرور ہوں استاد!" سردارے نے کہا۔ "انسان کے اعصاب حیرت انگیز ہیں۔ ہمارے پورے بدن کا نظام اس طرح ایک دوسرے سے منسلک ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اب تھوڑی دیر قبل کی اور اب کی کیفیت کو لے لو"۔

"کیا مطلب؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "الفاظ ——— ہمارے کانوں کے ذریعے ذہن تک پہنچتے ہیں۔ بظاہر ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن جسمانی نظام پر اثر انداز ہونے میں وہ کیسی قدرت رکھتے ہیں۔ تھوڑی دیر قبل ذہن پر اداسی تھی' پورا جسم مضمحل ہو رہا تھا۔ تھکن تھکن سی سوار تھی۔ لیکن تمہاری تھیوری دل کو لگی۔ سوچا اور اداسی ڈھل گئی۔ اب طبیعت بڑی ہشاش بشاش ہے"۔

"یہ عجیب بات نہیں ہے سردارے ——— دراصل سارا جسمانی نظام بڑی پیچیدگی سے ایک دوسرے سے منسلک ہے۔ غم کی کوئی خبر بعض اوقات ایک شدید بیماری بن جاتی ہے اور خوشی کی کوئی خبر ہماری بیماریوں کو دور کر دیتی ہے"۔

"یقیناً" سردارے نے اعتراف کیا پھر بولا "خیر چھوڑو ان باتوں کو ——— اب بتاؤ پروگرام کیا ہے؟"

"پروگرام ———؟"

"ہاں ——— اس کانے کے بارے میں"

"واقعی ———؟"

"سچ کہہ رہا ہوں استاد ——— جب زندگی اتنی بے حقیقت چیز ہے تو پھر ایسی احتیاط بیکار ہے جو کرنا ہے کر ڈالو' باقی زندگی پر چھوڑ دو۔ ہم تو ہواؤں کے غلام ہیں۔ ہوگا وہی جو وہ چاہیں گی"۔

"ہوں" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ ٹھیک ہے۔ اگر تمہارا موڈ ٹھیک ہے تو پھر آج تھامپسن کو چیک کیا جائے"۔

"ویسے ایک بات میری سمجھ میں آج تک نہیں آئی استاد"

"کیا؟"

"جیکسن کو قتل کرنے کے بعد یہ چند دنوں کا وقفہ تم نے کیوں رکھا ہے؟ کیا تھامپسن اس دوران وہیں رہا ہوگا جہاں کا پتہ ہم نے جیکسن سے معلوم کیا تھا؟"

"سردارے! جیکسن سے ہمیں صرف یہی معلوم کرنا تھا کہ یہاں ہمارا دشمن تھامپسن ہی ہے یا کوئی اور ——— بہرحال اس کا پتہ چل گیا۔ اس کے بعد فوراً تھامپسن تک دوڑے جانا عقل مندی کی بات نہیں تھی۔ اس دوران میں نے یہ معلوم کیا ہے کہ تھامپسن کی یہاں کیا حیثیت ہے اور بہرصورت یہ تو پتہ چل گیا کہ وہ یہاں زیادہ طاقتور ہے۔ رہی پتے کی بات ——— تو اول تو اس نے اپنی جگہ نہ چھوڑی ہوگی ——— چھوڑ بھی دی ہوگی تو وہ یہاں منہ چھپا کر نہ رہے گا بلکہ طاقت کے زعم میں ہمیں تلاش کرے گا۔ اس لیے اس تک پہنچنا مشکل کام نہیں ہے"۔

"اوہ ———" سردارے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "یہی بات ہے"

"کیا؟"

"اکثر میں نے اپنا اور تمہارا موازنہ کیا ہے استاد ——— میں نے غور کرنے کی کوشش کی ہے کہ میں تم سے کون کون سے معاملات میں کمزور ہوں۔ محسوس نہ کرنا استاد ——— میں نے تم سے متاثر ہو کر یہ سوچا تھا۔ بہرحال پتہ چلا کہ تمہارا دماغ ایک گہری جھیل کی مانند ہے جس میں نہ جانے کیا کیا ہے اور میرا دماغ ایسے کٹورے کی مانند جس کے نیچے کچھ نہیں ہے"۔

"اچھا" اب فضول باتوں کی بجائے تیاریاں کرو" میں نے کہا اور سردارے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے سلیوٹ مارا ——— اور تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ گرل ونگ کے علاقے میں ہم نے ٹیکسی رکوائی اور نیچے اتر کر بل ادا کرنے کے بعد آوارہ گردوں کے انداز میں آگے بڑھ گئے۔ رات زیادہ نہیں گزری تھی۔ ابھی تک سڑکوں پر رونق تھی۔ گو کہر کی وجہ سے ماحول دھندلایا ہوا تھا۔ گرل ونگ میں ایک سو اٹھائیس نمبر کی کوٹھی میں نے پہلے ہی دیکھ لی تھی۔ اس لیے کہر کے باوجود وہاں تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔

ہم دونوں اس وقت سیسرو اور پینٹو کے میک اپ میں ہی تھے۔ کوٹھی سے کچھ فاصلے پر رک کر میں نے سردارے کی طرف دیکھا "استاد!" سردارے جلدی سے میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"عقبی سمت سے" میں نے کہا۔ "اوکے چیف ——— یہی کوٹھی ہے نا؟"

"ہاں"

"تب پھر آؤ ——— دیر کس بات کی" سردار مجھ سے زیادہ بے چین نظر آ رہا تھا اور ہم دونوں عقبی سمت چل پڑے۔ چار دیواری زیادہ اونچی نہیں تھی۔ دوسرے لمحے ہم اندر تھے۔ کہر میں ڈوبی ہوئی عمارت کی کچھ کھڑکیوں کے شیشوں سے دھندلی روشنی کے عکس جھانک رہے تھے۔ ہماری آنکھیں تاریکی میں دیکھنے کی عادی ہو گئی تھیں۔ اس لیے زیادہ دقت نہیں ہو رہی تھی۔ ہم عمارت کی طرف بڑھ گئے۔ عقبی دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ ہم اندر پہنچ گئے۔ اور پھر ایک کاریڈور سے گزرتے ہوئے ہم ایک ہال میں پہنچ گئے۔ ہال میں روشنی تھی۔ اس ہال میں اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں تھیں۔ چوڑی اور صاف ستھری سیڑھیوں پر بے آواز چلتے ہوئے ہم اوپر پہنچ گئے۔ اوپر کئی کمروں میں روشنی نظر آ رہی تھی۔ چنانچہ ہم رک گئے۔

"کچھ اندازہ ہے استاد ——— یہاں کتنے آدمیوں سے مڈبھیڑ ہو سکتی ہے؟"

"اس بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہے سردارے۔"

"ویسے ہی پوچھ لیا تھا' استاد ـــــ یہ مت سمجھنا کہ میں زیادہ آدمیوں سے خوفزدہ ہوں۔"

"میں جانتا ہوں یار ـــــ" میں نے جواب دیا اور پھر اچانک ہمیں چھپنے کی جگہ تلاش کرنی پڑی۔ ایک دروازہ کھل گیا تھا ـــــ ہم دوڑ کر ایک ستون کی آڑ میں ہو گئے۔ کمرے سے ایک قوی ہیکل شخص باہر نکلا۔ وہ پولیس کی وردی میں تھا اور کوئی بڑا افسر معلوم ہوتا تھا۔

"خدا حافظ تھامپسن! تم بے فکر رہو۔"

"نہیں ـــــ" دوسری آواز تھامپسن ہی کی تھی "میں بے فکر نہیں رہ سکتا؟"

"میرے ہوتے ہوئے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"پریشان ـــــ میں کسی بات سے پریشان نہیں ہوں لیکن تم ان کے بارے میں اس طرح گفتگو کر رہے ہو جیسے عام مجرموں کے بارے میں کی جاتی ہے۔ بس اس لیے مطمئن نہیں ہوں۔"

پولیس افسر دروازے سے باہر نکل آیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی تھامپسن بھی نکلا۔ لیکن اسے دیکھ کر میں نے اور سردارے نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی۔ تھامپسن بیساکھیوں کے سہارے چل رہا تھا۔ گویا اس کی ایک آنکھ کے علاوہ ایک ٹانگ بھی برباد ہو گئی تھی۔

"تم مجھے ان کی اہمیت کا احساس دلا کر کس بات پر آمادہ کرنا چاہتے ہو؟"

"صرف اس بات پر کہ ـــــ تم ان کے لیے اونچی سطح پر سوچو۔"

"میرا نام گروڈر ہے اور مجرموں کی دنیا میں مجھے کالا شیطان کہا جاتا ہے" پولیس افسر نے کہا۔

"اوہ ـــــ اوہ ـــــ سب ٹھیک ہے میری جان! لیکن افسوس' وہ تمہیں اس نام سے نہیں جانتے" تھامپسن نے مسکراتے ہوئے کہا ـــــ وہ لوگ کچھ اور آگے بڑھ گئے۔ تھامپسن بڑی دقت سے چل رہا تھا۔

"نہیں جانتے ـــــ تو جان جائیں گے" پولیس افسر غرایا۔

"تم بے فکر رہو" پولیس افسر نے کہا۔ اور پھر وہ تھامپسن سے دوبارہ ہاتھ ملا کر باہر نکل گیا۔ میں اور سردارے خاموش کھڑے تھے۔ تھامپسن چند منٹ کچھ سوچتا رہا پھر وہ بیساکھیوں ہی کے سہارے ایک طرف بڑھ گیا۔ راستے میں ایک جگہ رک کر اس نے بیل بجائی تھی۔

"چلیں استاد؟" سردارے نے سرگوشی کی۔

"ابھی رک جاؤ۔ دیوار میں لگا ہوا بٹن کسی گھنٹی کا بھی ہو سکتا ہے۔"

"اوہ ـــــ" سردارے نے کہا اور ہم خاموشی سے انتظار کرنے لگے۔ تھامپسن ایک دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ ہمارا خیال درست تھا۔ ایک دبلا پتلا آدمی اسی دروازے سے اندر داخل ہو گیا تھا۔ چند منٹ کے بعد وہ باہر نکل آیا اور پھر پہلے والے کمرے سے وہ شراب کی ایک ٹرالی دھکیل کر اس کمرے میں لے گیا۔ اس کے بعد وہ باہر نکل آیا۔

ہم خاموشی سے کھڑے تھے۔ اور پھر جب چاروں طرف خاموشی چھا گئی تو ہم آگے بڑھے ـــــ لیکن دروازے پر پہنچ کر ٹھٹھک گئے۔ اندر ایک سے زیادہ آدمی تھے۔ تھامپسن کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔ آواز بند دروازے سے صاف نہیں آ رہی تھی۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر سردارے کو اشارہ کیا۔

اور اچانک ہم دونوں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ بڑا خوبصورت کمرہ تھا۔ ایک انتہائی عالیشان کرسی پر تھامپسن بیٹھا ہوا تھا ـــــ بیساکھیاں اس کے قریب تھیں ـــــ اور وہ شراب کے جگ سے شراب انڈیل رہا تھا۔ دروازے پر آہٹ سن کر اس نے ہماری طرف دیکھا۔

لیکن ہمیں حیرت تھی کہ کمرے میں کوئی دوسرا آدمی موجود نہیں تھا۔ البتہ اس کے نزدیک ہی ایک خوبصورت انٹرکام بکس موجود تھا۔ شاید وہ اسی پر بات کر رہا تھا۔ تھامپسن زہریلی نگاہوں سے ہمیں دیکھنے لگا۔ پھر اس نے شراب کا جگ میز پر رکھ دیا اور بڑے اطمینان سے گلاس اٹھا لیا۔ اس نے گلاس سے دو گھونٹ لیے اور پھر ہونٹ خشک کرتے ہوئے بولا:

"آؤ ـــــ بہت انتظار کرایا تم دونوں نے۔"

"کیسے ہو تھامپسن ڈیئر ـــــ!" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ میرے ذہن میں کسی تردد کا شائبہ بھی نہیں تھا۔

"ٹھیک ہوں۔ لیکن تم درمیان میں کہاں غائب ہو گئے تھے؟"

"درمیان سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"تو کیا تم مجھے اتنا ہی احمق سمجھتے ہو؟" وہ مسکرایا۔

"نہیں۔ تھوڑا بہت۔"

"مجھے معلوم تھا کہ تم یہاں آ گئے ہو ـــــ جیکسن میرا آدمی تھا۔ لیکن اس کی کارکردگی تسلی بخش نہیں تھی۔ وہ اس انداز میں کام نہ کر سکا جس میں اسے کرنا چاہیے تھا ـــــ اسی لیے مارا گیا ـــــ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تم نے اس سے میرا پتہ ضرور معلوم کر لیا ہوگا۔"

"اس کے باوجود تم یہاں نظر آ رہے ہو تھامپسن؟" میں نے کہا۔

"ہاں ـــــ اتفاقات نے تمہارے حوصلے بڑھا دیے ہیں سیمو! ورنہ تھامپسن اتنا نرم چارہ نہیں ہے جتنا تم نے سمجھا تھا" اس نے رک کر شراب کا ایک گھونٹ لیا۔

"میرا خیال اس سے مختلف ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یعنی ـــــ؟"

"میرا خیال ہے اتفاق سے ہی تمہیں دو بار میرے ہاتھوں سے نکلنے کا موقع مل گیا ہے ورنہ میں دشمنوں کی زندگی کا قائل نہیں ہوں۔"

"تیسری بار کے بارے میں کیا خیال ہے؟" تھامپسن نے بڑے سکون سے کہا۔

"اگر کوئی اتفاق نہ پیش آ گیا ـــــ" میں نے کہا اور تھامپسن نے ایک قہقہہ لگایا۔ "آدمی دلچسپ ہو ـــــ چلو تھوڑی دیر تک ہم دوستوں کے انداز میں گفتگو کریں۔ تمہارے پاس بھی وقت ہے اور میں تو اس وقت بالکل فارغ ہوں ـــــ بیٹھو ـــــ شراب پسند کرو گے؟"

"دشمنوں سے دوستی نہیں کی جاتی تھامپسن! شکریہ۔"

"اوہ بھئی ـــــ وقت کا تعین کر لیتے ہیں۔ صرف پندرہ منٹ تک ہم دوست رہیں گے اس کے بعد پھر دشمنی شروع ہو جائے گی۔ میری طرف سے اجازت ہے جو دل چاہے کرنا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"بیٹھو گے نہیں؟"

"نہیں"۔
"چلو ٹھیک ہے۔ تمہارے لیے شراب بناؤں؟"
"نہیں شکریہ"۔
"تمہاری مرضی' ویسے میری جان سیسرو! ہو جیالے۔ بھئی پی گوڈے تمہارے ہاتھ میں چلا گیا۔ میر اسے چھوڑ دیا۔ چلو یوں سمجھو تو مجھے وہاں سے بھگانے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر میرے پیچھے یہاں تک کی کیا ضرورت تھی؟"
"میں دشمن کو زندہ دیکھنے کا قائل نہیں ہوں"۔
"تب میری جان! تمہیں کم از کم یہ تو معلوم کر لینا چاہیے تھا کہ میری یہاں کیا پوزیشن ہے۔ سوئ لینڈ میرا گھر ہے۔ میں یہاں کسی بھی سڑک پر لے جا کر تمہیں گولی مار سکتا ہوں۔ تمہیں قتل کر کے تمہا لاشیں کوٹھی کے سامنے پھینک سکتا ہوں۔ پولیس تمہاری لاشوں کو دیکھے گی' آگے بڑھ جائے گی۔ مے اجازت کے بغیر کوئی ان لاشوں کو اٹھا بھی نہیں سکتا"۔
"ان باتوں کی میں نے کبھی پرواہ نہیں کی"۔
"دلیری اچھی چیز ہے لیکن عقل ساتھ رہے تو بہتر ہے"۔
"مشورے کا شکریہ تھامپسن! میرا خیال ہے' تم شراب کا یہ گلاس جلد ختم کر لو"
"کیوں؟"
"ظاہر ہے' یہ تمہارا آخری وقت ہے اور شاید آخری گلاس بھی"۔
"اوہ۔ نہیں' میری جان ابھی نہیں۔ مجھے کچھ اور باتیں کر لینے دو"۔
"شاید تم اپنے آدمیوں کا انتظار کر رہے ہو؟"
"نہیں میری جان ——— میرے بلائے بغیر یہاں کوئی نہیں آئے گا' بے فکر رہو"۔
"اور کیا بات ہے؟"
"میں بہرحال تمہاری دلیری کا قائل ہوں۔ اس لیے تم دونوں کو ایک پیشکش کرنا چاہتا ہوں"۔
"کرو"۔
"تم جس کے لیے بھی کام کر رہے ہو' میں اس کے بارے میں تم سے کبھی نہیں پوچھوں گا۔ تمہیں ج کچھ مل رہا ہے' میری طرف سے ففٹی پرسنٹ اس میں اضافہ کر لو۔ رئیسوں کی طرح زندگی گزارو اور میرے لیے کام کرو"
"بس؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"ہاں۔ اگر پیشکش کم ہے تو اس میں اپنی طرف سے جو چاہو اضافہ کر لو ——— تھامپسن شہنشاہ ہے۔ تم نے ایسے لوگ بھی نہ دیکھے ہوں گے جو اپنے دشمنوں سے اس قدر محبت کرتے ہوں"۔
"مجھے بھی تم سے بہت محبت ہے کانے شہنشاہ بلکہ اب لنگڑے بھی ——— لیکن اس وقت تم کیا کہو گے جب میں تمہیں بتاؤں کہ میں خود اپنے لیے کام کر رہا ہوں"۔
"میں نے اب بھی تمہاری بات کا برا نہیں مانا ہے کیونکہ بہرحال ابھی بزنس کی گفتگو جاری ہے ——— تو یوں کرو کہ تم اپنا بزنس میرے بزنس میں ضم کر دو۔ تمہیں جتنی بھی آمدنی ہوتی ہے' اسے بلا رسک مجھ سے لے لو"۔

"اب صرف ایک پیشکش اور کر دو تھامپسن' تاکہ بات ختم ہو جائے"۔
"ہاں ——— ہاں کہو"
"تم اجازت دو کہ ہم جلد از جلد تمہیں گولی مار کر سارے جھگڑوں سے آزاد کر دیں۔ ہمیں یہاں آئے ے کافی دیر گزر چکی ہے" میں نے کہا۔
"گویا تمہیں میری کوئی پیشکش قبول نہیں ہے؟"
"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا"۔
"تب ——— پھر ——— تب پھر ——— میرا قرض تمہارے اوپر باقی ہے۔ میں تمہیں قتل نہیں روں گا کیونکہ اس میں کیا مزہ آئے گا۔ تم مر جاؤ گے اور میں کچھ عرصے کے بعد تمہیں بھول جاؤں ——— میں تم دونوں کو یہاں سے کچھ دور لے جاؤں گا' جزیرہ گیسپن ایک خوبصورت جگہ ہے' ہیں پسند آئے گی۔ وہاں ایک مخصوص ذریعے سے تمہاری ٹانگیں خشک کرا دوں گا۔ تم اپنی مضبوط ٹانگوں کو کھ رہے ہو ——— ان پر سے گوشت اتر جائے گا اور خشک تلیاں رہ جائیں گی۔ تم ہمیشہ کے لیے اپاہج ہو ؤ گے اور پھر بھیک مانگنے کے علاوہ تم اور کیا کرو گے۔ ہاں ایک خاص بات اور' میں تمہیں یہاں سے نکلنے ی نہ دوں گا۔ اپاہجوں کے مرکز میں تمہیں داخل کرانا میرا کام ہے"۔
"خوب۔ مائی ڈیئر تھامپسن تم شاید خوابوں کی دنیا میں رہتے ہو؟"
"نہیں۔ حقیقت' میری جان ——— ایک مکمل حقیقت۔ اپنے چاروں طرف دیکھو۔ یہ بہت بری ات ہے کہ تم ماحول پر نگاہ نہیں رکھتے" تھامپسن نے کہا اور ہم دونوں چونک پڑے۔
اور پھر میں نے گہری سانس لی۔ نہ جانے کیوں مجھے پہلے بھی احساس ہو رہا تھا کہ تھامپسن کا سکون غیر نطری ہے۔ بہرحال اب اس کی تصدیق ہو گئی تھی۔ گول ہال کی دیواروں میں کئی آدھے آدھے دروازے کھل گئے تھے اور ہر دروازے میں ایک آدمی نظر آ رہا تھا جس کے ہاتھ میں پستول دبا ہوا تھا۔ سارے پستول ہماری طرف ہی اٹھے ہوئے تھے۔
"کیا خیال ہے؟ تھامپسن نے قہقہہ لگایا۔
"ٹھیک ہی ہے" میں نے آہستہ سے کہا۔ درحقیقت میں نے اس وقت اپنے آپ کو احمق محسوس کیا تھا۔ زیادہ خود اعتمادی بھی حماقت ہوتی ہے۔
سردارے بھی خاموش کھڑا تھا۔ ایسی حالت میں کوئی بہادری دکھانا نقصان دہ بھی ہو سکتا تھا۔ ہم بے دست و پا ہو کر رہ گئے تھے۔
"آ جاؤ ———" تھامپسن نے کہا اور دروازوں میں کھڑے ہوئے آدمی آگے بڑھ آئے۔ ویسے بہت عمدہ ترکیب تھی۔ بظاہر دیواروں میں دروازوں کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ "تمہارا خیال تھا کہ میں تمہاری آمد سے لاعلم ہوں"
"اس وقت تو لاعلم ہی تھے تھامپسن ڈیئر ——— جب تم اس پولیس افسر سے اپنی بے چینی کا اظہار کر رہے تھے" میں نے جواب دیا۔
"ہاں۔ یہ حقیقت ہے لیکن میرے ساتھیوں نے تمہیں دیکھ لیا تھا۔ جونہی میں اندر داخل ہوا' انہوں نے انٹرکام پر اطلاع دی۔ اور اس کے بعد مورچے پر پہنچ گئے"۔
"ٹھیک ہے تھامپسن ——— اب کیا چاہتے ہو؟"

"جو چاہتا ہوں تمہیں بتا چکا ہوں۔ میری پہلے والی پیشکش ختم ہو گئی ہے۔ ہاں اب تمہیں بڑی سے کوئی نہ روک سکے گا۔ چلو! انہیں نہتا کر دو" تھامپسن نے کہا۔

"ہاتھ اٹھاؤ" تھامپسن کا ایک آدمی غرایا۔ اور ہم نے ہاتھ اٹھا دیے۔ ہماری جیبوں میں جو نکال لیا گیا اور پھر ہم سنبھل بھی نہ سکے۔ اچانک تھامپسن کے دو آدمیوں نے گردن کی مخصوص پستول کے دستے مارے تھے۔

"گڈ ــــــ نائٹ ــــــ استا......" سردارے کی ڈوبتی ہوئی آواز سنائی دی اور اس کے بھی کوئی احساس نہ رہا۔ پہلی مرتبہ ہم شکار ہو گئے تھے۔ نہ جانے ہماری بے ہوشی کس قدر طویل بہرحال آنکھ کھلی تو چڑیوں کی چہچہاہٹ کانوں میں گونج رہی تھی۔ ایک بڑی کھڑکی کھلی ہوئی تھی جس سویرا جھانک رہا تھا۔ آسمان پر کوئی چمک نہیں تھی بلکہ ایک انوکھی سی کجلاہٹ تھی جو ذہن کو تازہ تھی۔ میں بستر پر پڑا اس انوکھی صبح کو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لی اور گردن پر ایک اٹھی۔ اور یہ ٹیس یادداشت یا حواس واپس لے آئی۔ پہلے تو اس بستر ہی کا احساس ہوا۔ نرم فوم کا بستر میں نے کمرے کو دیکھا۔ انتہائی اعلیٰ پیمانے پر آراستہ کمرہ تھا۔ کمرے کو ہی دیکھتے ہوئے سردارے پڑی۔ جو میرے برابر ہی ایک دوسری مسہری پر لمبی تانے سو رہا تھا۔ اس نے نرم تکیہ گھٹنوں میں دبایا کمرے میں ایک دروازہ تھا جو یقیناً باہر سے بند ہو گا۔

سارے واقعات یاد آئے اور میں نے بوکھلا کر اپنی ٹانگوں کو دیکھا ــــــ لیکن کوئی خاص بات تھی۔ ٹانگیں بدستور کام کر رہی تھیں۔ اتنی جلدی تو کچھ ہونا بھی مشکل تھا۔ بہرحال اس بار بڑے میں بستر سے نیچے اتر آیا۔ اس کھلی ہوئی کھڑکی کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ اسے کھلا کیوں چھوڑ دیا میں کھڑکی کے قریب پہنچ گیا۔ مکان کی دوسری منزل تھی۔ لیکن کھڑکی اتنی اونچی نہیں تھی کہ اس سے کی کوئی ترکیب ہی نہ کی جا سکے۔ خاصا طویل و عریض مکان تھا۔ نیچے صحن تھا اور پھر ایک چھوٹا سا خوبصورت لان لیکن کوئی اور نظر نہیں آ رہا تھا۔ کئی منٹ میں کھڑکی کے قریب کھڑا رہا پھر سردارے کے قریب پہنچ

"سردارے!" میں نے اسے جھنجھوڑا۔

"اوں ــــــ ہوں، سونے دو یار" سردارے بڑبڑایا اور اس نے کروٹ بدل لی۔

"اٹھ جایئے جہاں پناہ! دشمن نے حملہ کر دیا ہے" میں نے کہا۔

"سونے بھی دے"۔

"آپ کو خدا کا واسطہ" میں گڑگڑایا۔

"ایں ــــــ؟" سردار کو کچھ کچھ ہوش آنے لگا۔

"اٹھ جایئے سرکار"

"اچھا" اس نے آنکھیں کھول دیں۔ دیکھتا رہا ــــــ سوچتا رہا۔ اور پھر ارے باپ رے کہہ کر پڑا۔ دوسرے لمحے اس نے مسہری سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ اور پھر احمقانہ انداز میں چاروں طرف دیکھ

"حواس درست کرو سردارے!" میں نے سرزنش کی۔

"مگر ــــــ مگر استاد ــــــ"

"تھامپسن ــــــ ماشاءاللہ ــــــ مگر استاد ــــــ ہم تو اپنی ٹانگوں پر کھڑے ہیں"۔

"ہاں، ابھی تک تو"۔

"ویسے برے پھنسے استاد!"

"ہوں۔ وہ کھڑکی دیکھ رہے ہو"

"ہاں ــــــ کیوں؟"

"ہم بہ آسانی اس سے نیچے اتر سکتے ہیں"۔

"ارے تو پھر آؤ ــــــ" سردارے کھڑکی کی طرف لپکا۔ لیکن میں نے عقب سے اسے پکڑ لیا۔

"ابھی تک حواس درست نہیں ہوئے۔ دروازہ تو دیکھو ــــــ کھلا ہے یا بند؟"

"تم نے نہیں دیکھا؟"

"نہیں" میں نے جواب دیا۔ اور سردارے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ہینڈل گھمایا اور دروازہ کھل گیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی تھی۔ پھر ہم دونوں دروازہ کھول کر باہر آ گئے۔ باقاعدہ مکان ضرورت کی ہر چیز سے آراستہ۔ کچن میں پہنچے تو کھانے پینے کی ساری چیزیں موجود تھیں۔ الیکٹرک کے چولہے پر ایک سفید کاغذ رکھا تھا۔ میں لپک کر اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ کاغذ پر درج تھا "ضرورت کی ہر چیز موجود ہے۔ پکاؤ کھاؤ عیش کرو"۔

"سردارے" میں نے سردارے کو آواز دی۔ اور سردارے میرے نزدیک پہنچ گیا۔ "پکاؤ کھاؤ عیش کرو"۔

"گولی مارو کھانے پکانے کو استاد ــــــ نکل چلو یہاں سے"

"تب ــــــ پہلے تم ــــــ غسل کر لو ــــــ جاؤ ــــــ" میں نے اسے چمکارتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں سمجھا استاد؟"

"غسل کر آؤ ــــــ سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا ــــــ جاؤ" میں نے اسے دھکیلتے ہوئے کہا اور سردارے باہر نکل گیا۔ میں نے کچن سنبھال لیا تھا۔ فرج میں انڈے اور دوسری ساری چیزیں موجود تھیں۔ میں نے انڈے توڑے اور ناشتہ تیار کرنے لگا۔ کیتلی میں کافی کے لیے پانی چڑھا دیا تھا۔ اور پھر سردارے کے آنے تک میں نے عمدہ قسم کا ناشتہ تیار کر لیا۔

"استاد!" سردارے آتے ہی بولا۔

"ہوں"

"اس طرح کھلا چھوڑ دینے کا مطلب ہے کہ ہم یہاں سے نکل نہیں سکتے۔ ان لوگوں کو اپنے انتظامات پر ضرورت سے زیادہ اعتماد ہے"۔

"نہانے کے اور بھی بہت سے فائدے ہیں" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میری بات درست ہے نا؟"

"ناشتہ لگا لو برخوردار ــــــ باقی جوابات میں بھی غسل کے بعد ہی دے سکوں گا" میں نے کہا ــــــ اور سردارے میری شکل دیکھتا رہ گیا۔ پھر اس نے گردن ہلا دی۔

باتھ روم بھی اعلیٰ پائے کا تھا۔ گرم پانی سے بہترین غسل کیا اور بدن کی ساری تھکن نکل گئی۔ پھر لباس پہن کر باہر آ گیا۔ سردارے ناشتے پر منتظر تھا۔ ہم دونوں خاموشی سے ناشتہ کرنے لگے۔

"استاد! نکلنے کے امکانات کا جائزہ بھی نہیں لو گے؟"

"تو پھر ناشتے کے بعد سونے کا ارادہ ہے کیا؟"
"لیکن ان کا اعتماد۔۔۔۔۔۔!"
"بلاوجہ نہ ہوگا" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔
"اس کا مطلب ہے ہم یہاں سے نکل سکیں گے؟"
"خوفزدہ ہو سردارے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"خوف کی ایسی تیسی استاد۔ تم سوچ سکتے ہو" سردارے بگڑ گیا۔

"بس تو فکرمند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا!" میں نے کافی پیتے ہوئے ک سردارے بھی خاموشی سے کافی پیتا رہا۔ یوں ہم اطمینان سے ناشتے سے فارغ ہو گئے اور پھر میں نے ک ہوتے ہوئے کہا "ایک کام مکمل ہو گیا' اب دوسرے کام کی ابتداء کی جائے" سردارے بھی کھڑا ہو گیا دونوں باہر نکل آئے۔ مکان کے چاروں طرف اونچی دیواریں تھیں۔ ان کے اوپری حصوں میں لو پٹیاں لگی ہوئی تھیں۔ صرف ایک پھاٹک تھا جو چمکدار اسٹیل کا بنا ہوا تھا۔ پھاٹک میں باہر تالا لگا ہوا تھا ان دیواروں اور پھاٹک کو دیکھتا رہا۔ "یہ پھاٹک اور دیواریں ناقابل عبور تو نہیں ہیں" میں نے انہیں ہوئے آہستہ سے کہا۔

"اوپر سے کودنے میں بیس سیکنڈ سے زیادہ نہیں لگیں گے استاد" سردارے نے سینہ پھلاتے ہو اور پھر پھاٹک کی طرف بڑھا۔

"ٹھہرو سردارے" میں نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسے روک لیا۔
"کیوں استاد! کوئی اور ترکیب ذہن میں آئی ہے؟"
"نہیں۔ لیکن جلد بازی مت کرو۔ ان کے اعتماد پر بھی تو غور کر لو"
"ارے تھامپسن خود تو کانا ہے' اب لنگڑا بھی ہو گیا ہے' وہ خود یہ کام نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔۔ دو سے بھی۔۔۔۔۔۔" اور سردارے کی زبان رک گئی۔ اچانک ایک سنسنی خیز واقعہ پیش آ گیا۔

"ایک آبی پرندہ عقب سے آیا تھا۔ شاید مکان کی کسی دیوار پر آ بیٹھا تھا اور وہاں سے اترا تھا۔ ا اڑان اتنی نیچی تھی کہ وہ پھاٹک سے ٹکرا گیا۔ روشنی کا تیز جھماکا ہوا اور پھر یہ روشنی دیوار کی بلندی ہوئی اسٹیل کی پٹیوں سے گزر کر مکان کے چاروں طرف گھوم گئی۔

ہم دونوں ساکت رہ گئے۔ پرندے کی لاش ایک سیاہ کوئلے کی شکل میں پھاٹک سے چپکی رہ گئی میں نے آنکھیں بند کر کے ایک گہری سانس لی اور پھر آہستہ سے کہا "کسی بھی سلسلے میں جلد بازی مت لو سردارے۔ ہم تھامپسن کو بغلیں بجانے کا موقع نہیں دینا چاہتے"۔

"بہت ہی بداخلاق انسان ہے چیف" سردارے برا سا منہ بنا کر بولا۔
"کیا مطلب؟"
"کم بخت کو ایک بورڈ ہی لگا دینا چاہیے تھا کہ اس راستے سے نکلنے کی کوشش نہ کی جائے۔ یہاں ر کرنے کا معقول انتظام ہے" سردارے نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"ہمیں خود سوچ لینا چاہیے تھا۔ تھامپسن نے اسے بھرے پرے مکان میں یونہی ہمیں آزاد نہ دیا ہوگا"۔

"پھر اب استاد؟"

"آؤ واپس چلیں۔ ہمارا کیا ہے' آرام کریں گے۔ دیکھیں تھامپسن کب تک ہماری مہمان داری کرتا" اور ہم واپس مکان میں آ گئے۔ آمنے سامنے دو آرام کرسیوں پر بیٹھ کر ہم سوچ میں ڈوب گئے۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ پھر سردارے ایک گہری سانس لے کر بولا "بہت لمبی سوچ ہو گئی استاد!"

"کوئی خاص بات نہیں"
"کیا فیصلہ کیا پھر؟"
"انتظار ہی کرنا پڑے گا سردارے" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔
"حالات کا؟"
"نہیں' تھامپسن کا۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے' کیا ہم سے غلطی ہوئی ہے؟"
"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا استاد۔ اس تھامپسن کی تو ایسی تیسی' ہم اس کی خدمت کریں گے۔ بس تے موقعے کی بات ہے۔ ویسے استاد' اس بار اگر وہ سامنے آئے تو تم میرے اوپر کوئی پابندی مت لگانا"
"کیا مطلب؟"
"کانے راجہ کو تو روانہ کر ہی دوں گا' اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا"
"نہیں سردارے۔ میں اس کی اجازت نہیں دوں گا"۔
"کیوں استاد؟"

"دیکھو سردارے' ہماری اس سے کوئی ایسی دشمنی تو ہے نہیں جس سے کوئی جذباتی معاملہ وابستہ ہو لہ غور کرو ہم نے ہی اسے بے پناہ نقصان پہنچایا ہے۔ کانا تھا' لنگڑا بھی کر دیا اور پھر بلی گوڈے میں اس کا اردبار بھی تباہ کر دیا۔ ایسی شکل میں وہ جو کچھ بھی نہ کرے' کم ہے۔ رہا ہمارا معاملہ' تو ہمیں بس چالاکی سے ام لے کر پہلے اپنی جان بچانے کا بندوبست کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی اگر کام بن جانے کا چانس مل بائے تو یوں سمجھو وہ منافع والی بات ہے۔ ایسا کوئی رسک لینا تو بیکاری ہے"۔

"بات تو ٹھیک ہے استاد"۔
"چنانچہ ایک بات کہتا ہوں کہ جلد بازی سے کوئی کام نہیں کرنا"۔
"جو استاد کی رائے"۔

اور میں خاموش ہو گیا۔ کئی منٹ تک ہم دونوں پھر خاموش بیٹھے رہے' پھر اچانک میں چونک پڑا اور میں نے سردارے کو مخاطب کیا۔ سردارے میری طرف متوجہ ہو گیا۔ "کیا اس مکان کی چھت نہیں ہوگی سردارے؟"

اور سردارے چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ سوال ہی ایسا تھا۔
"کیوں نہیں ہوگی استاد"۔
"ارے تو پھر اس تک پہنچنے کا راستہ بھی ہوگا!"
"یقیناً"!"
"تو کیا وہاں سے قرب و جوار کے مناظر نظر آتے ہوں گے؟"
"وہ بھی نظر آتے ہوں گے"۔

"تو پھر ہم یہاں جھک کیوں مار رہے ہیں' چھت پر چل کر کیوں نہیں دیکھتے" میں کھڑا ہو گیا اور سردارے بھی میرے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا۔ ہم دونوں چھت تک جانے کا زینہ تلاش کرنے لگے۔ نہ جانے

کیوں کوئی باقاعدہ زینہ نہیں رکھا گیا تھا۔ ہاں ایک سوراخ ضرور تھا جس کے قریب لوہے کی سیڑھی رکھی تھی۔

دوسرے لمحے ہم چھت پر تھے اور ہمارا انداز درست تھا۔ چھت سے دور دور تک کے مناظر نظر آ تھے۔ یہ جزیرہ تھا۔ شاید تھامپسن نے اس کا نام گیسپن لیا تھا۔ بہت چھوٹا سا جزیرہ تھا۔ کسی بھی کام لیے بے کار۔ شاید اسی وجہ سے اسے حکومت نے اپنی تحویل میں نہیں لیا تھا۔ ممکن ہے کسی کی ذاتی ملکیہ ہو۔ شاید تھامپسن کی!

لیکن تھامپسن اتنی اونچی چیز نظر نہیں آتا تھا۔ جزیرے میں چار پانچ عمارتیں تھیں۔ ویسے وہاں خوب عمدہ لگایا گیا تھا۔ پھلوں کے درخت اور پھولوں کے تختے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ ا جگہ گھاس کا ایک میدان بھی بنایا گیا تھا' جو یہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ کہیں کہیں اکا دکا افراد نظر آر تھے۔ باقی پورے جزیرے پر ایک بھی اسٹیمر یا کشتی موجود نہیں تھی۔ سمندر دور تک سنسان تھا۔ "اِ جزیرہ ہے۔ آخر یہاں ہو تا کیا ہے؟" سردارے نے کہا۔

"خدا معلوم" میں نے بیزاری سے کہا۔ نہ جانے کیوں اب مجھے کسی قدر کوفت ہونے لگی تھی۔ اگر چھ دن تک یہاں رہنا پڑ گیا تو زندگی عذاب بن جائے گی اور اگر تھامپسن واقعی ذہین آدمی ہے تو ہم بدلہ لینے کے لیے اسے یہ قدم ضرور اٹھانا چاہیے لیکن اس کے بعد کیا ہو گا' کیا اس آرام دہ مکان میں قید ر ہم پاگل نہ ہو جائیں گے۔

"استاد!" اچانک سردارے نے میرا شانہ دبایا۔

"ہوں" میں نے گردن گھمائی۔

"ہیلی کاپٹر" سردارے نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں چونک پڑا۔ میں نے بھی اس کے اشارے سمت دیکھا۔ یقیناً" ہیلی کاپٹر تھا۔ ابھی بہت دور تھا اور چھوٹا نظر آ رہا تھا لیکن اس کا رخ ادھر ہی تھا۔

"ادھر ہی آ گیا ہے استاد!"

"ہاں" میں نے مختصرا" کہا۔

"کیا خیال ہے' کیا اس میں تھامپسن ہو گا؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے"

"آ تو جائے استاد وہ چور کی اولاد' نپٹ لوں گا اس سے"۔

"سردارے نے سینہ پھلاتے ہوئے کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا' خاموشی سے ہیلی کاپٹر طرف دیکھتا رہا جو اب نمایاں ہو گیا تھا۔

اور تھوڑی دیر کے بعد خوبصورت ہیلی کاپٹر گھاس کے میدان کے اوپر پہنچ گیا۔ پھر وہ نیچے اترنے لگا ہم لوگ خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔ بالآخر ہیلی کاپٹر نیچے اتر گیا اور پھر اس کی مشین بند ہو گئی۔ جزیرے نظر آنے والے اکا دکا افراد میں سے کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ ہم خاموشی سے ہیلی کاپٹر طرف دیکھتے رہے۔ پائلٹ کے علاوہ چار افراد نظر آ رہے تھے۔ سب سے پہلے دو آدمی نیچے اترے۔ میں۔ خاص نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا۔ اعلیٰ درجے کے سوٹ پہنے ہوئے تھے۔ لیکن جسامت میں دیو نظر آ تھے۔ بالکل سڈول بدن تھے لیکن سینے اور کلائیوں پر گوشت کے تودے جمے ہوئے تھے۔ بے حد طاقتور نظر آتے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے سہارا دے کر تھامپسن کو نیچے اتارا۔ دوسرے نے اس کی بیساکھیا

لی تھیں۔ سہارا دینے والے نے تھامپسن کا سارا بوجھ خود سنبھال لیا تھا۔ پھر جب بیساکھیاں اس کی میں پہنچ گئیں تو وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

لیکن جب چوتھی ہستی نیچے اتری تو میری اور سردارے کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ میرا دل زور دھڑک اٹھا اور سردارے نے منہ پھاڑ کر میری طرف دیکھا۔

"استاد!" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔ لیکن حقیقت ہے کہ میں شدید حیرت کی وجہ سے اسے کوئی ب نہیں دے سکا تھا۔ وہ ڑولی ژاں تھی۔

حسین ڑولی ژاں' جو انتہائی حسین لباس میں اتنی ہی پروقار نظر آ رہی تھی۔ "استاد!" سردارے نے پھر آواز دی۔

"ہوں" میں نے آہستہ سے کہا۔

"یہ ـــــ یہ تو وہی ہے ـــــ تمہاری والی!"

"ہاں!"

"مسکرا بھی رہی ہے"۔

"آؤ' نیچے چلیں۔ وہ یقیناً" ادھر ہی آئیں گے"

"مگر استاد! یہ عورت ـــــ یہ عورت ـــــ!"

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا سردارے۔ براہ کرم خاموش رہو"

میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ ذہنی حالت میری بھی ٹھیک نہیں تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ ڑولی ژاں کہاں سے آ گئی۔ اس عورت کو غلط سمجھنا میرے بس کی بات نہیں تھی لیکن پھر ـــــ حالانکہ اس نے خود اپنے ہاتھوں سے تھامپسن کو زخمی کیا تھا' بلکہ گولی تو قتل کرنے کے لیے ہی چلائی گئی تھی۔ تھامپسن خوش نصیب تھا کہ بچ گیا تھا۔ ورنہ ـــــ اوہ' تب پھر ڑولی ژاں مجبورا" ہی اس کے ساتھ ہو لی تھی۔

لیکن وہ تو پی گوڈے میں تھی' یہاں کہاں سے آ گئی۔ بہت سے خیالات میرے ذہن میں آ رہے تھے لیکن اس کا کوئی جواب میرے پاس نہیں تھا۔

ہم نیچے پہنچ گئے اور آرام سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ چند منٹ کے بعد اچانک سردارے نے کہا "استاد! ایک غلطی ہو گئی"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہمیں چھت پر رک کر یہ دیکھنا چاہیے تھا کہ وہ لوگ اندر داخل ہونے کے لیے دروازے کا کرنٹ کس طرح ختم کرتے ہیں"۔

"اوہ! دیر میں سوچا سردار۔ خیر پھر سہی" میں نے سردارے کی بات کو سراہتے ہوئے کہا۔ ہمیں قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔ جس میں بیساکھیوں کی کھٹ کھٹ نمایاں تھی۔ تب ہم نے بیٹھے رہنا مناسب نہ سمجھا اور خود دروازے پر آ گئے۔ ہم نے خود ہی دروازہ کھول دیا تھا۔

سب سے آگے تھامپسن اور ڑولی ژاں تھے لیکن ہمارے سامنے آتے ہی دونوں پہلوان ٹائپ کے آدمی سامنے آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں پستول تھے اور وہ تضحیک آمیز نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔

"ہیلو! کیا حال ہے بہادرو؟" تھامپسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہیں مسٹر تھامپسن" میں نے فوراً جواب دیا۔

"کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی یہاں؟"

"نہیں اس معاملے میں آپ بے حد شریف انسان ہیں"۔

"بہت سے معاملات میں' میں بے حد شریف انسان ہوں لیکن بدبخت لوگ میری شرافت سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ نہ جانے کیوں وہ مجھے شریف سمجھنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ اور وقت گزر جاتا ہے۔ میں ہمیشہ تو شرافت کا مظاہرہ کرنے سے رہا۔ کیوں ژولی! تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں" ژولی ژاں نے خشک سے لہجے میں کہا۔ ہمیں دیکھ کر اس کے چہرے پر کوئی ... نہیں پیدا ہوا تھا۔

"ژولی ڈارلنگ! میرا خیال ہے ان لوگوں کا کیس میں تمہارے حوالے کر دوں۔ تم ان کے بارے ... مناسب فیصلہ دو گی اور میں تمہارے فیصلے کا خیر مقدم کروں گا"۔

"تھامپسن! تم جانتے ہو میں الجھنوں میں پھنسنے کی قائل نہیں ہوں' نہ ہی مجھے ان معاملات کا ... تجربہ ہے"۔

"ہاں' یہ بھی ٹھیک ہے لیکن پی گوڈے کے شہنشاہ کو تو تم جانتی ہی ہو گی؟"

"تھامپسن کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے" ژولی مسکرا کر پیار بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہو... بولی۔

"ارے نہیں ــــــ ارے نہیں۔ مسٹر سیسرو برا مان جائیں گے۔ تم انہیں پی گوڈے کا شہنشاہ کہ... آج کل وہاں ان کا سکہ چلتا ہے" تھامپسن ژولی ژاں کی بات پر خوش ہوتے ہوئے فخریہ انداز میں بولا۔

"وقتی طور پر چور ڈاکو' شب خون مارتے ہی رہتے ہیں لیکن کیا وہ شہنشاہ کہلانے لگتے ہیں؟"

"بہت خوب ــــــ اور آپ مادام ــــــ" سردارے سے نہ رہا گیا اور وہ بول پڑا لیکن دوسر... لمحے میں نے غراتے ہوئے کہا:

"تم فضول باتوں سے پرہیز کرو گے پنٹو' صرف ان لوگوں کو بولنے دو۔ ہمیں بولنے والوں کی برتر... تسلیم کرنا پڑے گی" اور ژولی ژاں کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کی آنکھوں میں سکو... نظر آنے لگا تھا۔

"تو پھر ژولی' تم پی گوڈے پر میری حکومت تسلیم کرتی ہو؟"

"پورا پی گوڈے تسلیم کرتا ہے میں ہی کیا۔ سب کا خیال ہے کہ سیسرو کا تسلط وقتی ہے۔ کوئی ہے... تھامپسن کے مقابلے پر ٹک سکے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ تھامپسن بہت جلد واپس آئے گا اور سیسرو کو... سے اکھاڑ پھینکے گا۔ یہی وجہ ہے تھامپسن کہ پی گوڈے کے لوگ سیسرو کے متعین کیے ہوئے آدمیوں... تعاون نہیں کرتے۔ وہ تھامپسن کی دشمنی کسی طور نہیں چاہتے"۔

"سن رہے ہو سیسرو اس کے باوجود تم خود کو کچھ سمجھنے لگے تھے"۔

"کام کی بات کرو تھامپسن ان باتوں میں کیا رکھا ہے"۔

"اب کام کی بات کون سی ہو سکتی ہے میری جان۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ تم دنیا کے اتنے انوکھے انسا... ہو کہ میں پھر تمہیں کوئی پیشکش کروں گا۔ وہ تمہارے لیے پہلا اور آخری چانس تھا۔ اب تمہارے لیے اس... کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے جو میں تمہیں بتا چکا ہوں"۔

"تو پھر اب ان فضول باتوں سے کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"ابھی تو میں چند روز اپنے طور پر تفریح کروں گا' اس کے بعد ڈاکٹر فلیک آئے گا اور پھر ــــــ چند ہی روز کے بعد تم سوئٹزر لینڈ کی سڑکوں پر ہو گے۔ برن کے گلی کوچے تمہاری آوازوں سے گونجیں گے' یہاں تک کہ اپاہج خانے کے منتظم تمہیں گاڑی میں بٹھا کر لے جائیں گے۔ ژولی ڈارلنگ! آؤ' تمہیں ایک عمدہ کھیل دکھاؤں"۔

"تھامپسن واپس مڑ گیا اور پھر اس نے دوسری طرف رخ کیے کیے کہا "پوٹو! ان لوگوں کو ڈانسنگ ہال میں لے آؤ"۔

"یس چیف" دونوں پہلوانوں میں سے ایک نے کہا اور وہ دونوں ہماری طرف دیکھ کر مسکرانے لگے۔ تھامپسن ژولی ژاں کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔ تب ان دونوں نے پستول سے اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"آؤ دوستو!" اور ہم خاموشی سے ان کے ساتھ چل پڑے۔ جس ہال میں ہمیں لے جایا گیا' ہم اسے پہلے ہی دیکھ چکے تھے۔ خاصی بڑی جگہ تھی۔ پورا ہال خالی تھا۔ ایک طرف چبوترہ سا تھا جس پر صرف دو کرسیاں پڑی تھیں' ایک چھوٹی میز رکھی ہوئی تھی جس پر شراب کی بوتل اور گلاس رکھے ہوئے تھے۔ شاید ژولی ژاں نے یہ شراب یہاں لا کر رکھی تھی۔ ہم دونوں اندر داخل ہو گئے تو تھامپسن نے مسکراتے ہوئے ہماری طرف دیکھا اور پھر بوتل کا کاک کھول کر اس نے دونوں گلاسوں میں شراب انڈیلی اور اپنا گلاس اٹھا لیا۔ "اوکے پوٹو۔ کھیل شروع کرو" اور دونوں پہلوانوں نے گردن جھکائی اور پھر سیدھے ہو گئے۔ "پستول مجھے دے دو۔ خیال رہے کہ تمہارا شکار مفلوج نہیں ہے۔ یہ پستول نکال بھی سکتے ہیں"۔

"یس چیف!" دونوں آگے بڑھے اور پھر انہوں نے اپنے پستول تھامپسن کے سامنے رکھ دیے۔ تھامپسن نے ایک پستول اپنی طرف سرکا لیا اور دوسرا ژولی کی طرف۔ "میں دشمن کو کمزور سمجھنے کا عادی نہیں ہوں ژولی۔ ضرورت محسوس ہو تو تم اسے استعمال کر سکتی ہو" تھامپسن نے کہا اور ژولی نے مسکراتے ہوئے پستول تھام لیا۔ پھر اس نے شراب کا گلاس اٹھایا اور اس کا ایک چھوٹا سا سپ لیا۔

"اسٹارٹ!" تھامپسن بولا اور دونوں پہلوانوں نے کوٹ اتار دیے۔ ٹائیاں کھول دیں اور ان دونوں چیزوں کو احتیاط سے ایک طرف رکھ دیا۔ وہ پیروں میں فٹ بال کھیلنے والے شوز پہنے ہوئے تھے۔ جن کی ٹو آگے سے سخت اور اوپر کو اٹھی ہوئی تھی۔ تب وہ دونوں ہمارے سامنے آ گئے۔ "ہوشیار سردارے۔ یہ دونوں جو جسٹجو ایکسپرٹ معلوم ہوتے ہیں۔

"ہاہا ــــــ" سردارے نے ایک خوفناک بڑک لگائی اور پھر اس نے جو جسٹجو ہی کا ایک داؤ مار دیا۔ سامنے والے کو اس کا اندازہ بھی نہ تھا کہ مقابل پہلے ہی حملہ آور ہو جائے گا۔ سردارے کی لات اس کے منہ پر پڑی اور اس کے سامنے کے دانت ہل گئے۔ اس کی ٹھوڑی پر خون کی لکیریں رینگ آئی تھیں۔

اور میرا دل چاہا کہ میں سردارے زندہ باد کا زوردار نعرہ لگاؤں لیکن اس کا موقع نہیں تھا کیونکہ میری ذرا سی غفلت مجھے نقصان پہنچا سکتی تھی۔ میرے مقابل نے بھی انتظار نہ کیا۔ وہ ہوا میں اچھلا اور اس نے ایک زوردار ٹھوکر میری ران میں ماری۔ لیکن دوسرے لمحے میں سنبھل گیا۔ مزہ آ گیا تھا لیکن میں نے برداشت کیا اور جونہی وہ دوبارہ اچھلا' میں زمین پر لوٹ لگا کر اس کی ٹانگوں میں گھس گیا۔ اس کی ٹانگوں میں قینچی پھنسا کر میں نے زور سے بل دیا اور وہ اوندھے منہ زمین پر آ رہا۔

مجھے اعتراف ہے کہ سردارے اس وقت قیامت ڈھا رہا تھا۔ بلاشبہ اس کا مقابل میرے مقابل سے کم

طاقتور نہیں تھا۔ لیکن سردارے نے ابھی تک اس کا ایک بھی ہاتھ نہیں کھایا تھا۔ وہ پھرتی سے اس کے وار خالی دے رہا تھا اور خود ایک آدھ وار کرتا جاتا تھا۔ ہاں ایک بات کا خیال ہم دونوں نے رکھا تھا۔ وہ یہ کہ ان سے قریب نہ ہونے پائیں۔ اگر ہم ان سے گتھ گئے تو پھر جان بچانا مشکل تھا۔ کیونکہ بہرحال وہ جسامت میں ہم سے کہیں زیادہ تھے۔

تھامپسن شراب پینا بھول گیا تھا۔ وہ بڑی دلچسپی سے ہم دونوں کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی اس کے منہ سے آواز بھی نکل جاتی تھی۔

اور پھر اچانک ہمارے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ نہ صرف میرا مقابل' بلکہ میں بھی رک گیا۔ سردارے کے مقابل کی چیخ ایسی ہی دہشت ناک تھی اور ہم نے ایک بھیانک منظر دیکھا۔ وحشی سردارے نے اپنے مقابل کی ایک آنکھ پھوڑ دی تھی اور اس کی آنکھ کے غار سے خون ابل رہا تھا۔

صرف ایک لمحہ ——— دوسرے لمحے میں نے اپنے مقابل کی کمر پر ایک زوردار لات رسید کی اور وہ اچھل کر اپنے ساتھی پر جاگرا۔ اسی لمحے سردارے نے اچھل کر ایک لات اپنے مقابل کی پیشانی پر رسید کر دی۔ "او——— کتے——— کتے!" تھامپسن کے حلق سے غراہٹ نکلی اور اس نے سامنے رکھے ہوئے پستول پر ہاتھ مارا لیکن ژولی ژاں نے پھرتی سے تھامپسن کا پستول اٹھالیا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے اپنے پستول کا رخ تھامپسن کی طرف کر دیا اور بولی: "نہیں مسٹر تھامپسن۔ یہ اصول کے خلاف ہے"۔

"کیا؟" تھامپسن دہاڑا لیکن ژولی اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

"انہوں نے تمہارے لڑاکوں کو شکست دی ہے" وہ پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔

"لیکن تو تو میرے اوپر پستول تانے ہوئے ہے" تھامپسن غرایا۔

"ہاں۔ بے اصول مجھے پسند نہیں"۔

"پستول پھینک دے ژولی' ورنہ میں تمہیں غداروں میں شمار کروں گا"۔

"تم گدھے ہو تھامپسن۔ میں تمہارے وفاداروں میں کب تھی؟" ژولی نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "اوہ! کتیا——— کتیا" تھامپسن نے اپنی بیساکھی اٹھانے کی کوشش کی لیکن ژولی کا نشانہ غضب کا تھا۔ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول سے فائر ہوا اور گولی نے تھامپسن کی کلائی توڑ دی۔

اب چیخنے والوں میں تھامپسن بھی شامل ہوگیا۔ سردارے حیرت سے منہ پھاڑے کھڑا تھا اور میری آنکھوں میں ممنونیت کے جذبات پیدا ہوگئے تھے۔

ہمارے مقابل اب اس قابل ہی نہ تھے کہ کھڑے ہو سکتے۔ وہ نیم بے ہوشی کی کیفیت میں پڑے تھے۔ تھامپسن بے بسی سے کروٹیں بدل رہا تھا۔ بیساکھی کے بغیر وہ اٹھ بھی نہیں سکتا تھا اور اب ایک ہاتھ بھی بے کار ہوگیا تھا۔

پھر اچانک ایسا لگا جیسے تھامپسن اپنی ساری تکلیف بھول گیا ہو۔ اس نے اکلوتی آنکھ سے ژولی ژاں کو گھورا' اس آنکھ سے چنگاریاں سی پھوٹتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"تو مجھ سے غدار کب سے ہوگئی ژولی؟" اس نے پھنکارتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"احمق تھامپسن! تو نے مجھے اپنا وفادار کب محسوس کیا؟"

"تیری خلوتوں میں۔ تو نے مجھ سے پیار کی بہت سی باتیں کی ہیں"۔

"تو جانتا ہے میں کاروباری عورت ہوں"

"اوہ! تو کیا میں نے تجھے تیری پسند کا معاوضہ نہیں دیا؟"

"لیکن میں نے تجھ سے ہمیشہ نفرت کی"۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تو وحشی ہے' دیوانہ ہے"۔

"لیکن یہ میرا اور تیرا آپس کا معاملہ ہے"

"نہیں۔ میرا معاملہ سیسرو سے ہے"۔

"کیا مطلب——— کیا مطلب؟" تھامپسن سانپ کی طرح بل کھا کر بولا۔

"میں سیسرو سے پیار کرتی ہوں اور تھامپسن! میں اسی کے تعاقب میں پی گوڈے سے یہاں تک آئی تھی اور اسی کی زندگی کی حفاظت کے لیے میں تجھ سے ملی تھی' ورنہ میں تیری شکل پر تھوکتی بھی نہیں"۔

"ذلیل کتیا!" تھامپسن بے بسی سے بولا۔

"اور سیسرو کے نام پر——— سیسرو کے نام پر میں تجھے جہنم کے سفر پر روانہ کرتی ہوں" ژولی ژاں نے کہا اور دوسرے ہی لمحے اس نے تھامپسن کی پیشانی پر فائر کر دیا اور پھر یکے بعد دیگرے کئی فائر اس نے اس کے پورے بدن پر کیے اور تھامپسن کا جسم کرسی سے نیچے گر پڑا۔ وہ بری طرح تڑپ رہا تھا اور ژولی نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

ہم دونوں خاموش کھڑے تھے۔ میری ذہنی کیفیت عجیب تھی۔ میرے دل میں ژولی کی عظمت اور بڑھ گئی تھی۔ تب پھر میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ "ژولی!" میں نے اسے آواز دی۔

"نہیں سیسرو! تم میرا شکریہ ادا نہیں کرو گے"۔

"ہاں۔ میں تمہارا شکریہ نہیں ادا کروں گا ژولی" میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے لیے تو خوشی سے جان دی جاسکتی ہے سیسرو؟"

"ژولی! میں تمہارے اس احسان کا کوئی بدلہ نہ دے سکوں گا"

"ایسی باتیں مت کرو سیسرو! بھروسہ کرو میں تم سے کوئی صلہ نہیں چاہتی۔ میری کوشش کا صلہ یہی ہے کہ تم زندہ رہو۔ بخیریت رہو۔ یقین کرو' یہ کام کر کے میں خود کو تم پر مسلط نہیں کروں گی۔ تمہیں یہاں سے برن لے جاؤں گی اور اس کے بعد خاموشی سے واپس پی گوڈے چلی جاؤں گی۔ ہاں' اگر دے سکتے ہو تو مجھے اپنی دعائیں دے دو"۔

"دعائیں؟" میں نے کہا۔ "ہاں۔ میرے لیے دعا کرو سیسرو کہ میں زندگی میں ایک بار' صرف ایک بار——— اپنا مشن ضرور پورا کرلوں——— میرے دل کی آگ سرد ہو جائے"۔

میں نے گردن جھکالی۔ سردارے بھی بے حد متاثر نظر آرہا تھا۔ پھر میں نے ژولی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "اب کیا پروگرام ہے ژولی؟"

"آؤ چلیں۔ باہر ہیلی کاپٹر موجود ہے' میں اس کے پائلٹ سے بات کروں گی"۔

"کیا کہو گی؟"

"یہی کہ مسٹر تھامپسن نے کہا ہے کہ تم دونوں کو ان کی کوٹھی میں واپس لے جاؤں۔ راستے میں ہم پستول کے ذریعے اسے اپنی مطلوبہ جگہ پر اتار لیں گے"۔

"لو کے۔ کہاں اتارو گی؟"

"ارے برن میں میرے بہت سے ٹھکانے ہیں" ژولی ژاں نے کہا۔

"ویری گڈ ——— چلو" میں نے کہا اور ژولی ژاں نے دوسرا پستول میرے حوالے کر دیا۔ ہ
تینوں دروازے کی طرف چل پڑے۔ اب پھاٹک میں کرنٹ نہیں تھا اس لیے باہر نکلنے میں کوئی دقت
ہوئی اور ہم ہیلی کاپٹر کی طرف چل پڑے۔ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ ہیلی کاپٹر سے کچھ دور گھاس پر بیٹھا سگریٹ
تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔

لیکن ژولی ژاں بڑے سکون سے آگے بڑھتی رہی اور پھر وہ ہیلی کاپٹر کے نزدیک پہنچ گئی۔

"چلو ——— بیٹھو!" ژولی نے ہم دونوں کو اشارہ کیا اور ہم ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔

"یس مادام؟" پائلٹ نے پوچھا۔

"مسٹر تھامپسن نے کہا ہے ان لوگوں کو ان کی کوٹھی پر پہنچا دیا جائے"۔

"اوہ۔ بہتر ——— لیکن یہ تو ———"

"ہاں۔ بات ہو چکی ہے۔ یہ مسٹر تھامپسن کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہیں۔ اب یہ دوست ہیں"۔

"بہتر" پائلٹ ہیلی کاپٹر کے دوسرے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ژولی ژاں نے مسکرا کر ہماری ط
دیکھا اور پھر وہ پائلٹ کے برابر کا دروازہ کھولنے لگی۔ لیکن اسی وقت پوٹو کی دہاڑ سنائی دی "رک جاؤ ———
رک جاؤ" اور اس کے ساتھ ہی اس نے اندھا دھند گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ تین گولیاں ژولی کے
کے مختلف حصوں میں پیوست ہو گئی تھیں۔

صورت حال اچانک بگڑ گئی تھی۔ ژولی نے ہیلی کاپٹر کا سہارا لیا تھا۔ دوسرے لمحے میں نیچے کود گیا۔
نے پوٹو کا نشانہ لیا اور فائر کر دیا۔ پہاڑ جیسے بدن والا پوٹو اچھلا اور اوندھے منہ زمین پر آ رہا۔ میں نے دو او
اس پر جھونک دیے اور سردارے' واقعی بعض معاملات میں بے حد کام کا آدمی تھا۔

اس نے عقب سے پائلٹ کی گردن پکڑی اور اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ "خبردار جنبش
گردن میں سوراخ کر دوں گا!"

میں پستول رکھ کر ژولی ژاں کی طرف جھپٹا تھا۔ ژولی کے بدن سے خون کی پھواریں نکل رہی تھ
ژولی۔ ژولی!" میں نے اسے سنبھال لیا۔

"گڑبڑ ہو گئی سیسرو۔ واقعی یہ سب کچھ عجیب تھا لیکن بھروسہ کرو میری جان' مجھے اس پر افسوس
ہے۔ میں ——— کاش' کاش میں ——— میں فرانس کے اس معزز گھرانے ——— کاش ———
بار ——— ان ضدی ——— ضدی لوگوں سے انتقام لے سکتی ——— جانے دو سیسرو ———
ضروری ——— نہیں ہے کہ ہماری ساری خواہشات پوری ہو جائیں۔ سنو ——— جھکو
جھکو ——— اپنے ہونٹ' میرے ہونٹوں پر رکھ دو۔ جھکو ——— سیسرو"۔

اور میں نے ژولی کے ہونٹوں میں اپنے ہونٹ پیوست کر دیے۔ تب ژولی کا بدن ڈھیلا پڑ گیا۔ وا
جان ہو گئی تھی۔ میں نے ایک لمحے سوچا اور پھر اس کے بدن کو آہستہ سے زمین پر ڈال دیا۔ اس کے بعد
ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول کر اندر آ بیٹھا۔ "چلو" میں نے پائلٹ سے کہا۔ میری آواز میں غراہٹ تھی۔ دو
طرف سردارے پائلٹ پر پستول تانے ہوئے تھا۔ پائلٹ نے ہیلی کاپٹر اسٹارٹ کر دیا اور چند منٹ کے
ہیلی کاپٹر نے زمین چھوڑ دی۔ میرے جبڑے بھنچے ہوئے تھے۔ ژولی ژاں کی موت کا مجھے اس قدر رنج
بیان سے باہر تھا۔ بالآخر اس نے میرے لیے جان دے دی تھی۔ اس کا مشن بھی ادھورا رہ گیا تھا۔ ممکن

ں کا مشن کبھی پورا نہ ہوتا لیکن بہرحال اعلیٰ معیار کی عورت تھی۔

میں اپنی کسی ذہنی جھنجلاہٹ کے طور پر بھی اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ ہیلی کاپٹر سیدھے راستے پر
فر کر رہا تھا۔ سردارے پائلٹ کی حرکات و سکنات پر پوری طرح نظر رکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ نیچے
ی نگاہ رکھ رہا تھا اور پھر ہم شہر پر پہنچ گئے۔ "نیچے اتارو۔ کسی ایسی سنسان جگہ' جہاں کوئی اندازہ نہ ہو سکے
ور خیال رہے' اگر تم نے کوئی چالاکی کرنے کی کوشش کی تو اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے!" سردارے نے
ملہ پائلٹ نے گردن ہلا دی۔

بہرحال اسے شاید احساس ہو گیا تھا کہ جو کچھ کہا گیا ہے' پورا کر دکھایا جائے گا۔ یا پھر وہ ڈرپوک آدمی تھا۔
ہیلی کاپٹر ایک ایسی سڑک پر اتار آگیا' جو بالکل سنسان تھی۔ پائلٹ نے مشین بند کر دی تھی۔

"چلو' نیچے اترو!" سردارے نے پائلٹ کو حکم دیا اور پائلٹ نیچے اتر آیا۔ میں بھی دوسری طرف سے
اتر گیا۔ سردارے نے پائلٹ کی ٹائی کھولی اور اس کے ہاتھ پشت پر کس دیے۔ "اس کی۔ اس کی ضرورت
نہیں ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں تمہارے خلاف کچھ نہیں کروں گا"۔

"ہاتھ باندھنے سے تمہاری موت نہیں واقع ہو جائے گی۔ یہ صرف اس لیے کیا جا رہا ہے کہ تم ہمارے
آگے بڑھتے ہی ہیلی کاپٹر اسٹارٹ کر کے ہمارے سروں پر نہ چل پڑو۔ ہم تمہارے پاؤں نہیں باندھیں گے
تاکہ ہمارے چلے جانے کے بعد تم کسی مناسب جگہ پہنچ جاؤ"۔

"اوہ! اس کی ضرورت بھی نہیں تھی"۔

"یہ سڑک کہاں جاتی ہے؟"

"آئل ریفائنری کی طرف۔ وہاں سے تمہیں کنوینس بہ آسانی مل جائے گی۔ ٹیکسی اسٹینڈ ہے"۔
پائلٹ نے بتایا۔

"ریفائنری یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"وہ سامنے ٹینک نظر آ رہے ہیں"۔

"ٹھیک ہے شکریہ۔ اب تم ہیلی کاپٹر سے ایک فرلانگ دور چلے جاؤ۔ چلو ہری اپ" سردارے بولا اور
پائلٹ نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔ تب ہم دونوں ریفائنری کی طرف چل پڑے۔ پائلٹ شاید اپنی زندگی
کی پوری پوری سلامتی چاہتا تھا۔ اس نے کوئی حرکت نہیں کی اور ہم ریفائنری پہنچ گئے۔ یہاں بھی پائلٹ
کی بات ٹھیک نکلی۔ کئی ٹیکسیاں اسٹینڈ پر کھڑی تھیں۔ ہم نے ان میں سے ایک ٹیکسی کو انگیج کیا اور چل
پڑے۔

پورے راستے سردارے نے کوئی بات نہیں کی۔ میں بھی خاموش تھا۔ درحقیقت میرا بات کرنے کو دل
نہیں چاہ رہا تھا۔ ٹیکسی ہم نے ایک پارک کے سامنے رکوائی اور بل ادا کر کے پارک میں داخل ہو گئے۔ یہاں
ہم نے میک اپ اتارے اور پھر ایک دوسری ٹیکسی روک کر سوئیٹر چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل
میں' اپنے کمرے میں تھے۔ میں تھکے تھکے سے انداز میں آرام کرسی میں پڑ گیا۔ سردارے موقع شناس تھا'
اس نے ویٹر کو بلایا اور وہسکی کا آرڈر دے دیا۔ پھر وہ میرے سامنے بیٹھ گیا اور افسوس ناک لہجے میں بولا۔ "وہ
اسی قابل تھی استاد کہ اس کا باقاعدہ روگ لگایا جائے"۔

"ہاں' واقعی بے مثال عورت تھی سردارے۔ بلاوجہ اس نے ہمارے لیے جان دے دی۔ کسی نہ کسی
طرح تھامپسن سے نپٹ ہی لیا جاتا' حالانکہ ہمارا قدم غلط ہو گیا تھا۔ اس کی مدد بروقت تھی لیکن پھر بھی کسی

کے ذاتی معاملے میں ایسی زبردست مداخلت!" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ وہ ہمارے ہی لیے گوڈے سے یہاں تک آئی تھی" سردارے بولا۔

"ہاں۔ بہرحال اب وہ مر چکی ہے۔ اس کے بارے میں سوچنا فضول ہے۔ ہم اسے زندگی واپس نہیں دے سکتے۔ اس کی قربانی اپنی جگہ ایک حیثیت رکھتی ہے لیکن ——— ہم نے اس سے فرمائش نہیں کی تھی"۔

سردارے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہسکی آگئی تھی۔ میں نے چوتھائی بوتل گلاس میں انڈیلی۔ "ارے نہیں استاد" سردارے نے مجھے روکنے کی کوشش کی۔

"اوہ' نہیں سردارے' سب ٹھیک ہے' چلنے دو" میں نے جواب دیا اور سردارے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ بہرحال میں پیتا رہا۔ ڑولی ڑاں کا غم بوتل میں غرق ہونے لگا اور پھر مجھے کچھ سدھ بدھ نہ رہی۔ سردارے نے البتہ ایک قطرہ بھی نہیں چکھا تھا۔ اور دوسرے دن صبح بھی میں نے اپنے دوست کو اپنے قریب ہی دیکھا۔ اس کی شکل بگڑی ہوئی تھی۔

"اوہ! سردارے کیا بج گیا؟"

"دس بجے ہیں استاد"

"مگر یہ روشنی ——— یہ ——— یہ تو ———"

"دن کے دس بجے ہیں استاد" سردارے نے جواب دیا۔

"ارے!" میں چونک پڑا۔ پھر میں نے اردگرد کا ماحول دیکھا اور پھر میری نگاہیں سردارے کی طرف اٹھ گئیں۔ "تم نے یہ کیا شکل بنا رکھی ہے سردارے؟"

"کچھ نہیں۔ ٹھیک ہوں استاد" سردارے نے جماہی لے کر کہا۔

"سوئے نہیں کیا؟"

"تمہاری حالت ٹھیک نہیں تھی استاد۔ شراب نے تمہارے اوپر زیادہ اچھا اثر نہیں کیا تھا"۔

"کیا مطلب؟"

"رات بھر تمہاری عجیب کیفیت رہی۔ کئی دفعہ تم نے کمرے سے نکلنے کی کوشش کی تھی"۔

"اوہ! تو تم جاگتے رہے"۔

"ضروری تھا استاد" سردارے نے جواب دیا۔

"شرمندہ ہوں میری جان۔ چلو ناشتہ منگاؤ۔ پھر ناشتہ کر کے سو جاؤ' یا پہلے غسل کر کے لباس بدل لو"۔

"تم غسل کر لو استاد"

"میں بھی کر لوں گا! جاؤ" میں نے کہا اور سردارے باتھ روم میں چلا گیا۔ پھر وہ شیو کر کے اور غسل کر کے کافی حد تک سنبھل گیا۔ اس کے بعد میں بھی غسل کرنے چلا گیا۔ غسل کرتے ہوئے میں نے ڑولی ڑاں کے بارے میں سوچا اور میرے دل میں دکھن ہونے لگی۔ کہانی ہی ایسی تھی۔ ایسی ایثار پسند عورت ملنا مشکل تھی۔ بہرحال میں اس کے لیے مر نہیں سکتا تھا۔ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یادیں تو زندگی کا سرمایہ ہوتی ہیں' اس کی یاد اور سہی۔ مجھے اسے ذہن سے جھٹکنا ہوگا۔ ٹھیک ہے ڑولی ڑاں نے ایثار کیا' احسان کیا لیکن اس کی طرف سے بعد میں ایسے کیا کیا جا سکتا تھا۔ پھر بھول جانا ہی ٹھیک ہے۔ مجھے اپنی ساری قوتیں استعمال کرنا ہوں گی اور میں نے اسے ذہن سے جھٹک دیا۔ پھر جب میں غسل خانے سے نکلا تو سردارے ناشتہ منگا چکا تھا۔ تب ہم دونوں ناشتہ کرنے بیٹھ گئے۔ سردارے کی محبت پر بہرحال مجھے اعتماد تھا لیکن پچھلی رات اس نے واقعی

دوستی نبھائی تھی۔ اس وقت بھی وہ خاموشی سے ناشتہ کر رہا تھا۔

"سردارے" میں نے اسے آواز دی۔

"استاد!"

"چپ کیوں ہے یار؟"

"استاد! سردارے ان لوگوں میں سے ہے جو بڑے سے بڑے غم بھلا دینے کے عادی ہوتے ہیں۔ شریف عورت واقعی نیک فطرت تھی۔ اس کی موت کا رنج ہے مگر استاد' تمہیں جتنا اس کے بارے میں سنجیدہ دیکھا' اور کبھی ایسا نہیں ہوا۔ میں صرف تمہاری وجہ سے پریشان ہوں۔ میرے خیال میں ہمیں اتنا حساس نہیں ہونا چاہیے تھا"۔

"مجھے اعتراف ہے سردارے' لیکن بس جتنا ہو گیا' اتنا کافی تھا۔ میرا خیال ہے اب میں ٹھیک ہوں۔ وہ کردار ایسا تھا جس نے مجھے اس قدر متاثر کیا' ورنہ میں بھی اتنا کچا نہیں ہوں"۔

"ٹھیک ہے استاد۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے" سردارے نے کہا۔ ہم لوگ ناشتہ کرتے رہے اور پھر فارغ ہو گئے۔ "تو اجازت ہے باس' تھوڑی دیر سو لوں؟"

"آرام سے سوؤ۔ میں ٹھیک ہوں" میں نے کہا اور سردارے بستر پر چلا گیا۔ میں ایک آرام کرسی پر دراز ہو گیا اور قریب رکھے ہوئے اخبارات اٹھائے۔ پتہ نہیں سردارے نے یہ اخبار دیکھے تھے یا نہیں۔ جوں کے توں رکھے ہوئے تھے۔ بہرحال میں نے ایک اخبار کھول لیا اور اسے پڑھنے لگا۔

لیکن ایک بڑی سرخی دیکھ کر میں چونک پڑا۔ ہمارے ہی بارے میں تھی۔ یہ خبر تھامپسن کے قتل کی تھی۔ مسٹر تھامپسن کو ایک سیاسی گروہ کی پناہ بھی حاصل تھی۔ اسے ملک کا ایک معزز شخص گردانا گیا تھا اور پورے ملک کی پولیس اس کے قاتلوں کی تلاش کے لیے گردش میں آگئی تھی۔

شبہ دو غیر ملکیوں پر تھا جن کا نام سیسرو اور پینٹو تھا۔ پولیس خصوصی طور پر انہیں تلاش کر رہی تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ بہرحال خبر زوردار تھی۔ میں نے دوسرے اخبار اٹھائے اور ان میں بھی وہ خبر تلاش کرنے لگا۔ تھامپسن کی موت کی خبر تقریباً سارے اخبارات میں تھی ——— بڑی اہمیت تھی اس شخص کی یہاں۔ اس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ بہرحال معاملات دلچسپ دور میں داخل ہو گئے تھے۔ میں تو اپنا کام کر ہی چکا تھا۔ اب یہاں کے بارے میں سوچنا تھا۔ ویسے پولیس کی کارروائیوں کو بھی نگاہ میں رکھنا تھا۔ پولیس کس انداز میں کام کرے گی' گو ہم سیسرو وغیرہ کا میک اپ اتار چکے تھے' لیکن بہرحال احتیاط ضروری تھی۔ میں نے اخبارات رکھ کر آنکھیں بند کر لیں اور سوچ میں ڈوب گیا۔

سردارے اب گہری نیند سو چکا تھا۔ میں نے غور کیا۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کوئی بات ذہن میں نہ آ سکی اور وقت گزرتا رہا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ہمارے کاغذات ضائع ہو چکے تھے۔ بہرحال یہ معاملہ تو نک اسٹیورٹ سے مل کر طے کیا جا سکتا تھا لیکن پھر بھی ———

اس وقت دوپہر کا ایک بجا ہو گا۔ جب ہمارے کمرے کے دروازے پر آہٹ ہوئی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"آ جاؤ" اور دروازہ کھول کر چند آدمی اندر آ گئے۔ ان میں دو پولیس آفیسروں کو دیکھ کر میرے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو گیا۔ تاہم میں نے فوراً خود پر قابو پا لیا اور خشک سے انداز میں بولا:

"کیا بات ہے؟"

"کیا آپ اپنے کاغذات دکھانا پسند کریں گے جناب؟"
"کیوں؟" میں نے بھنوئیں چڑھا کر کہا۔
"پولیس کو ضرورت پیش آگئی ہے۔ براہ کرم قانون کی مدد کریں" ایک پولیس افسر نے کہا۔
"آپ لوگ منیجر کے آفس میں تشریف رکھیں۔ میں اپنے کمرے پر آپ کے اس حملے کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا"۔
"اوہ! لیکن جناب' یہ ضروری ہے۔ ہم آپ کے کمرے کی تلاشی بھی لے سکتے ہیں"۔
"تب لے لیں" میں نے لاپرواہی سے کہا۔
"آپ کے کاغذات؟" پولیس افسر نے کہا۔
"میں نہیں دینا چاہتا" میں نے جواب دیا۔
"تب ــــــ ہم آپ کو اس کے لیے مجبور کریں گے"۔
"ضرور کریں۔ بلکہ مجھے اور میرے ساتھی کو گرفتار بھی کر لیں" میں نے جواب دیا۔ "براہ کرم ایک منٹ خاموش رہو" پولیس افسر کے دوسرے ساتھی نے پہلے کو روکتے ہوئے کہا اور پھر میری طرف رخ کر کے بولا "پولیس سے تعاون تو ہر شریف انسان کا فرض ہے جناب"
"ٹھیک ہے لیکن میں چور اچکا' یا اسمگلر نہیں ہوں' جو میرے کمرے میں اس طرح آئے ہو۔ آپ میرے سفارت خانے سے رجوع کریں" میں نے کہا۔
"کون سے ملک سے آپ کا تعلق ہے؟"
"برطانیہ!" میں نے جواب دیا۔
دونوں پولیس افسروں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی تھی۔ پھر دوسرا افسر بولا:
"آپ کا نام؟"
"ہوٹل کے رجسٹر میں دیکھ لیں"
"آپ ہمارے اس طرح آنے سے بہت ناراض ہو گئے ہیں۔ بہرحال ہم اس کی معذرت چاہتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی آپ سے درخواست بھی کرتے ہیں کہ براہ کرم ہم سے تعاون کریں"۔
"کیا تعاون چاہتے ہیں آپ؟"
"آپ کے کاغذات!"
"میرا ساتھی سو رہا ہے' آپ کو اس کے جاگنے کا انتظار کرنا ہو گا"۔
"اگر آپ محسوس نہ کریں تو انہیں جگا دیں۔ ہم لوگ منیجر کے آفس میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں" پولیس افسر نے کہا اور میں خاموش رہا۔
"بہرحال اگر آپ کو ہمارا اس طرح آنا ناگوار گزرا ہے تو میں معافی چاہتا ہوں۔ ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں" پولیس افسر نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب ایک ایک کر کے باہر نکل گئے۔ میں اسی طرح آرام کرسی پر دراز تھا۔ پھر جب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں تو میں پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ دروازے پر آ گیا۔ ایک دم دروازہ کھول کر باہر دیکھا۔
گیلری میں کوئی نہیں تھا۔ وہ لوگ واقعی چلے گئے تھے۔ تب میں جلدی سے سردارے کے پاس پہنچا اور اسے جھنجلا ڈالا۔ "سردارے' سردارے! جلدی اٹھو۔ اٹھو سردارے"۔

اور سردارے جاگ گیا۔ وہ حیران نگاہوں سے میری شکل دیکھنے لگا۔
"اٹھ جاؤ سردارے! خطرہ پیدا ہو گیا ہے"۔
"اوہ!" سردارے جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "کیا بات ہے؟"
"پولیس آئی ہے"۔
"کہاں ہے؟"
"منیجر کے آفس میں وہ ہمارے منتظر ہیں۔ وقت کم ہے پھرتی کرو"
"کیا کرنا ہے استاد؟"
"ماسک نکالو۔ چہرے بدل کر نکل چلیں گے۔ لباس بھی بدل لو"۔
"اوہ۔ گڈ آئیڈیا" سردارے نے کہا اور پھر انتہائی پھرتی سے ہم نے لباس بدلے۔ میک اپ ماسک اس بڑے کام آئے تھے۔ ہم نے دوسرے ماسک جیبوں میں ٹھونسے' کرنسی رکھی اور تیار ہو گئے۔ کئی نے ہمارے چہرے بدل دیے تھے۔ پھر میں نے دروازے سے جھانکا' ابھی تک کوئی نہیں تھا۔
"ایک ایک کر کے نکلیں گے' کہیں دور چل کر مل جائیں گے" میں نے سردارے کو ہدایت کی۔ "لیس" سردارے پھر موڈ میں آ گیا تھا۔ میں تیزی سے باہر نکل گیا اور پھر سردارے بھی۔ وہ لفٹ سے نیچے ں سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ ہوٹل کے پارکنگ پر پولیس کی دو گاڑیاں کھڑی تھیں اور بہت سے ے کے جوان موجود تھے۔ ہم نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور خاموشی سے باہر نکل گئے۔ کافی دور ں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی میرے قریب گئی۔
میں دروازہ کھول کر بیٹھ گیا اور سردارے بھی میرے قریب پہنچ گیا۔
میں نے اسے دوسرے ہوٹل کا پتہ بتا دیا۔ یہاں ہم نے کمرہ لے رکھا تھا۔ سردارے بالکل خاموش تھا۔ اے ہوٹل کے معمولی کمرے میں پہنچ کر ہم نے سکون کی سانس لی۔ سردارے نے ویٹر کو دیکھ کر چائے کرلی تھی۔
"خوب بچے استاد ــــــ مگر پورا معاملہ کیا تھا؟" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے اسے تفصیل بتا دی۔ "ہوں۔ ظاہر ہے پائلٹ نے ہماری نشاندہی کی ہو گی"۔
"کیا کہا جا سکتا ہے"
"اب کیا پروگرام ہے استاد؟" سردارے نے کہا اور پھر خاموش ہو گیا' کیونکہ ویٹر چائے لے آیا تھا۔ ویٹر لانے کے بعد سردارے نے چائے بنا کر میرے سامنے رکھی اور دوسری پیالی خود لے کر بیٹھ گیا۔
"میرا خیال ہے اب نک اسٹیورٹ سے رابطہ قائم کیا جائے"۔
"میں بھی یہی کہنے والا تھا استاد! تھامپسن مر چکا ہے' اب کوئی خاص کام نہیں رہ گیا ہے"۔
"میں بھی یہی سوچ رہا تھا"۔
"ٹھیک ہے چائے پینے کی بعد میں نک اسٹیورٹ سے رابطہ قائم کروں گا"۔
"فون پر استاد؟"
"ہاں! کیا حرج ہے؟"
"لیکن یہاں فون تو نہیں ہے"۔
"نیچے تو ہے" میں نے جواب دیا اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ چائے پینے کے بعد ہم ہوٹل کے

کمرے سے نکل آئے اور پھر میں کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ فون طلب کر کے میں نے تک اسٹیورٹ کے ا
کیے اور چند ساعت کے بعد اس سے رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے تک کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو——— تک بول رہا ہے"

"نواز———" میں نے کہا۔

"اوہ، مسٹر نواز! مجھے شدت سے آپ کی تلاش ہے"۔

"خیریت؟"

"آپ خیریت بتائیے"۔

"ٹھیک ہوں میں تو"۔

"تو کیا مادام سیکا کا خیال غلط تھا؟"

"کون سا خیال؟"

"تھامپسن!"

"اوہ نہیں۔ ان کا خیال ٹھیک ہے۔ کیا انہوں نے آپ سے رابطہ قائم کیا ہے؟"

"شدت سے آپ کی تلاش میں تھیں۔ ابھی تھوڑی دیر قبل وینس واپس آ گئی ہیں اور مجھے ہ
گئی ہیں کہ جونہی آپ سے رابطہ قائم ہوا، انہیں اطلاع دی جائے"۔

"اوہ!"

"گرانڈ چیف آپ کی تلاش میں ہے"۔

"کہاں ہے؟"

"شاید وینس میں!"

"اب مجھے تمہاری ضرورت ہے تک"

"حکم دیں مسٹر نواز"

"پتہ نوٹ کرو" میں نے موجودہ پتہ اسے بتایا۔ "ہم یہاں ہیں۔ کوئی گاڑی بھیج دو، کیونکہ معا
نہیں ہے"۔

"اوہ! ابھی——— میں خود آ رہا ہوں"۔

"او کے!" میں نے فون بند کر دیا اور پھر میں ٹیلیفون واپس کاؤنٹر کلرک کی طرف سرکا کر سر
طرف بڑھا لیکن سردارے کسی خیال کے تحت اچھل پڑا تھا۔ "استاد" اس نے سرسراتی آواز میں کہا

"کیوں خیریت؟"

"خیریت نہیں ہے استاد" اس نے اسی انداز میں کہا اور میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا؟"

"ہم ہوٹل کی ریزرویشن سلپ اپنے سامان میں ہی چھوڑ آئے تھے۔ کیا تمہارے خیال میں ن
اب تک نہیں کھلا ہو گا؟"

"اس ہوٹل کی سلپ؟"

"ہاں استاد!"

"ارے تو بھاگو یہاں سے" میں نے کہا اور سردارے جلدی سے میرے قریب پہنچ گیا۔

کمرے میں واپس جانے کے بجائے سیدھے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ مجھے ہنسی آ رہی تھی لیکن سردارے کسی قدر شرمندہ تھا۔

"کیوں؟ تمہیں کیا ہوا؟"

"غلطی ہو گئی نا استاد"

"اونہہ۔ وہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی" میں نے کہا اور سردارے کے چہرے پر کسی قدر بشاشت آ گئی۔ "ہمیں کسی ایسی جگہ رہنا چاہیے جہاں سے ہم تک اسٹیورٹ پر نگاہ رکھ سکیں"۔

"ٹھیک ہے استاد"۔

"تم اسے پہچان تو سکو گے؟"

"کیوں نہیں، دیکھ چکا ہوں اسے"۔

"وہ تک اسٹیورٹ ہی تھا؟"

"ہاں۔ اس نے یہی کہہ کر تعارف کرایا تھا"۔

"تب ٹھیک......" میں نے کہنا چاہا لیکن پھر ایک دم میری زبان بند ہو گئی۔ بہت سی پولیس کاروں کے سائرن سنائی دیے تھے اور پھر وہ کاریں ہوٹل کے چاروں طرف آ کر رک گئیں۔ خفیہ پولیس کے جوان انتہائی تیزی سے اترے اور انہوں نے مورچے سنبھال لیے۔ پیچھے باوردی پولیس بھی تھی اور پھر آٹھ دس آفیسروں کا ایک گروہ ہوٹل میں داخل ہو گیا۔

ہم خاموش کھڑے تھے۔ دوسرے بہت سے لوگ بھی رک گئے تھے اور پولیس کی کارروائی دیکھنے کھڑے ہو گئے تھے۔ "بال بال بچ گئے سردار" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ سردارے کے منہ سے کوئی بات نہیں نکل سکی تھی۔ پولیس اندر نہ جانے کیا کارروائی کرتی رہی۔ پھر اچانک سردارے کی سرگوشی ابھری:

"استاد!"

"ہوں" میں نے اسے دیکھا۔

"تک اسٹیورٹ" اس نے پیلے رنگ کی ایک لمبی سیڈان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یقین ہے"

"بالکل استاد!"

"آؤ" میں نے کہا اور ہم عقب سے سیڈان کی طرف چل پڑے۔ بتیس اور پینتیس کی عمر کے درمیان کا ایک خوشرو شخص تشویش زدہ نگاہوں سے ہوٹل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بے چینی کے نقوش تھے۔ میں نے عقبی دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور دروازہ کھول کر ہم دونوں اندر بیٹھ گئے۔

"کیا مطلب؟" تک نے مجھے گھورا اور پھر پلٹ کر سردارے کی طرف دیکھنے لگا۔

"نواز!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ارے!" اس نے کہا اور سیٹی بجانے کے انداز میں ہونٹ سکوڑے۔

"نکل چلو" میں نے کہا اور اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ویسے وہ عقب نما آئینے میں بار بار میری شکل دیکھ رہا تھا۔ میں نے سیٹ سے ٹک کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"ہماری اور آپ کی ملاقات تو ہو چکی ہے جناب" چند منٹ کے بعد اس نے سردارے سے کہا۔ "ہاں۔

میں نے آپ سے کرنسی لی تھی"۔
"آپ ہی تھے نا؟"
"جی!"
"حالانکہ آپ کی شکل بدلی ہوئی تھی لیکن میں نے آپ کی آواز پہچان لی"۔
"خوب!" سردارے نے کہا۔
"میں آپ کا بہت مداح ہوں مسٹر نواز"۔
"شکریہ!" میں نے آہستہ سے کہا۔
"غالباً" یہ آپ کی اصلی شکل نہیں ہے"۔
"جی نہیں"۔
"پولیس یہاں......" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔
"ہم ہی سے ملاقات کرنے آئی تھی" میں نے جواب دیا۔
"اوہ! ہاں—— تھامپسن کا یہاں زبردست اثر تھا۔ ویسے مادام کا خیال غلط تو نہیں تھا؟"
"نہیں"۔
"آپ نے پی گوڑے میں اسے زبردست شکست دی تھی۔ وہاں بھی تو وہ زخمی ہوا تھا"۔
"ہاں' ایک ٹانگ ٹوٹی تھی صرف"۔
"ویسے بھی مسٹر نواز! آپ کے کارنامے تو انوکھے ہی ہوتے ہیں۔ آپ نے ہمیشہ ٹاپ کے لوگوں پر ہاتھ ڈالا ہے۔ ہربنس کی حیثیت معمولی نہیں تھی۔ اور پھر سوبیستا کی پوزیشن بھی زبردست تھی"۔
میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔
"بہرحال آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے" نک اسٹیورٹ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک خوبصورت بنگلے میں داخل ہو گیا۔
"یہ تمہارا مکان ہے؟"
"ہاں!"
"فیملی کے ساتھ رہتے ہو؟"
"آپ ارشیا سے مل کر بہت خوش ہوں گے"۔
"وہ کون ہے؟"
"میری بیوی"
"اوہ" میں نے گردن ہلائی۔ نک اسٹیورٹ نے پورٹیکو میں گاڑی روک دی اور پھر اس نے جلدی سے اتر کر پچھلا دروازہ کھولا۔ ہم دونوں بھی نیچے اتر آئے۔
"آپ یقین کریں' مجھے آپ کے ساتھ چلتے ہوئے بڑا فخر محسوس ہو رہا ہے"۔
"اپنی بیوی سے کیا کہہ کر ہمارا تعارف کراؤ گے؟"
"ارشیا آپ سے بخوبی واقف ہے اور مجھ سے زیادہ آپ کے کارناموں کی مداح ہے"۔
"اوہو! تو کیا اسے ہمارے کاروبار کے بارے میں معلوم ہے؟"
"گروہ ہی کی ایک لڑکی ہے جناب۔ ہم دونوں میں محبت ہو گئی اور ہم نے شادی کر لی۔ اب بھی وہ گروہ

کی ایک سرگرم رکن ہے" نک اسٹیورٹ نے جواب دیا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ وہ ہمیں لے کر ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ نہایت نفاست سے آراستہ ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر ہم صوفوں پر بیٹھ گئے۔ تب نک اسٹیورٹ نے ایک ملازم کو بلایا "ارشیا کہاں ہے؟"
"مادام کچن میں ہیں جناب"۔
"بھیج دو" نک نے کہا اور ملازم گردن ہلا کر چلا گیا۔ اسٹیورٹ ہماری طرف متوجہ ہو گیا۔ "اسے آنے دیں' ہم اس کی ذہانت کا امتحان لیں گے۔ آپ تھکن تو نہیں محسوس کر رہے؟"
"نہیں!" میں نے جواب دیا۔
"ویسے میں جلد از جلد آپ کی اصلی شکل دیکھنے کا خواہش مند ہوں۔ میرا خیال ہے آپ کی زیادہ عمر بھی نہیں ہے"۔
"کیوں؟ یہ خیال کیوں ہوا؟" میں نے پوچھا۔
"میک اپ چہرے بدل سکتا ہے' انداز نہیں بدل سکتا۔ آپ کے ہر انداز سے جوانی جھلکتی ہے"۔
"میں نے خود کو سنبھال کر رکھا ہے۔ میری عمر اس وقت ستر سال ہے" میں نے جواب دیا اور اسٹیورٹ نے تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ "تب واقعی کمال ہے۔ میں نے ستر سالہ لوگوں کو اتنا پھرتیلا اور چاق و چوبند نہیں دیکھا" اس نے کہا اور سردارے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ چند منٹ بعد ایک انتہائی پرکشش عورت اندر آ گئی۔ اس کے بال بال بکھرے ہوئے تھے۔ چہرہ میک اپ سے بے نیاز تھا۔ لیکن اس انداز نے اس کا حسن اور بڑھا دیا تھا۔
ہم دونوں کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئی۔ اور پھر اس نے آگے بڑھ کر کہا "ہیلو!"
"ہیلو مسز اسٹیورٹ!" میں نے گرم جوشی سے کہا اور پھر ہم دونوں نے کھڑے ہو کر اس سے ہاتھ ملایا۔ اسٹیورٹ مسکرا رہا تھا۔ "نک! ان کا تعارف؟" اس نے کہا۔
"اوہ! کیا تم انہیں نہیں پہچانتیں ارشیا؟" اسٹیورٹ نے حیرت کا اظہار کیا۔ "افسوس۔ میری یادداشت زیادہ اچھی نہیں ہے' یا پھر میں نے واقعی انہیں پہلی بار دیکھا ہے" ارشیا نے باری باری ہم دونوں کی شکلیں دیکھتے ہوئے کہا۔
"کیا خیال ہے جناب؟ کیا ارشیا ٹھیک کہہ رہی ہے؟"
"بھئی میں مسز اسٹیورٹ سے مذاق کی جرات نہیں کر سکتا"۔ میں نے کہا۔
"اچھا کچھ اشارے دے دیں" اسٹیورٹ خوش مزاج انسان تھا۔
"آپ کی مرضی"۔
"چہروں سے یہ کہاں کے باشندے معلوم ہوتے ہیں ارشیا؟"
"اوہ تو کیا یہ مقامی نہیں ہیں؟"
"نہیں"۔
"سوری' میں نہیں بتا سکتی"۔
"اچھا یوں سمجھو' گروہ کے آدمی ہیں"
"اوہ!" ارشیا آہستہ سے بولی۔
"اعلیٰ حیثیت کے مالک ہیں"۔

"پلیز نک!" ارشیا نے لجاجت سے کہا

"ایشیائی ہیں" نک اسٹیورٹ پھر بولا اور ارشیا اچھل پڑی۔

"میرے خدا ــــــ مسٹر نواز ــــــ" وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہمیں گھورنے لگی اور اسٹیورٹ نے قہقہہ لگایا۔

"مادام ذہین ہیں" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو ــــــ میرا اندازہ درست ہے" ارشیا ہانپتے ہوئے بولی۔

"بالکل!"

"آپ میں سے کون نواز ہیں؟" وہ باری باری ہم دونوں کو دیکھتی ہوئی بولی۔ "دونوں مل کر نواز ب

ں۔ نواز ایک بٹا دو اور ایک بٹا دو" میں نے کہا اور سردارے ہنسنے لگا۔

"تب آپ ہی مسٹر نواز ہیں۔ خدا کی پناہ آپ تو میرے ہیرو ہیں جناب۔ یقین کریں آپ سے مل کر

سرت ہوئی ہے" ارشیا نے دوبارہ ہم سے ہاتھ ملایا تھا۔ "بہت بہت شکریہ مسز اسٹیورٹ!"

"آپ کے یہاں آنے کی خبر سن کر میں تو بے چین ہو گئی تھی۔ میں نے کتنی ہی بار نک سے کہا کہ مج

آپ سے ملائے"۔

"میں خود آج ملا ہوں ارشیا ــــــ اور سنو ــــــ میں نے تم سے اظہار کیا تھا نا؟"

"کس بارے میں؟"

"تھامپسن کے بارے میں!"

"یہی تو پوچھنے والی تھی۔ تو کیا ــــــ"

"اور کون کر سکتا ہے ارشیا۔ یہ مسٹر نواز ہی ہیں جو چن چن کر اعلیٰ پائے کے لوگوں پر ہاتھ ڈالتے ہیں

خدا کی پناہ۔ بھلا کس کی مجال تھی جو برن میں تھامپسن کا بال بھی بیکا کر سکتا"۔

"کوئی سوچ بھی نہیں سکتا!"

"میں آپ کو بتا نہیں سکتی مسٹر نواز ــــــ کہ آپ سے مل کر کتنی مسرت ہوئی ہے۔ اب میں ک

دنوں تک آپ کے ساتھ رہوں گی۔ آپ یہاں سے جا نہیں سکتے!"

"واقعی، میں یہاں سے نہیں جا سکتا مادام ارشیا"۔

"پولیس ان کی تلاش میں ہے۔ انہوں نے پولیس کو ڈاج دیا ہے"۔

"اوہ! ہمارے ہوتے ہوئے کوئی ان کا کیا بگاڑ سکتا ہے" ارشیا نے کہا۔

"آپ اس معصوم شکل لڑکی کو دیکھ رہے ہیں مسٹر نواز۔ اس نے چھ خون کیے ہیں" نک اسٹیورٹ

فخریہ انداز میں اپنی بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اللہ اکبر!" سردارے نے کھوپڑی پر ہاتھ پھیرتے ہو

کہا۔

"غلط بیانی نہ کرو نک۔ صرف پانچ"

"میں آپ لوگوں کو زندہ نظر آتا ہوں۔ ان کا چھٹا مقتول میں ہوں" نک اسٹیورٹ نے فریادی لہج

کہا۔ "لیکن یہ مجھے مقتول ماننے پر تیار نہیں ہے، اب میں اسے کیسے سمجھاؤں!"

"شرارت نہیں ڈارلنگ!" ارشیا نے ٹھنکتے ہوئے کہا۔

"اچھا چلو۔ باقی پھر۔ مسٹر نواز کی رہائش کا بندوبست کرو۔ کھانے کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

میرا خیال ہے اچھی چیز ہوتی ہے۔ کیوں سردارے؟"

ہاں، ہم نے پچھلے سال کھایا تھا شاید؟" سردارے نے کہا۔

ارے جلدی کرو۔ ہری اپ" نک اسٹیورٹ نے ہنستے ہوئے کہا۔

بس ابھی۔ چند منٹ میں" ارشیا جلدی سے اٹھی اور باہر کی طرف لپک گئی۔ نک ہنسنے لگا تھا۔ "سچ

سٹر نواز، آپ سے مل کر مسرت اور بڑھ گئی ہے۔ عموماً ایسے لوگ خطرناک چہرے والے اور خشک

والے ہوتے ہیں۔ لیکن آپ دونوں بے حد دلچسپ ہیں۔

ہم نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"ایک بڑی دقت ہے نک" تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا۔

کیا مسٹر نواز؟"

"یہ ہوٹل والے بل کے عوض ہمارا سامان رکھ لیتے ہیں۔ یہیں برن میں دو بار خریداری کی ہے لیکن

ے وغیرہ پھر چھوڑنے پڑ گئے"۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے مسٹر نواز۔ تیسری بار خریداری پھر ہو جائے گی"۔

"لیکن پولیس جس انداز میں ہماری تلاش میں ہے ــــــ"

"اوہ۔ آپ فکر نہ کریں۔ آج ہی شام کو میں اور ارشیا جا کر آپ کے لیے خریداری کر لیں گے"۔

"بہت بہت شکریہ!" میں نے کہا اور نک اٹھتے ہوئے بولا۔

"چند منٹ کی اجازت مسٹر نواز۔ ارشیا کو ہمیشہ یہ شکایت رہتی ہے کہ میں اس کے گھریلو مسائل پر توجہ

رہتا۔ اب میں دیکھوں کہ کھانے کے کیا کیا انتظامات ہیں"۔

"اس وقت کسی خاص تکلف کی ضرورت نہیں ہے مسٹر اسٹیورٹ۔ بس جو آسانی سے تیار ہو سکے"

نے کہا۔

"لوکے باس" اسٹیورٹ نے کہا اور پھر وہ ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔ سردارے نے منہ سے عجیب

آواز نکالی اور پاؤں پھیلا دیے۔ میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔ "برا وقت ہے استاد" سردارے نے

سے کہا۔

"کیوں؟"

"اب ہمیں بیویوں کے ساتھ رہنا پڑے گا!"

"کیا مطلب؟"

"ارے وہ رومانی جوڑا ہمارے سینوں پر مونگ دلے گا۔ وہ پیار کریں گے اور ہم منہ دیکھیں گے"۔

"فی الحال انہیں دیکھ کر ہی گزارا کرو سردارے۔ باہر کے حالات واقعی بہت خراب ہیں"۔

"تمہاری تو وہ بے حد مداح ہے استاد۔ تم تو اس کے ہیرو ہو" سردارے ایک آنکھ دبا کر بولا۔

"پانچ قتل کر چکی ہے سردارے اور میں کسی عورت کے ہاتھوں مرنا پسند نہیں کروں گا"۔

"ارے ایسی بھی کیا"

"فضول باتیں مت کرو سردارے۔ اسٹیورٹ کتنا عمدہ انسان ہے۔ اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتے

تمہیں کا رنج نہ ہو گا" میں نے ملامت آمیز لہجے میں کہا۔ "ہو گا۔ یقیناً" ہو گا لیکن مجبوری بھی کوئی چیز

ہوتی ہے"۔

"گھٹیا باتیں مت کرو۔ اب ہم ایسے گرے ہوئے بھی نہیں ہیں"۔

"خدا کی قسم استاد۔ امتحان لے رہا تھا تمہارا۔ تمہارا یار بھی ایسی گندی فطرت کا مالک نہ" سردارے نے کہا اور میں شرارت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"نک اسٹیورٹ تقریباً" پندرہ منٹ کے بعد واپس آیا۔ "دو اطلاعات، حاضر ہیں حضرات، نمبر ایک تیار ہے۔ نمبر دو، میں نے آپ کی رہائش کے لیے ایک کمرہ درست کرا دیا ہے۔ اب صرف ایک بات کرنی ہے۔ آپ دونوں کے بستر ایک کمرے میں لگائے جائیں یا الگ الگ۔ دو کمروں میں انتظام مشکل نہ ہوگا۔ کیونکہ......"

"نہیں اسٹیورٹ۔ مجھے ان کے بغیر نیند نہیں آتی۔ ایک کمرے ہی میں ٹھیک ہے" میں نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"ارے۔ تو آپ اپنے کمرے میں چلیں اسے دیکھ لیں۔ منہ ہاتھ دھولیں، اس کے بعد آپ کو روم میں لے چلوں گا" اور ہم اٹھ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ڈرائنگ روم میں تھے۔ ارشیا نے اتنی دیر میں ہی کافی انتظامات کر لیے کھانے پر بیٹھ گئے۔ دونوں میاں بیوی ہمارے ساتھ تھے۔

"اس مکان میں تم دونوں رہتے ہو صرف؟"

"ہاں۔ ہمارے علاوہ ملازم ہیں"۔

"خوب۔ یہ اچھی بات ہے"۔

"میرے خیال میں آپ کو کھانے میں تکلیف ہو رہی ہے" اسٹیورٹ بولا۔

"کیوں؟"

"میک اپ ماسک کی وجہ سے"۔

"میک اپ!" ارشیا چونک پڑی۔

"ہاں۔ یہ میک اپ میں ہیں"

"ارے۔ میں تو ان کی شکلیں اصلی سمجھی تھی!"

"ہماری اصلی شکلیں تو بہت بھیانک ہیں مادام ارشیا۔ اچھا ہے آپ نے ایک معیار قائم کر لیا رہنے دیں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو کیا تم نے بھی ان کی اصلی شکلیں نہیں دیکھیں نک؟" ارشیا نے کہا۔ "نہیں۔ میں بد نصیبوں میں سے ہوں" نک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"میں کہہ چکا ہوں مادام۔ کیا کریں گی آپ ہماری اصلی شکلیں دیکھ کر؟"

"اگر آپ پسند نہیں کریں گے تو میں اصرار نہیں کر سکتی، لیکن مجھے تو آپ کے کارناموں کے اندر سے آپ کیسے بھی ہوں، میرے لیے بہرحال قابل احترام ہیں"۔

"آپ ہمیں اصلی شکل ضرور دکھائیں گے نواز صاحب!" نک نے کہا۔

"اور ابھی کھانے کے بعد" ارشیا نے ٹکڑا لگایا۔ مجھے ہنسی آگئی۔ سردارے بھی ہنسنے لگا تھا۔

"ویسے مجھے اس بات پر یقین نہیں آ رہا ہے" نک نے کہا۔

"کون سی بات پر ڈارلنگ؟"

"نواز صاحب کی عمر ستر سال ہے" نک نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا اور ارشیا کے ہاتھ سے فورک گرتے گرتے بچا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی۔

"نہیں نہیں ناممکن۔ چہرے پر میک اپ ہے، ٹھیک ہے لیکن ہاتھ پاؤں ---- اور ---- ناممکن ہے۔ میں نہیں مان سکتی! بہرحال مسٹر نواز ---- آپ ہمیں اصلی چہرے ضرور دکھائیں گے"۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن ساری ذمہ داری آپ لوگوں پر ہوگی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہم سب کھانا کھاتے رہے، پھر کھانا ختم ہو گیا اور ارشیا نے چائے کی پیشکش کی۔

"تو پھر آپ کی رونمائی کا کون سا وقت ٹھہرا؟" نک اسٹیورٹ نے کہا۔ "کوئی مناسب وقت مقرر کر لو"

"شام کی چائے پر سہی" نک نے کہا۔

"مگر میں اس وقت تک چین سے نہ بیٹھ سکوں گی" ارشیا کہنے لگی۔

"تب پھر تم ذاتی طور پر درخواست کر لو" نک نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔ "مسٹر نواز ---- اور مسٹر سردارے! کیا آپ میری درخواست قبول کریں گے۔ یقین کریں میں اس وقت تک خلجان میں رہوں گی، جب تک آپ کی اصل شکلیں نہ دیکھ لوں اور مجھے امید ہے کہ یہ بات آپ پسند نہ کریں گے"۔

"چلو بھئی سردارے، یہی سہی، خوار ہونا ہی لکھا ہے"

"مرمٹے گی استاد" سردارے اردو میں بولا ---- اور میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ تب ارشیا خود ہی آگے بڑھ آئی۔

"اگر گستاخی کی اجازت ہو تو ----" اس نے دونوں ہاتھ میری گردن میں ڈالتے ہوئے کہا۔ سردارے بوکھلا گیا تھا لیکن میں نے کوئی تعرض نہ کیا۔ اس کا سامنے والا بدن میرے سینے سے آ لگا تھا۔ بہرحال اس نے میری گردن میں ٹٹول کر ماسک کے پن تلاش کیے اور پھر میرے چہرے کا خول اتار لیا۔ نک آنکھیں پھاڑے ہوئے تجسس سے دیکھ رہا تھا۔

ارشیا پیچھے ہٹ گئی۔ اس کی آنکھوں میں تحسین و پسندیدگی کے آثار تھے۔ نک کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایشیا کے ستر سال بھی خوب ہوتے ہیں"۔

"میں نے ایشیا کے پرکشش چہروں کے بارے میں صرف سنا ہی تھا لیکن آپ اس کی بہترین نمائندگی کرتے ہیں مسٹر نواز۔ واقعی بڑی پرکشش شخصیت ہے آپ کی۔ کیا آپ اپنے چہرے کا نقاب نہیں ہٹائیں گے مسٹر سردارے؟"

"ارے اب چراغوں میں روشنی کہاں ہے" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے بھی اپنے چہرے کا خول اتار دیا۔

"واقعی بڑی پیاری شخصیتیں ہیں آپ کی!" ارشیا نے کہا۔

"ذرا مسٹر نواز کے نام پر بھی غور کریں محترمہ"

"شدید حیرت ہوتی ہے تھامپسن کو انہوں نے ہی قتل کیا ہے" ارشیا نے کہا۔ "چلو چھوڑو ان باتوں کو ---- ویسے مسٹر نواز! سیسرو کا میک اپ کیسا تھا؟ سنا ہے آپ اس میں بہت خوفناک نظر آتے تھے"۔

"وہ ضائع ہوچکا ہے"۔

"میک اپ بہت عمدہ کرتے ہیں آپ۔ بہرحال میرے خیال میں اب آپ ان چہروں میں رہیں، آپ کو کوئی نہ پہچان سکے گا"۔

"ہمیں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں رہنا چاہیے۔ تمہارے ہاں کی پولیس بہت ذہین ہے"۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے"۔

"چنانچہ ہم فی الحال میک اپ میں رہیں گے"۔

"جیسا آپ پسند کریں" اور پھر دونوں میاں بیوی ہمیں آرام کرنے کے لیے چھوڑ کر چلے گئے۔ جوتے وغیرہ اتارے اور آرام کرنے لیٹ گئے۔ سردارے میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ "کم سوجھی؟" میں نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں استاد۔ میں سوچ رہا ہوں اگر وہ لڑکی شادی شدہ نہ ہوتی تو تمہارے پو بارہ ہوتے"۔

"بہرحال وہ شادی شدہ ہے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ تمہاری نظریں شریفانہ نہیں تھیں"۔

"نہیں استاد! اب اپنے سردارے کو اتنا برا بھی نہ سمجھو جس کی تم عزت کرو، سردارے اسے ا اور بہن سمجھنے کے لیے تیار ہے"

"او جیو یار۔ مجھے تجھ سے یہی امید ہے"۔

"مگر اب پروگرام کیا ہے استاد؟"

"سوئٹزرلینڈ کا موسم زیادہ خوشگوار نہیں ہے۔ میرے خیال میں ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے نے کہا۔

"نہایت مناسب خیال ہے، استاد لیکن ہمارے پاس تو کاغذات بھی نہیں ہیں"۔

"اس کا انتظام نک کو کرنا پڑے گا"۔

"اگر اس کے تعلقات نہ ہوئے تو؟"

"تب غلام سیٹھ ذمہ دار ہے" میں نے کہا اور سردارے خاموشی سے میری شکل دیکھنے لگا۔ اسے سیٹھ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ اور میں نے بھی غیر اختیاری طور پر یہ نام لے دیا تھا۔ تب میں سردارے کے چہرے کا تجسس پڑھا اور پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "غلام سیٹھ بھی پورے گ سرغنہ ہے۔ میں اس کا ملازم ہوں۔ تمہیں بتا چکا ہوں، سرائے عالمگیر کا رہنے والا ہوں۔ کسان کی اولاد نے پوری زندگی محنت مشقت کی۔ مجھے تعلیم دلوائی لیکن اس کے خواب پورے نہ ہوئے۔ میری حیثیت تسلیم نہیں کی گئی۔ اپنوں اور بیگانوں، سب نے ٹھکرا دیا۔ تب کراچی چلا گیا۔ خودکشی کا فیصلہ کر لیا تھا کہ دلچسپ غلط فہمی مجھے پشاور لے گئی۔ اس غلط فہمی نے مجھے غلام سیٹھ تک پہنچا دیا اور اب میں اس کے لیے کام کرتا ہوں۔ اس نے مجھے بے پناہ اختیارات دے رکھے ہیں۔ شاید اپنے بعد سب سے زیادہ۔ جنرل فیلڈ پر کام کر رہا ہوں۔ میرے خیال میں اب تمہارے ذہن میں کوئی بات نہیں رہ گئی ہوگی؟"

"ہاں استاد! اب کوئی بات نہیں رہ گئی" سردارے نے ٹھنڈی سانس لی "اور اس کے بعد استاد تمہ عزت میری نگاہوں میں اور بڑھ گئی ہے۔ ایک بات پر یقین کر لو استاد، سردارے ہمیشہ تمہارے پسینے پر گرائے گا"۔

"یقین ہے سردارے۔ تیرے آنے سے میری تنہائی دور ہوگئی ہے"۔

"سردارے کا ہر سانس تمہارے لیے ہے" سردارے نے بڑے خلوص سے کہا اور میں خاموش ہوگیا۔

شام کی چائے ہمیں ملازموں نے پلائی۔ ارشیا اور نک کہیں چلے گئے تھے۔ تقریباً سات بجے وہ واپس آئے۔ ان کے پیچھے ملازم کئی بنڈل اٹھائے ہوئے تھے۔ "ارے کیا خرید لائے تم لوگ؟" میں نے حیرانی سے کہا اور ارشیا میرے سامنے بنڈل کھول کھول کر رکھنے لگی۔ نہایت اعلیٰ درجے کے سوٹ تھے۔ سلیپنگ سوٹ، بنیائن، اور ٹائیاں وغیرہ۔ غرض ہر چیز مہیا کر دی تھی ان دونوں نے!

"اُفوہ! اتنے سارے لیکن کیا یہ ہمارے ناپ کے ہیں؟"

"ارشیا نے ٹیلرنگ میں ڈپلومہ لیا ہے، اسے اپنی آنکھوں کی پیمائش پر بہت ناز ہے" نک مسکراتے ہوئے بولا اور میں بھی ہنسنے لگا۔ سردارے عجیب بھونڈے انداز میں اپنا بدن چرا رہا تھا۔ "ہائے اللہ! یہ تو آنکھوں ہی آنکھوں میں ناپ لیتی ہیں" اس نے شرمائی ہوئی آواز میں کہا۔ جملہ اردو میں تھا۔ اس لیے نک اور ارشیا تو نہ سمجھ سکے لیکن اس کی بات سن کر میرے قہقہے نہ رک سکے تھے۔ تب ہی باہر کسی گاڑی کے رکنے کی آواز سنائی دی اور ہم سب چونک پڑے "یہ کون ہو سکتا ہے؟" نک تشویشناک آواز میں بولا۔

☆ ☆ ☆

ارشیا چونک کر کھڑی ہوگئی تھی۔ اس نے نک کی آنکھوں میں دیکھا اور نک نے اسے اشارہ کر دیا۔ ارشیا انتہائی پھرتی سے باہر نکل گئی تھی۔ نک کا چہرہ سنجیدہ ہوگیا۔ "کسی طور ممکن تو نہیں ہے لیکن ممکن ہے پولیس نے ضرورت سے زیادہ مستعدی دکھا ڈالی ہو۔" نک نے آہستہ سے کہا۔ "ایسی صورت میں تم اپنی حفاظت کا بندوبست کر لینا نک ہماری پرواہ مت کرنا۔ ہم لوگ خود نمٹ لیں گے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور ہم دونوں بھی کھڑے ہوگئے۔ نک بھی عجیب سے انداز میں کھڑا ہو گیا تھا۔

"عجیب بات کہی ہے آپ نے مسٹر نواز! اب نک اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہے کہ اپنے مہمانوں کی حفاظت بھی نہ کر سکے۔"

"اوہ، جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے میرے دوست! تمہاری موجودہ حیثیت گروہ کے لیے بہت قیمتی ہے۔ ہمارا کیا ہے ہم تو کہیں بھی چلے جائیں گے۔ لیکن تمہاری حیثیت قائم رہنا گروہ کے مفاد میں ہے۔"

"میری حیثیت قائم رہے گی مسٹر نواز! میں بھی برن کے گھسیاروں میں نہیں ہوں۔ براہ کرم آپ آرام سے تشریف رکھیں اور پھر اس وقت تو آپ اصلی شکل میں بھی نہیں ہیں——— یہ ارشیا اب تک کیوں نہیں آئی؟" اس نے تشویش سے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر چند ساعت انتظار کرنے کے بعد وہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "میں ابھی حاضر ہوا——— ذرا دیکھوں تو———" پھر وہ دروازے کے قریب نہیں پہنچا تھا کہ ارشیا دروازے کے اندر داخل ہوگئی۔ اس کے چہرے پر جوش کے آثار تھے۔

"پولیس———؟" نک نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"ارے نہیں نک——— بگ باس" ارشیا نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بتایا۔ "بگ باس———!" نک بھی چونک پڑا۔

"ہاں۔"

"کہاں ہے؟" نک نے پریشانی سے پوچھا۔

"خود آیا ہے۔ میرے ساتھ ہی آ رہا تھا۔ میں نے ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے۔"

"اوہ ــــــ تنہا ہے؟"

"نہیں ایک ایشیائی شخص اور ساتھ ہے۔"

اور ایشیائی کے لفظ پر میرے کان کھڑے ہو گئے۔ اب تک میں نہیں سمجھا تھا کہ بگ باس کسے کہا جا رہا ہے۔ لیکن پھر میں نے چونک کر پوچھا "مسٹر نک! کیا ــــــ؟"

"ہاں' غلام سیٹھ آیا ہے۔" نک نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ارے ــــــ تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کی آمد میرے لیے قطعی غیر متوقع ہے۔ کہیں سے بھی کوئی اطلاع نہیں ملی۔"

"کیا آپ نے اسے میرے بارے میں بتا دیا ہے میڈم ارشیا؟" میں نے ارشیا سے پوچھا۔

"ہاں ــــــ کیا یہ مناسب نہ تھا؟" ارشیا نے بوکھلا کر پوچھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آئیے! اب ہم ساتھ ہی اس سے ملیں گے۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ سردارے عجیب سے انداز میں پہلو بدل کر رہ گیا۔

"ارے آؤ ــــــ تم کیوں رک گئے؟" میں نے اسے ٹھٹکتے دیکھ کر کہا۔

"اوہ آؤں؟" سردارے نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"آؤ ــــــ" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا اور سردارے بھی جھجکتا ہوا میرے قریب آ گیا ــــــ پھر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے کہا۔ "یار ــــــ نواز ــــــ تم پہلے اس سے میرے بارے میں بات تو کر لو۔ پھر ــــــ ممکن ہے وہ اس طرح مجھ سے ملنا پسند نہ کرے۔"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو ــــــ آؤ۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ اتنی دیر میں ہم ڈرائنگ روم کے دروازے پر پہنچ گئے تھے۔ پھر پہلے ارشیا' پھر نک' اور پھر ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔

غلام سیٹھ کو میں نے کافی عرصے کے بعد دیکھا تھا۔ لیکن اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی' بالکل ویسا ہی تھا۔ آنکھوں پر سیاہ شیشوں کی عینک لگی ہوئی تھی۔ اور وہ اتنا ہی پراسرار نظر آ رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "ہلو ــــــ نواز ــــــ ہلو۔" وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر آگے بڑھا۔ اور پھر اس نے گرم جوشی سے مجھ سے معانقہ کیا۔ اور میری کمر تھپتھپانے لگا۔ میں نے بھی اس کی گرم جوشی سے متاثر ہو کر اسی گرم جوشی سے جواب دیا تھا۔ غلام سیٹھ مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھ رہا تھا۔ ابھی تک وہ کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہوا تھا۔ "بہت خوب' بہت خوب نواز ــــــ تمہیں دیکھ کر سیروں خون بڑھ جاتا ہے۔"

"شکریہ غلام سیٹھ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوئے خلیل ــــــ مل یار اس سے۔ یہ ہے اپنا نواز۔" غلام سیٹھ نے اپنے ساتھی سے کہا۔ یہ بھی ایک ادھیڑ عمر کا وجیہہ شخص تھا۔ خوش لباس تھا اور چہرے سے زیرک نظر آتا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے بھی بڑی گرم جوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا۔

"آپ کا تصور کچھ اور تھا میرے ذہن میں نواز صاحب! میرا اپنا تجربہ ہے کہ جو لوگ چہروں سے معصوم نظر آئیں اور' پرکشش بھی ہوں' وہ اگر خطرناک ہوتے ہیں تو پھر اتنے کہ ان کا ثانی مشکل ہو جاتا ہے۔ میرا خیال ہے آپ کی شخصیت میرے تجربے کی تصدیق کرتی ہے۔" خلیل نے کہا۔ میں مسکرا کر رہ گیا۔ اس کی بات کا کیا جواب دیتا۔

غلام سیٹھ نک سے مل رہا تھا۔ اور پھر وہ سردارے کی طرف مڑا۔ سردارے کسی حد تک نروس نظر

آنے لگا تھا۔ "یہ غالباً" سردار علی ہیں۔" غلام سیٹھ نے کہا اور پھر خود آگے بڑھ کر سردارے سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ اس التفات پر سردارے بھی کھل اٹھا اور اس نے آگے بڑھ کر گرم جوشی سے غلام سیٹھ سے ہاتھ ملایا۔

"نواز کے ساتھی ہو ــــــ معمولی نہ ہو گے۔" غلام سیٹھ پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔

"آپ کو سردارے کا نام کیسے معلوم ہوا غلام سیٹھ؟" میں نے اسے بیٹھنے کی پیشکش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے نواز ــــــ کیا میں اتنا ہی لاعلم انسان ہوں۔"

"اوہ ہاں' میں یہ بھول گیا۔"

"مجھے معلوم ہے سویستا میں کام کرنے والا ایک نہیں تھا بلکہ دو تھے۔"

"اوہ' یقیناً" میں نے ہنستے ہوئے کہا "آپ کو میرے اس اقدام پر اعتراض تو نہیں ہے غلام سیٹھ؟"

"اعتراض ــــــ میں نے تمہارے معاملے میں اعتراض کا حق اپنے پاس نہیں رکھا۔" غلام سیٹھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اوہ' آپ کی مہربانی ہے غلام سیٹھ ــــــ ورنہ میں ــــــ"

"کس قابل ہوں۔" غلام سیٹھ نے مسکراتے ہوئے جملہ پورا کر دیا۔ یار اگر تم کسی قابل ہوتے تو نہ جانے کیا کرتے۔ بہرحال ــــــ تم سے ملاقات کیے بہت دن گزر چکے تھے۔ اور اب تمہارے نئے ہنگامے کی اطلاع ملی تو میں نے سوچا کہ تم سے فوراً" ملاقات کی جائے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نک بے حد متاثر تھا اور ابھی تک کھڑا ہوا تھا۔ "سر! آپ کا سامان گاڑی میں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ارے بھئی' ہم بے سروسامان لوگوں کے پاس سامان کہاں! ویسے اپنی میڈم سے کہو کافی پلوا دیں۔ ایئر پورٹ سے سیدھے چلے آ رہے ہیں۔" اس نے کہا اور ارشیا جلدی سے باہر نکل گئی۔ "ہاں نک! تم سناؤ کیا حال ہے؟" غلام سیٹھ نے کہا۔

"ٹھیک جناب ــــــ آج کل تو مسٹر نواز نے ہنگامہ کیا ہوا ہے۔" نک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نواز ــــــ" غلام سیٹھ نے ٹھنڈی سانس لی۔ "نواز کی وجہ سے تو میرا طوطی بولنے لگا ہے۔ بلاشبہ اس شخص نے پورے گروہ کو بین الاقوامی حیثیت دلائی ہے۔ آج ساری دنیا میں جہاں جہاں منشیات کی مانگ ہے' غلام سیٹھ کے گروہ کی ساکھ ہے۔ شاہراہ حشیش پر اس گروہ کے سامنے کوئی نہیں ہے۔ اور جو ہیں وہ اب مجھ سے تعاون کرنے کے خواہشمند ہیں۔"

"یہ حقیقت ہے جناب!" نک نے کہا۔ میں خاموش تھا۔ غلام سیٹھ کی تعریف سے میرے ذہن میں کوئی خوشی نہیں پیدا ہوئی تھی۔ کاش میں اپنے وطن کے لیے کوئی اچھا کام کر کے اتنا مشہور ہوا ہوتا تو واقعی فخر سے سربلند کر سکتا تھا۔ منشیات کے ایک سمگلر کی حیثیت سے اگر مجھے شہرت ملی تھی تو یہ بھی کوئی شہرت تھی۔ البتہ سردارے بچوں کی طرح سوچتا تھا۔ اس کے چہرے کی سرخی نمایاں تھی اور اس کی آنکھوں سے مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔

"خیر ــــــ اب کیا پروگرام ہے نواز؟" غلام سیٹھ نے پوچھا۔

"کوئی باقاعدہ پروگرام نہیں ہے۔"

"بھئی آج رات مجھے فرصت ہے۔ اس بار میں نے ایسا ہی پروگرام طے کیا تھا کہ کم از کم ایک رات تو تمہارے ساتھ گزرے' چنانچہ آج ہم بہت سی باتیں کریں گے۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے نک؟"

"اس خوش نصیبی کو اعتراض کہا جائے گا غلام سیٹھ ——"

"بہرحال بھئی! تمہارا شکریہ —— ویسے برن میں تمہاری کارکردگی سے مطمئن ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے نواز —— اس پوری پٹی پر، جس پر تم نے اب تک سفر کیا ہے، میرے کسی بھی کارکن کو کمزور پایا؟"

"نہیں غلام سیٹھ —— اور بہرحال میں نے دل ہی دل میں آپ کی اس کوشش کی داد دی ہے۔ آپ نے جگہ کی مناسبت سے ایسے مکمل لوگوں کا انتخاب کیا ہے کہ بس —— کوئی جواب نہیں ان کا ہر شخص اپنی جگہ پر ایک مخصوص حیثیت رکھتا ہے۔"

"یہ حقیقت ہے نواز —— میں نے ابتدا سے اس بات کا خیال رکھا ہے کہ میرے کارکن ذہنی طور پر بلند ہوں۔ تم یقین کرو، میں اپنی آمدنی کا تین چوتھائی حصہ اپنے باصلاحیت کارکنوں پر خرچ کرتا ہوں۔ صرف اس تصور کے ساتھ عمدہ لوگ عمدگی سے کام کریں گے۔"

"مجھے یقین ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔

"اس کے باوجود —— تمہیں میری طرف سے مکمل اختیار ہے اگر کہیں کوئی جھول محسوس کرو تو میری رائے لینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"یہ تو میرا فرض ہے جناب۔"

"یقیناً"۔ ویسے مجھے تمہارے اوپر واقعی حیرت ہے۔"

"کس سلسلے میں؟"

"میرے تصور میں بھی نہیں تھا کہ تم اس قدر شاندار نکلو گے تم نے چن چن کر ایسے شکار کیے جن کے بارے میں، میں بھی صرف سوچ کر رہ جاتا تھا، ہربنس کوئی معمولی شے نہیں تھی، اور پھر سوبیستا اور یہ تھامپسن —— جانتے ہو تھامپسن کون تھا؟"

"کیوں —— اس کی کوئی مخصوص حیثیت بھی ہے۔" میں نے پوچھا۔

"اوہو —— اس کا مطلب ہے کہ تم نے ایک نڈر شیر کی طرح اسے چیرپھاڑ کر برابر کر دیا۔ اس کی قوت کے بارے میں تم نے اندازہ لگانے کی کوشش نہیں کی۔"

"اس کی قوت تو سامنے تھی —— اور کیا اندازہ لگاتا۔" میں نے کہا۔

"نہیں میری جان —— نہیں۔ تمہاری کامیابی کا ایک راز اور بھی ہے۔ تم دشمن کو صرف دشمن سمجھ کر وار کر دیتے ہو۔ یہ نہیں سوچتے کہ وہ کس قدر خونخوار ہے۔"

"اس کی ضرورت ہی نہیں پیش آتی جناب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے یہ بھی سوچا کہ آخر یہاں کی پولیس اس کے لیے اس قدر بھاگ دوڑ کیوں کر رہی ہے؟"

"ہاں اس کے کافی رسوخ ہیں۔"

"اس کی وجہ معلوم ہے؟"

"نہیں۔"

"دراصل اس کی موت سے ایک بہت طاقتور پارٹی کا زبردست نقصان ہوا ہے۔ یہ پارٹی آئندہ انتخابات میں حصہ لینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اور تھامپسن اس کا ایک سرگرم کارکن بھی تھا۔ پارٹی کے بارے میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ موجودہ حکومت سے کافی زیادہ طاقتور ہے اور یقین ہے کہ آئندہ انتخابات میں اس کا مقابل کوئی نہیں ہوگا۔"

"خوب" میں نے تعجب سے کہا۔ "پارٹی کے بیشتر افراد موجودہ حکومت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ ان میں انتظامیہ کے شعبے بھی شامل ہیں۔ اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ پولیس تمہارے لیے اس قدر تگ و دو کیوں کر رہی ہے۔"

"ہاں۔" میں نے گہری سانس لی۔

"بہرحال تمہارے بارے میں، میں ساری خبریں رکھتا ہوں، چنانچہ یہاں کی صورت حال دیکھ کر ہی میں نے فوری طور پر یہاں آنا ضروری سمجھا۔"

"میرے لیے اب کیا حکم ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تمہارا کیا پروگرام تھا؟" غلام سیٹھ نے پوچھا۔

"میں بس برن چھوڑنے پر غور کر رہا تھا۔"

"کہاں جاتے؟"

"بلیک فارسٹ۔" میں نے جواب دیا۔

"بالکل ٹھیک —— تمہاری اگلی منزل وہی ہے۔ لیکن اب ان حالات میں، برن کے سارے راستوں پر تمہاری چیکنگ ہو رہی ہے۔ حکومت نے تمہاری شناخت کے لیے بڑی بڑی تیاریاں کی ہیں۔ کیا تم آسانی سے یہاں سے نکل سکو گے؟"

"کوشش کروں گا جناب۔"

"میرا خیال ہے، خاصی مشکل بات ہے۔" غلام سیٹھ نے کہا۔

"لیکن میں بہرحال نکل جاؤں گا۔" میں نے پورے بھروسے سے کہا۔

"بھئی میں تمہیں چیلنج نہیں کرتا —— بے حد مشکل کام ہے۔ لیکن اگر تم چاہو تو ہم تھوڑی سی تفریح کر سکتے ہیں۔"

"جی —— فرمایئے۔"

"میرا خیال ہے حکومت، برن نے تمہارے لیے کافی تیاریاں کی ہیں۔"

"یقیناً" جو حالات آپ نے بتائے ہیں ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

"تو وہ آسانی سے تمہیں نہیں نکلنے دے گی۔"

"میرا خیال ہے، میں سمجھ رہا ہوں۔"

"کیا تم پندرہ دن کے اندر اندر مجھے فرینکفرٹ کے "لین گیز" میں رپورٹ دے سکتے ہو؟"

"پیش کر دوں گا۔" میں نے اعتماد سے کہا۔

"تب پھر میں آج سے ٹھیک پندرہویں دن لین گیز میں تمہارا انتظار کروں گا۔" غلام سیٹھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بصورت دیگر اگر تم سوئس پولیس کے ہاتھ لگ جاؤ تو کسی قسم کی فکر مت کرنا۔ گروہ کے سارے راز، راز رہنے چاہئیں۔ بیس روز انتظار کے بعد تمہیں پولیس کے قبضے سے نکالنے کی جدوجہد کی جائے گی اور بہرحال یہ کام ناممکن نہیں ہوگا۔" غلام سیٹھ نے بڑے اعتماد سے کہا۔

"اوکے چیف!"

"خوب۔ یہ شرط تو بہت دلچسپ رہی۔" تنک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نواز کی صلاحیتوں پر مجھے بے حد اعتماد ہے مسٹر تنک!" غلام سیٹھ نے کہا اور تنک گردن ہلانے لگا۔

وہ رات غلام سیٹھ کے ساتھ گزری۔ آدھی رات تک گفتگو ہوتی رہی۔ بڑی دلچسپ گفتگو تھ میں نک کی بیوی ارشیا بھی شریک رہی۔ غلام سیٹھ اس سے قبل اتنے کھلنڈرے موڈ میں کم ہی نظر آ خاصے لطیفے رہے۔ دوسرے دن صبح کے ناشتے کے بعد اس نے واپسی کا اعلان کر دیا۔ "ٹھیک نواز ـــــ اوکے نک! اب مجھے اجازت دو۔"

"اوہ' جناب کہاں تشریف لے جائیں گے؟" نک نے پوچھا۔

"بس یہ باہر جانے کے بعد سوچیں گے۔" غلام سیٹھ نے کہا۔

"میں گاڑی نکالوں؟" نک نے پوچھا۔

"کیا وہ فضا میں پرواز کر سکتی ہے؟" غلام سیٹھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ـــــ؟"

"ہاں بھئی' مجھے ہوائی جہاز کی ضرورت ہے' کار کی نہیں۔"

"آپ فرمائیں' جہاں کے لیے حکم دیں' سیٹ بک کرا دوں؟"

"بس نک اجازت دو ـــــ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے کہاں کہاں جانا ہے۔ رات بہت د رہی۔" غلام سیٹھ نے کہا پھر اس نے ہم سے مصافحہ کیا اور پھر خلیل کے ساتھ باہر نکل گیا۔ اس کی پیشکش بھی قبول نہیں کی تھی۔ جو کار اسے لے کر آئی تھی وہ بھی واپس جا چکی تھی۔ نک نے ایک سانس لی اور پھر میری اور سردارے کی کلائیاں پکڑتے ہوئے بولا۔

"آؤ دوستو ـــــ غلام سیٹھ بے حد پراسرار ہے۔ چنانچہ ہم لوگ ایک ایک کافی اور پئیں۔" کے دوران نک نے تشویش ناک لہجے میں کہا "جو کچھ غلام سیٹھ نے بتایا ہے۔ یقین کرو' مقامی باشندہ کے باوجود مجھے اتنی تفصیل معلوم نہیں تھی۔"

"ہوں۔" میں نے مختصرا" کہا۔

"پھر اب کیا پروگرام ہے مسٹر نواز؟"

"ابھی تک تو کچھ نہیں۔"

"آپ نے غلام سیٹھ کا چیلنج قبول کر لیا ہے۔"

"یقیناً" ـــــ!" میں نے جواب دیا۔ اور نک کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے پر خیال اندا گردن ہلائی۔ "پال ڈریکر ـــــ" وہ آہستہ سے بولا اور میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ "میرا خیال۔ یقیناً" ہمارے کام آئے گا۔" اس نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔ میں نے اب بھی اس سے کچھ نہیں کہا۔ میں خاموش نگاہوں سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ "میرا خیال ہے مسٹر نواز ـــــ ہم آج ہی کسی طر سے مل لیں۔" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کس سے؟" میں نے سرد مہری سے پوچھا۔

"پال ڈریکر سے ـــــ وہ یقیناً" ہمارے کام آسکے گا اور پھر ـــــ"

لیکن میں نے سرد لہجے میں درمیان میں اس کی بات کاٹ دی۔

"نہیں مسٹر نک! آپ اس سلسلے میں بالکل فکر نہ کریں۔"

"آپ سنیں تو سہی' دراصل پال ڈریکر مخالف پارٹی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ خطرناک ـــــ"

"مسٹر نک پلیز ـــــ میرے خیال میں آپ یہ موضوع ختم کر دیں۔" میں نے کسی قدر خشک لہجے کہا اور نک چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب ـــــ میں سمجھا نہیں مسٹر نواز؟"

"مسٹر نک! غلام سیٹھ بھی میری مدد کر سکتا تھا۔ لیکن ہم نے اپنی صلاحیتوں پر شرط بدی ہے۔"

"اوہ' تو آپ ـــــ" نک نے ایک گہری سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں ـــــ میں صرف خود پر بھروسہ کروں گا۔ کیوں سردارے؟"

"بالکل ٹھیک چیف! شرط میں بھی ایمانداری ضروری ہے۔ اگر ہم دوسروں کی مدد لے کر یہاں سے نکلے پھر اس میں خوبی کیا رہی؟" سردارے نے جواب دیا۔ اور نک تحسین آمیز نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھنے لگا۔

"واقعی ـــــ انوکھے ہیں آپ لوگ۔" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم یہ غور کرو نک ـــــ کہ اس خطرناک پیشے میں ہونے کے باوجود مسٹر نواز اصول پسند ہیں۔"

"یقیناً" یہ معمولی بات نہیں ہے۔ ویسے ارشیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے چہرہ شناسی کے سلسلے میں کافی وقت ضائع کیا ہے۔"

"ہاں مجھے علم ہے۔"

"مسٹر نواز کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ برے پیشے میں ہونے کے باوجود برے انسان نہیں ہیں۔"

"یہ تو میں بھی بتا سکتی تھی۔" ارشیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور میں بھی مسکرانے لگا۔ بہرحال پھر ہم آرام کرنے آ گئے۔ اور اپنے کمرے کی ایک کرسی پر بیٹھ کر میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔ سردارے خود میری طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے نگاہیں ملتے ہی مسکرا دیا۔ "کیا خیال ہے سردارے؟"

"استاد زندہ باد" سردارے نے مست انداز میں کہا۔

"مردہ باد بھی ہو سکتے ہیں۔ اب کوئی ترکیب سوچو۔"

"آپ کے ذہن میں کیا ہے استاد؟" سردارے نے میری آنکھوں میں دیکھا۔

"بھروسہ کرو گے؟"

"کیوں نہیں"

"تو یقین کر لو ابھی تک میں نے کچھ بھی نہیں سوچا اور یہ بھی یقین کر لو کہ بہرحال ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔"

"دونوں باتوں پر یقین کر لیا استاد! کیونکہ میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔" سردارے نے عقیدت بھرے لہجے میں کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"چلو ٹھیک ہے۔ لیکن بات یونہی ختم نہیں ہو جاتی سردارے۔"

"سوچو استاد ـــــ یوں سمجھ لو' تم دماغ ہو ـــــ میں عمل ہوں۔ جو کہو گے کروں گا۔"

"کام کوئی ایسا ہونا چاہئے سردارے کہ بس ـــــ دوسرے دیکھتے رہ جائیں۔"

"میرے ذہن میں بھی یہی خیال ہے استاد۔"

"کیا ـــــ؟"

"ہم نے تھامپسن کو قتل کیا ہے۔ وہ لوگ ہمارے بارے میں بہت آگے کی باتیں سوچ رہے گے۔ ہمیں کسی ایسے انداز میں یہاں سے نکلنا چاہئے کہ وہ سوچ بھی نہ سکیں۔"

"مجھے تمہاری اس رائے سے اتفاق ہے سردارے! بہرحال غلام سیٹھ نے ہمیں پندرہ دن دیے میرے خیال میں یہ کافی وقت ہے۔ ہم اس دوران کچھ نہ کچھ ضرور کرلیں گے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔

غلام سیٹھ کی شرط بہت دلچسپ تھی۔ میں اندازہ لگا چکا تھا۔ کہ مقامی پولیس کتنی سختی سے میری تلاش کر رہی ہے۔ بہرحال میں نے غلام سیٹھ سے وعدہ کرلیا تھا لیکن ابھی تک کوئی ترکیب میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ غلام سیٹھ کو گئے ہوئے دوسرا دن تھا اور ابھی تک میں اپنی روانگی کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ بہرحال پھر میں نے باہر نکلنے کا فیصلہ کرلیا۔ یہاں تو کچھ نہیں ہو سکے گا جب تک باہر نکل کر ہاتھ پاؤں نہ ہلائے جائیں اور پھر باہر نکلنے کے لیے ایک لائحہ عمل طے کر کے ہم باہر نکل آئے۔ ہمارے چہروں پر مکمل میک اپ تھا۔ ویسے ہم ایک دوسرے سے بالکل الگ تھے اور بڑے لاابالی انداز میں چل رہے تھے۔ کئی گھنٹے آوارہ گردی کی۔ بہرحال یہ اندازہ تو نہیں ہو سکا کہ پولیس کس انداز میں ہمیں تلاش کر رہی ہے۔ بہرحال اندازے ضرور قائم کرتے رہے۔ ایئرپورٹ' بندرگاہ وغیرہ کا رخ کیا۔ باہر جانے کے لیے ذرائع کا جائزہ لیا۔ تقریباً" ساری چیزیں مخدوش تھیں۔ تب ہم ریلوے سٹیشن پہنچ گئے۔ اور پھر میرے ذہن میں ایک خیال آگیا۔ اور میں اس پر غور کرنے لگا۔

بات کچھ دل کو لگ رہی تھی۔ تب میں نے سردارے کو ساتھ لیا اور پھر ایک فینسی ڈریس سٹور پر گئے۔ یہاں ہم نے ریلوے ملازمین کی وردی خریدی۔ یہ وردی ریلوے کے سفری مستریوں کی سی تھی مستری ٹرین کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ میں نے ان مستریوں کا جائزہ لیا تھا۔ بہرحال رسک تو ضرور تھا لیکن ترکیب میرے ذہن میں آئی تھی اور بلاشبہ کامیاب ہو جاتی تو عمدہ ترکیب تھی۔ چھوٹے اوزاروں کا ایک بیگ خریدنے کے بعد ہم واپس آگئے۔ اپنے اس سامان وغیرہ کے بارے میں ہم نے نک وغیرہ کو کچھ نہ بتایا۔ جس وقت ہم گھر واپس پہنچے' نک اور ارشیا موجود نہیں تھے۔

کافی دیر کے بعد وہ واپس آئے تو ہمیں دیکھ کر اچھل پڑے۔

"میرے خدا ——— میں نے شاید سارے برن میں آپ کو تلاش کیا ہے مسٹر نواز!"

"اوہو ——— کیوں؟"

"بس ——— نہ جانے کیوں مجھے احساس ہو رہا تھا کہ آپ کسی الجھن میں نہ پھنس گئے ہوں۔"

"ہوں ——— اس قدر فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے نک۔"

"پھر بھی دراصل ———"

"نہیں نک ——— ایک بات سمجھ لو۔ ہم دونوں کسی بھی وقت خاموشی سے غائب ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں تمہارا سڑکوں پر پریشان پھرتے رہنا کچھ مناسب نہ ہو گا۔"

"اوہ تو آپ مجھے بتائے بغیر ہی برن چھوڑ دیں گے؟"

"ممکن ہے۔"

"میرا خیال ہے مجھے خاصی الجھن رہے گی۔"

"کسی دن بارہ گھنٹے واپس نہ آئے تو سمجھ لینا کہ برن سے نکل گئے۔"

"بہرحال خود میری دلی خواہش ہے کہ آپ کامیاب ہوں۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا اور پھر ہم دوسری باتیں کرنے لگے۔ ہم نے نک کو اپنے پروگرام کی ہوا بھی نہ لگنے دی تھی۔ بات کچھ بھی نہیں تھی۔ بس ہم اپنے بارے میں کسی کو بتانا نہیں چاہتے تھے۔ اس رات میں بہت دیر تک جاگتا رہا۔ مجھے بھی نیند نہیں آئی تھی۔ "جاگ رہے ہو استاد؟" سردارے نے کروٹ بدلتے ہوئے کافی دیر تک جاگتا رہا۔ سردارے کو بے چین رکھا۔

"ہاں"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"کل کا پروگرام سردارے ——— میرا خیال ہے ہمیں صبح ہونے سے قبل یہاں سے نکل جانا ہے۔"

"اوہ' جیسا مناسب سمجھو استاد۔"

"یہی بہتر رہے گا۔ دن کی روشنی بہت سے جھگڑے پیدا کر سکتی ہے لیکن صبح کا وقت ———"

"پھر بہت صبح ہی چلنا پڑے گا استاد ——— سٹیشن تک کا سفر پیدل ہی کرنا پڑے گا۔"

"کیوں؟"

"تب پھر الگ الگ چلیں گے۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔"

"وردی پہن کر چلو گے؟"

"ہاں' بہت سے لوگ اس وقت ڈیوٹی پر جاتے ہوں گے۔" میں نے جواب دیا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ بہرحال وہ میرے ہر فعل سے اتفاق کرتا تھا۔ چنانچہ اس رات ہم یونہی سے سوئے۔ صبح کے اجالے کا اس وقت دور دور تک پتہ نہ تھا جب ہم نے بستر چھوڑ دیے۔ وردیاں پہنیں' دوسری ضروری چیزیں سنبھالیں اور مکان کے عقبی حصے سے باہر نکل آئے۔ سڑکوں پر روشنیاں اور ٹیکسیاں دونوں موجود تھیں۔ ہم ایک ٹیکسی میں ریلوے سٹیشن چل پڑے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم سٹیشن کی عمارت میں داخل ہو رہے تھے۔ یہ دیکھ کر بڑا سکون ہوا کہ ہمارے جیسے دوسرے لوگ بھی وہاں موجود تھے اور بے روک ٹوک پھر رہے تھے۔ چنانچہ ہم کسی حد تک پرسکون ہو گئے۔ اب صرف ٹرین کا انتظار تھا اور اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ٹرین کب آئے اور ہمیں کتنا انتظار کرنا پڑے

اور پھر پورے تین گھنٹے انتظار کرنا پڑا تھا۔

خوبصورت ٹرین جرمن سرحد کی طرف جا رہی تھی۔ ہم لوگ آنکھیں بند کر کے اس میں سوار ہو گئے۔ کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ ویسے سٹیشن پر بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ ہماری تلاش کس طرح کی جا رہی ہے۔ بے شمار مشتبہ افراد نظر آئے تھے جن کے پاس ٹارچ نما آلات تھے۔ بعد میں پتہ چلا کہ ان آلات سے میک اپ کا پتہ چل جاتا ہے۔ اور آلات ہر وقت کام کرتے رہتے ہیں۔ گویا اگر اس وقت ہم میک اپ میں ہوتے تو ہماری پول کھل جاتی۔

ٹرین کا سفر شروع ہو گیا۔ بہرحال اطمینان تو اب بھی نہیں تھا اور اس وقت تک نہیں ہوا جب تک ٹرین سوئٹزرلینڈ کی سرحد عبور نہ کر گئی۔ اب وہ جرمنی اور فرانس کی سرحد پر جا رہی تھی۔ جب ہمیں اس کے بارے میں معلوم ہو گیا تو ہم نے سکون کی گہری گہری سانسیں لیں۔

"استاد ــــــــ!" سردارے آہستہ سے بولا۔

"ہوں"

"میرے خیال میں اب یہ لباس بدل لینا چاہیے۔ کیونکہ ریلوے کا عملہ ہماری طرف مـ ہے۔"

"مناسب خیال ہے جاؤ ــــــــ پہلے تم لباس بدل آؤ۔" میں نے کہا اور سردارے باہ داخل ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں نے لباس بدل لیے تھے۔ اور پھر ہم اطمینان سے ہمارے ساتھ کے مسافر زیادہ تر جرمن تھے۔ خوش اخلاق اور کھلنڈرے۔

بہرحال فرائی برگ پہنچ گئے اور فرائی برگ سٹیشن پر اترنے کے بعد ہم نے مسکراتے ، دوسرے کی شکل دیکھی۔

"استاد!" سردارے خوشی سے بھرپور لہجے میں بولا۔

"ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گویا ہم کامیاب ہو گئے۔"

"ہوں۔"

"یقین نہیں آتا چیف ــــــــ اتنی معمولی سی کوشش سے اتنی آسانی سے یہ سب کچھ ہو گیا"

"تجویز تمہاری ہی تھی سردارے ــــــــ یہ حقیقت ہے کہ اگر ہم شایان شان طریقے سے نکلنے کی کوشش کرتے تو دھر لیے جاتے۔ انہوں نے اس بارے میں نہیں سوچا۔"

"بہرحال استاد! میں بے حد خوش ہوں۔ یوں سمجھو' قدرت اور قسمت بھی ہمارا ساتھ دیتی ہے"

"یقیناً"۔" میں نے دل سے کہا "ہمارے اپنے اعمال کچھ بھی ہوں' خدا کی رحمت بے پایاں انسان کے لیے ہے۔" سردارے نے عجیب نگاہوں سے میری طرف دیکھا تھا۔ بہرحال ہم نے چار دیکھا اور پھر سردارے بولا۔

"ویسے اب کیا پروگرام ہے استاد؟"

"بارہ دن اور بارہ راتیں باقی ہیں ــــــــ عیش کرو۔" میں نے جواب دیا۔ "استاد!" سردا عجیب سے انداز میں کہا "کیا تمہیں عورت کی شکل یاد ہے؟"

"بھول گیا یار" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"درحقیقت استاد ــــــــ پچھلے کچھ دن اس معاملے میں تو بہت ہی خشک گزرے۔ بہرحال یہاں قسمت میں کیا لکھا ہے۔ ویسے مجھے ابھی تک یقین نہیں آیا کہ ہم سوئٹزرلینڈ کی پولیس کو د کر اتنی آسانی سے نکل آئے۔"

"ہاں۔ کام نہایت خوبصورتی سے ہو گیا۔" میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اور ہم سٹیشن سے آئے۔ فرائی برگ جرمنی کے سب سے خوبصورت علاقے بلیک فارسٹ کا سب سے بڑا شہر ہے۔ باہر آتے ہی ہمیں ٹرام مل گئی جو طویل سفر کرتی تھی۔ چونکہ سیر کی ٹھہری تھی اس لیے ہم دونوں سوار ہو گئے اور پھر فرائی برگ کے ایک خوبصورت قصبے میں اتر گئے۔

بلیک فارسٹ کا حسن چاروں طرف بکھرا پڑا تھا۔ کسی مناسب جگہ بھی ٹھہر سکتے تھے لیکن مقصد اس لیے قصبے کی کیمپنگ تلاش کی۔ کیمپنگ جنگل کے دامن میں واقع تھی۔ اور توقع

ی کافی سیاح موجود تھے۔ جن میں لڑکیاں اور مرد دونوں شامل تھے۔ ہم نے مفصل معلومات حاصل خیمے وغیرہ کرایہ پر بھی مل جاتے تھے اور خریدے بھی جا سکتے تھے۔

ہرحال کرائے پر خیمہ حاصل کر لیا گیا۔ خیمہ دینے والوں ہی نے اسے نصب کرنے کے لیے مناسب انتخاب کیا تھا' جگہ ہمیں بھی پسند آئی تھی۔ چنانچہ ہم نے ان سے اتفاق کیا اور ہم خیمے میں فروکش ہو

ن لوگوں کے چلے جانے کے بعد سردارے نے گہری سانس لی اور مسکراتے ہوئے بولا۔ "جگہ تو عمدہ ف!"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"خاصے عمدہ چہرے نظر آئے ہیں۔"

"ہوں ــــــــ میں نے دیکھے ہیں ہمارے پڑوس کے خیمے بھی برے نہیں ہیں۔"

"اوہو ــــــــ واقعی ــــــــ میں نے غور نہیں کیا۔"

"اب کر لینا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سردارے بھی ہنسنے لگا۔ تھوڑی دیر تک ہم خیمے میں اور پھر اس وقت باہر نکلے جب باہر کسی قدر شور کی آوازیں سنائی دیں۔ عجیب سا شور تھا ہم باہر نکل ۔ آواز پڑوس کے خیمے سے ہی آ رہی تھی۔ ہمارے علاوہ اور کوئی اس طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ ہم ن آوازوں کو غور سے سنا۔ "اوہ' پپا۔ پپا" ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"بڑھو ــــــــ آگے بڑھو ــــــــ اتحادی فوجوں کو تہہ و بالا کر کے رکھ دو۔ بڑھو دلیرو ــــــــ آگے ۔" ایک بھاری آواز نے کہا۔ اور پھر کوئی خیمے کا پردہ ہٹا کر باہر نکل آیا۔

"پپا ــــــــ پلیز پپا۔" دونوں لڑکیاں طویل القامت بوڑھے کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر روکنے کی ش کر رہی تھیں۔

"نہیں رک سکتا۔ جرمن سیلاب اب روکے نہیں رک سکتا۔ مشرق وسطیٰ میں جو کام میرے سپرد کیا گیا اسے کون روک سکے گا۔ یہ ریگستان میرے ہیں۔ یہ مجھ سے تعاون کریں گے۔" طویل القامت بوڑھے خونخوار لہجے میں کہا۔

"بہت خوب۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"بوڑھا نشے میں ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ اور یہ خاصی خطرناک بات ہے۔ بے چاری لڑکیوں کو کافی پریشانی اٹھانی پڑ رہی ہے۔ انسانیت کا ہے کہ ہم ان کی مدد کریں۔"

"ہاں' انسانیت کا اس سے بڑا تقاضا اور کیا ہو سکتا ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور سردارے آپے باہر ہو گیا۔ وہ فوجی انداز میں مارچ کرتا ہوا آگے بڑھا اور بوڑھے کے سامنے جا کر اس نے ایک زوردار شا مارا۔

"ہر ــــــــ ہٹلر!" بوڑھے نے ایک ہاتھ آگے بڑھایا۔

"ہر ہٹلر ــــــــ!" سردارے نے بھی اسی کے انداز میں کہا۔

"کیا خبر لائے ہو کرنل ــــــــ جنرل منٹگمری اب کون سی چال چل رہا ہے؟"

"ہنس کی چال چل رہا ہے جناب ــــــــ اپنی بھول گیا ہے۔" سردارے نے جلدی سے جواب دیا۔

"اوہ۔ وہ کوئی چال ہے' اطمینان رکھو' رومیل کو شکست دینا آسان کام نہیں ہے۔" بوڑھے نے سینہ تانتے ہوئے کہا۔

دونوں لڑکیاں ایک دم سنجیدہ ہو گئی تھیں۔ وہ سردارے کو گھور رہی تھیں۔ ایک نے میری طرف دیکھا تھا۔

"یقیناً" یہاں منٹگمری کی کوئی چال کامیاب نہیں ہو سکتی۔"

"ارے وہ حیثیت ہی کیا رکھتا ہے ——— میرے سامنے ——— کل کا لڑکا۔" بوڑھے نے

"ہاں پرسوں تک نیکر پہنے پھرتا تھا۔" سردارے بولا۔

"کیا پہنے پھرتا تھا۔" بوڑھا چونک کر بولا۔

"میرا مطلب ہے ہاف پینٹ ——— ہاف پینٹ" سردارے بولا۔

"مگر میں نے اسے کبھی ہاف پینٹ پہنے نہیں دیکھا۔"

"میں نے دیکھا ہے۔" سردارے نے کہا۔

"اچھا ———" اچانک بوڑھے نے رازدارانہ انداز میں کہا اور پھر سردارے کی طرف جھک کر "کیسا لگتا تھا؟"

"بالکل بے کار ——— فضول ——— ہونہہ۔" سردارے نے منہ بنا کر کہا۔

"کیا بکواس ہے؟" بوڑھا اچانک بگڑ گیا۔

"پپا ——— پپا پلیز ——— اندر چلئے۔" لڑکیاں پھر آگے بڑھیں۔

"اوہ نہیں بے بی ——— رومیل کے قدم ہمیشہ آگے بڑھتے ہیں۔ تم ہمیں بزدلی کا طعنہ نہیں دے سکتیں۔"

"آگے بڑھیں جنرل ——— اتحادی فوجیں ہتھیار ڈال رہی ہیں۔" سردارے بولا۔

"کہاں ڈال رہی ہیں' جہاں بھی ڈالیں فوراً "اٹھالو۔" بوڑھا جلدی سے بولا۔

"مسٹر ——— کیا آپ بھی غلط پی گئے ہیں؟" ان میں سے ایک لڑکی تنک کر بولی۔

اب میں آگے بڑھا اور ان سب کے قریب پہنچ گیا۔

"آپ کے ساتھی بھی شاید ملاوٹ کی شراب پی گئے ہیں۔" وہی لڑکی مجھ سے بولی۔ "کیا مطلب؟"

"اوہ ——— آپ پپا کی حالت دیکھ رہے ہیں۔ دراصل اگر شراب میں کسی قسم کی ملاوٹ ہو تو یہی حال ہو جاتا ہے۔ کہیں سے غلط مل گئی۔" لڑکی پریشانی سے بولی۔

"اور اگر خالص پیتے ہیں تب؟" میں نے پوچھا۔

"کبھی نشہ نہیں ہوتا۔"

"کمال ہے۔" میں نے شانے اچکائے۔

"آپ کے ساتھی بھی بہک رہے ہیں۔ دونوں مل کر ہنگامہ نہ شروع کر دیں۔ براہ کرم پپا کو پکڑ کر خیمے میں پہنچانے میں ہماری مدد کریں۔"

"مگر یہ ان پر رومیل کا بھوت کیوں سوار ہو گیا ہے؟"

"اوہ۔ انہیں تاریخی کتابوں سے بہت دلچسپی ہے۔ پینے کے دوران الامین کی تفصیل پڑھ رہے تھے"

"بہت خوب۔ لیکن کیا انہیں پکڑنا آسان ہو گا؟ خاصے قوی ہیکل ہیں۔"

"عام طور سے ہاتھاپائی نہیں کرتے' آپ کوشش تو کریں۔" لڑکی نے کہا اور میں نے سردارے کو آواز دی۔ تب بوڑھے نے چونک کر میری طرف دیکھا اور پھر وہ اچھل پڑا۔

"اتحادی جاسوس ——— کرنل اسے پکڑو۔ یہ اتحادی جاسوس ہے۔" اس نے سردارے سے کہا۔ پھر اپنی کمر ٹٹول کر بولا۔ "ارے میری سٹین گن کہاں گئی؟ ارے ارے ———"

"وہ کھڑی ہے۔" سردارے نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا اور میرے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ لڑکیوں نے بھی اس کا جملہ سن لیا تھا لیکن ان پر کوئی رد عمل نہیں ہوا۔

"ارے۔ اسے پکڑو' یہ ہماری فوجوں کے راز لے جائے گا۔" بوڑھا روہانسی آواز میں بولا۔ "میں اسے گرفتار کر کے آپ کی چھاؤنی میں لیے چلتا ہوں جنرل! آپ بے فکر رہیں۔"

"ہاں شاباش۔ ہوشیاری سے' حملہ نہ کر دے۔ شاباش۔" خود بوڑھا پینترے بدلنے لگا اور سردارے میرے پاس پہنچ گیا۔

"آؤ استاد ——— گرفتار ہو جاؤ۔ عمدہ موقع ہے۔" اس نے کہا اور میری کمر سے ہاتھ لگا دیے۔

"بزدار ——— چلو خیمے میں چلو۔" اس نے کہا اور میں آگے بڑھنے لگا۔ بوڑھا ہم دونوں کے پیچھے تھا اور اس کے پیچھے لڑکیاں۔ لیکن ان میں سے ایک کی شکل سے بے زاری ٹپک رہی تھی۔ یوں ہم ان کے خیمے میں داخل ہو گئے۔

خیمہ خاصا کشادہ تھا اور عمدہ سامان سے آراستہ تھا۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اچھی حیثیت کے مالک ہیں۔ بوڑھا ہمارے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا پھر اس نے سردارے کو مخاطب کیا۔

"کرنل ———!"

"یس جنرل ———!" سردارے نے سیلوٹ مارا۔

"ہم اس سے اتحادی فوجوں کے راز معلوم کریں گے۔"

"ضرور کریں گے جنرل۔ کیا میں اس سے سوالات کروں۔"

"ہاں۔" جنرل نے حکم دیا۔

"اے نوجوان ——— تم جانتے ہو کہ تم کس کی قید میں ہو؟"

"نہیں ———" میں ہنس پڑا۔

"تو خوفزدہ ہو جاؤ تم جنرل رومیل کے قیدی ہو۔"

"اوہ۔" میں نے لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ بے زار لڑکی بدستور خشک سی شکل بنائے بیٹھی تھی۔ دوسری لڑکی ہنس رہی تھی۔

"چنانچہ اب تمہیں اتحادی فوجوں کے راز اگلنے ہوں گے۔"

"میں تیار ہوں۔" میں نے بھی دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"کیا میں اس سے سوالات کروں جنرل؟" سردارے نے پوچھا۔

"اجازت ہے۔" بوڑھے نے کہا۔

"تو اے اتحادی جاسوس ——— ہمیں بتاؤ کہ اتحادی فوجیں صبح کو ناشتے میں کیا کھاتی ہیں؟" سردارے نے پوچھا۔

"بھوسی ٹکڑے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا پیتی ہیں؟"

"ٹھنڈا پانی۔"

"پوائنٹ نوٹ کیا جائے جنرل!" سردارے نے سر جھکا کر کہا۔

"نوٹ کیا۔" بوڑھے نے متجسس انداز میں کہا۔

"پپا-----!" دوسری لڑکی چیخ پڑی۔ "ہوش میں آئیں۔ آپ نے کیا تماشہ بنوا رکھا ہے۔"

"خاموش' خاموش۔ مفید معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔" بوڑھے نے کہا اور پھر سردارے کو آنکھ سے اشارہ کیا۔ "سوال کرو کرنل! سوال کرو۔"

"پلیز----- آپ لوگ----- آپ لوگ پپا کا مذاق نہ اڑائیں۔" لڑکی براہ راست ہم سے بولی اور پھر وہ دوسری لڑکی کی طرف رخ کر کے بولی "جین----- تم پپا کو پلاؤ----- ان کا سو جانا ہے۔"

"اور نہ سوئے تو پھر وہ باقاعدہ جنگ شروع کر دیں گے۔" دوسری لڑکی ہنس پڑی۔

"تم ہنس رہی ہو؟" پہلی نے ملامت آمیز انداز میں کہا۔

"کیوں نہ ہنسوں----- پپا خود اپنے مرض میں گرفتار ہیں۔" دوسری لڑکی نے کہا۔

"اونہہ----- تب سب جہنم میں جاؤ۔" پہلی لڑکی نے کہا اور پیر پٹختی ہوئی خیمے سے باہر نکل گئی۔ سردارے نے آنکھ سے اشارہ کیا تھا۔ میں چند ساعت رکا اور پھر میں بھی باہر نکل آیا۔

"اپنے عقب میں میں نے بوڑھے کی بھرائی ہوئی آواز سنی تھی----- "ارے----- ارے گیا----- نکل گیا۔"

بہرحال میں وہاں رکا نہیں۔ بہت بڑی کامیابی ہوئی تھی۔ غلام سیٹھ کا خیال تھا کہ میرا سوئٹزر لینڈ نکلنا ناممکن ہے۔ لیکن میں جس سکون سے نکل آیا تھا' مجھے اس پر حیرت تھی۔ اور اب----- بہت سے کوئی تفریح نہیں کی تھی اس لیے ذہن پوری طرح تفریح کی طرف راغب تھا۔ اور لڑکیاں بری نہ تھیں بشرطیکہ کام بن جائے۔ باہر نکل کر میں نے اسے تلاش کیا خیمے سے زیادہ دور نہیں گئی تھی۔ میں اس طرف بڑھ گیا۔

"ہیلو-----!" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"جی----- فرمائیے۔"

"غالباً" آپ ناراض ہو گئیں۔"

"آپ کو----- آپ لوگوں کو میرے جذبات کا احساس ہی نہیں ہوا۔"

"اوہ' سوری----- آپ کو تکلیف پہنچی----- لیکن کس بات سے؟"

"وہ میرے پپا ہیں۔" لڑکی نے کہا۔

"یقیناً" ہیں۔"

"اب یہ ان کی کمزوری ہے کہ بعض اوقات بہک جاتے ہیں لیکن کسی بہکے ہوئے آدمی کو تفریح کا ذریعہ بنانا کہاں کی شرافت ہے؟" لڑکی نے کہا۔

"واقعی آپ کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہو گی۔ لیکن آپ نے دیکھا ہو گا کہ میں ان لوگوں کے سا

شریک نہیں تھا۔ انہوں نے تو خود ہی مجھے گھسیٹ لیا تھا۔"

"ہاں جین بہت بدتمیز ہے۔"

"اور میرا ساتھی بھی بڑا احمق ہے۔ میں اسے ڈانٹوں گا۔"

"ارے نہیں۔ اب ڈانٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پپا خود بھی تو تماشہ بن جاتے ہیں۔" اس نے نرم لہجے میں کہا اور میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔

"جیسی آپ کی مرضی۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"آپ کا خیمہ کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"یہ آپ کے بالکل برابر۔"

"اوہ' تب تو آپ ہمارے پڑوسی ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"ہاں۔"

"اور کون کون ہے آپ کے خیمے میں؟"

"بس ہم دونوں ہی ہیں۔"

"وہ آپ کا دوست ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا نام ہے آپ کا؟" لڑکی اب کھل گئی تھی اور کسی حد تک بے تکلف ہو رہی تھی۔

"ایڈورڈ۔" میں نے فوراً" جواب دیا۔

"اور آپ کے ساتھی کا؟"

"وہ مائیکل ہے۔ ویسے اپنے نام الٹے سیدھے بتاتا رہتا ہے۔ اسے جنون ہے۔"

"دلچسپ ہے' مگر مجھے پپا کا مذاق اڑانے والے بالکل پسند نہیں آتے۔ ارے ہاں' میرا نام جولیا ہے اور میری بہن کا نام جین ہے۔ پپا جانوروں کے مشہور ڈاکٹر ہیں۔ مسٹر جیوٹ۔ شاید آپ نے ان کا نام سنا ہو۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر۔"

"شکریہ۔"

"آپ لوگ----- میرا مطلب ہے آپ صرف تین ہیں؟"

"زیادہ تھے۔ گریج کو وینس میں کچھ کام یاد آ گئے تھے۔ وہ وہاں رک گیا۔"

"گریج کون ہے؟"

"میرا بھائی----- بس ہم چاروں سیاحت کے لیے نکلے تھے۔ اب فرانس واپس جا رہے ہیں۔"

"اوہ' آپ فرنچ ہیں؟"

"نہیں----- برٹش----- مگر فرانس میں رہتے ہیں۔"

"خوب۔ آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی مس جولیا۔"

"آپ تو ہمارے پڑوسی ہیں' ملتے رہیں۔"

"یقیناً" اگر آپ پسند کریں۔"

"نہیں----- میں آپ کو پسند کرنے لگی ہوں۔ نرم مزاج اور نرم گفتار لوگ مجھے بہت پسند ہیں۔ جارج بھی ٹھنڈی اور نرم طبیعت کا انسان تھا۔ بس صرف اسی لیے اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ ورنہ اس

کی صورت کنگاروؤں سے ملتی جلتی تھی۔"

"جارج کون تھا؟"

"میرا دوست۔ لوگوں کا خیال تھا کہ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ مگر لوگوں کا خیال غلط تھا۔ جارج نے اپنی محبوبہ سے شادی کرلی اور مجھے کوئی اعتراض نہ ہوا۔" لڑکی نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

"آپ شادی شدہ ہیں مسٹر ایڈورڈ؟"

"نہیں۔"

"اور آپ کا ساتھی؟"

"وہ بھی ازلی کنوارہ ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ مسکرانے لگی۔ پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔

"آپ بھی سیاح ہیں؟"

"ہاں۔"

"کہاں کہاں کی سیر کی آپ نے؟" اس نے پوچھا اور میں اسے اپنی تفریحات کے بارے میں بتانے لگا۔ پھر میں نے اسے اپنے خیمے میں چلنے کی پیش کش کی اور وہ بے تکلفی سے میرے خیمے میں آگئی۔ "بیٹھئے" میں نے کہا اور وہ بیٹھ گئی۔ اس کے بعد دنیا جہان کے قصے ہوئے۔ ایشیا کی باتیں، وینس کی آبی سڑکوں کا ذکر، پیرس کے گنڈولے اور نہ جانے کہاں کہاں کے ذکر۔ وہ بے حد باتونی تھی۔ اسے بیٹھے ہوئے کئی گھنٹے گزر گئے۔ اس نے اپنے بارے میں بھی تفصیل بتائی۔ مسٹر جیوٹ سیاحت پسند تھے۔ لیکن فارغ البال نہیں تھے اس لئے جب بھی کچھ رقم جمع ہو جاتی، اپنے بال بچوں کے ساتھ کوئی تفریحی پروگرام بنا لیتے اور جب مال ختم ہونے لگتا تو خیر سے گھر لوٹ جاتے تھے۔ دونوں لڑکیاں اور لڑکا بھی اسی کی طرح تفریح پسند تھے۔

"مسٹر گریج وینس میں کیوں رک گئے؟"

"اس نے کہا تھا کہ اسے کام ہے۔ مگر میں اس کا کام خوب جانتی ہوں۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "کیا مطلب؟"

"بس ایک لڑکی تھی۔ اس کا دل اس سے نہیں بھرا۔"

"اوہ۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "آپ کا کوئی بوائے فرینڈ یہاں نہیں ہے مس جولیا؟"

"کوئی بھی نہیں ہے۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"اگر آپ میری معیت قبول کریں تو ------"

"ہاں آپ اچھے انسان ہیں۔ مجھے نرم گفتار لوگ بہت پسند آتے ہیں۔" اس نے کہا۔ "بہت بہت شکریہ۔"

"آپ نے یہاں کی سیر کی مسٹر ایڈورڈ؟" اس نے پوچھا۔

"ابھی نہیں ------ ہم آج ہی یہاں پہنچے ہیں۔"

"اوہ۔ یہ چھوٹا سا قصبہ بہت خوبصورت ہے۔ ہم دونوں یہاں کی سیر کریں گے۔"

"مجھے بے حد خوشی ہوگی۔"

"تو پھر ہماری دوستی طے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل طے ------" میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس نے اپنا نرم و نازک ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے پہلے قدم کے طور پر اس کا ہاتھ چوم لیا اور وہ مسکرا کر رہ گئی۔

پھر میں اس کے ساتھ خیمے سے نکل آیا۔ باہر قدم رکھا ہی تھا کہ سردارے جین کے ساتھ نظر آیا۔ دونوں بے تکلفی سے ہنستے ہوئے آرہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر رک گئے۔ سردارے نے مسکراتے ہوئے مجھے آنکھ ماری تھی۔ میں بھی مسکرا دیا۔

"اوہ جین ------ یہاں آؤ۔" جولیا نے اسے آواز دی۔

"اوہ، ڈیئر جولیا ------ یہ مسٹر جون تو بڑے ہی دلچسپ آدمی ہیں۔" جین ہنستی ہوئی ہمارے قریب آگئی۔

"مسٹر جون!" جولیا نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں مائیکل جون۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ" جولیا نے گردن ہلا دی "ہاں جین ------ یہ لوگ بہت عمدہ ہیں۔ مگر پپا ------؟"

"سو گئے بہت دیر ہوئی سو گئے۔" جین نے جواب دیا۔

"یہ بہت اچھا ہوا۔ یوں بھی پپا کو پینے کے بعد سو جانا چاہئے۔ اب ان سے زیادہ وہسکی برداشت نہیں ہوتی اور جب وہ پینے بیٹھتے ہیں تو انہیں جوانی یاد آجاتی ہے۔" جولیا نے کہا۔

اور پھر اس نے ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا "اچھا اب اجازت، شام کو ملاقات ہوگی۔"

"اوکے۔" میں نے کہا اور جولیا جین کے ساتھ خیمے میں چلی گئی۔ سردارے نے میری طرف دیکھا اور ہنس پڑا۔

"کیوں؟"

"میرا نام مائیکل بتایا تھا استاد؟"

"ہاں"

"چلو کوئی بات نہیں ہے۔ یہی اچھا ہے کہ اس نے مجھ سے تمہارا نام نہیں پوچھا۔"

"جین نے؟"

"ہاں"

"میرا نام ایڈورڈ ہے۔"

"خوب ہے۔ اور جین بھی خوب ہے۔ بڑی بے تکلف لڑکی ہے استاد۔ مگر بری نہیں ہے۔"

"کچھ بات بنی؟"

"کچھ کیا حیثیت رکھتا ہے، بہت کچھ کہو استاد۔ اس نے کھل کر اپنی پسند کا اظہار کر دیا۔ ویسے بھی یہ مغربی لڑکیاں بڑی بے تکلف ہوتی ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے گہری سانس لی۔

"تمہاری پوزیشن بھی خراب نہیں ہوگی استاد۔ ایمانداری سے بتا دو۔"

"بس ایک حد تک ٹھیک ہے۔ دراصل یہ لوگ ان آوارہ گردوں میں سے نہیں ہیں جو دنیا بھول جاتے ہیں۔"

"ہاں یہ تو درست ہے۔" سردارے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر مسکرا کر بولا "ایک بات بتاؤں استاد ------؟"

"ہاں۔"

"بڑے میاں کے لیے شراب خریدنا ہوگی۔ عجیب و غریب شے ہیں۔ پیتے ہیں تو نشہ ہو جاتا ہے۔ سونے کے بعد جاگتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے برسوں سے نہیں پی ہو۔ اگر شام تک جاگ گئے تو پھر اس وقت تک نہیں سوئیں گے جب تک دوبارہ خوب نشہ نہ ہو جائے۔ چنانچہ میرا خیال ہے ان کے لیے شراب کا بندوبست کر لیا جائے۔"

"کیا حرج ہے۔ یہ باتیں تمہیں جین نے بتائی ہیں؟"

"ہاں"

"ویسے کس ٹائپ کی ہے؟"

"ٹھیک ہی ہے استاد——— اب ہم یہ سوچیں کہ انہیں بہکانے والے پہلے مرد ہم ہی ہوں گے تو میرے خیال میں یہ حماقت کی بات ہے۔"

"ہاں۔ ان کا کلچر ان باتوں کو اہمیت نہیں دیتا۔ وجہ یہ بھی ہے۔"

شام ہو گئی۔ ہم لوگوں نے کئی پروگرام بنائے۔ پھر کیمپنگ بازار کی سیر کو نکل گئے۔ حالانکہ چھوٹا سا قصبہ تھا۔ لیکن کیمپنگ کا بازار ضروریات کی ساری چیزوں سے آراستہ تھا اور یہ چیزیں انتہائی معیاری تھیں۔ ہم نے کھانے پینے کی چیزیں خریدیں۔ اعلیٰ قسم کی شراب خریدی اور واپس آ گئے۔ اور پھر شام ہو گئی جین اور جولیا نظر نہیں آئی تھیں۔ لیکن سورج ڈوبا ہی تھا کہ ہم نے مسٹر جیوٹ کو خیمے سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت وہ نارمل تھا۔ ہمیں دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"ہیلو———!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو——— مسٹر جیوٹ!"

"اوہ' تو میرا خیال درست ہے ہم لوگ شناسا ہیں۔" اس نے کہا۔

"کیا آپ ہمیں بھول گئے' مسٹر جیوٹ؟" میں نے کہا۔

"یادداشت کی کمزوری کا مریض ہوں۔ محسوس مت کرنا۔ ذہن کے پردے پر تمہاری تصویر موجود ہے لیکن یاد نہیں آ رہا ہے کہاں ملاقات ہوئی تھی۔" جیوٹ نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

"اوہ' مسٹر جیوٹ——— میرا خیال ہے یہ زیادہ پرانی بات نہیں ہے۔ بس آج صبح اس وقت ہماری ملاقات ہوئی تھی' جب آپ جنرل رومیل تھے اور منٹگمری کے خلاف محاذ آرائی کر رہے تھے۔"

"اوہو۔" جیوٹ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تب تو میں قصوروار نہیں ہوں۔ ایسی حالت میں تمہاری شکل تو میرے ذہن میں محفوظ رہ سکتی ہے' تفصیلی تعارف کہاں؟ ایک جنرل کے کندھوں پر تو بہت بار ہوتا ہے۔"

"یقیناً' یقیناً" ہم نے ہنستے ہوئے کہا۔ جیوٹ بھی ہماری ہنسی میں شریک ہو گیا تھا۔

"میری لڑکیوں نے تمہارے بارے میں بتایا تھا۔ دراصل شراب میں اگر ملاوٹ ہو تو——— مجھے نشہ ہو جاتا ہے۔ میں خالص پینے کا عادی ہوں۔"

"اور یہاں میرے خیال میں باقاعدہ ملاوٹ ہوتی ہے۔"

"یقیناً' یقیناً"

"آج شام اگر پسند کریں مسٹر جیوٹ تو ہمارے ساتھ کھانا کھائیں۔"

"ارے اس تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔" مسٹر جیوٹ نے تکلف سے ہنستے ہوئے کہا۔

"تکلیف تو بالکل نہیں ہوگی۔ کھانے پینے کی چیزیں بازار کی ہوں گی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن———"

"اگر آپ انکار کریں گے تو ہمیں دکھ ہوگا۔ یوں بھی ہم آپ کے پڑوسی ہیں۔"

"نہیں بھئی نہیں۔ ایک بار انکار تو میں نے تکلف میں کیا ہے ورنہ دل سے میں پہلے ہی تمہاری دعوت قبول کر چکا ہوں۔" جیوٹ نے ہنستے ہوئے کہا اور ہم بھی ہنسنے لگے۔

بہرحال سرِشام ہی جیوٹ ہمارے پاس پہنچ گیا——— دونوں لڑکیاں عمدہ لباسوں میں اس کے ساتھ تھیں۔

"آپ نے دعوت دینے میں بہت جلدی کر دی مسٹر ایڈورڈ۔"

"میں ہر کام میں جلدی کا عادی ہوں۔ مسٹر جیوٹ۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "خیر بری بات نہیں ہے۔" جولیا ہنستے ہوئے بولی۔

"اور آپ مسٹر جون———؟" جین نے پوچھا۔

"ہماری دوستی یکساں فطرت کا نتیجہ ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"یقیناً" بہترین دوست وہی ہوتے ہیں جو یکساں طبیعت رکھتے ہوں۔" جیوٹ نے کہا——— اور پھر رسمی گفتگو ہونے لگی۔ نہ جانے کہاں کہاں کی۔ سب دلچسپی لے رہے تھے۔ دفعتاً" جیوٹ چونک کر بولا۔

"اوہ بے بی! کیا تم لوگ آج میوزک ہوم نہیں جاؤ گی؟"

"کیوں نہیں پپا——— آج تو وہاں ڈریکر کا پروگرام ہے۔" جولیا چونک کر بولی۔

"میوزک ہوم؟" میں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں کیمپنگ میں ہی ہے۔ بڑے عمدہ پروگرام ہوتے ہیں۔ ڈریکر ایک عمدہ میوزیشن ہے۔ اس کی انگلیوں میں جادو ہے۔"

"کیا بجاتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"گٹار——— مگر اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ کیا تمہیں موسیقی سے دلچسپی ہے؟"

"کیوں نہیں۔"

"تب ٹھیک ہے۔ کھانے کے بعد ہم میوزک ہوم چلیں گے۔"

"ہاں' آپ ہماری طرف سے روح کی غذا کی دعوت قبول کریں۔" جین نے کہا۔ "ٹھیک ہے ضرور——— میرا خیال ہے اب ہم معدے کی غذا کا بندوبست کریں۔" میں نے کہا اور سردارے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوہ مسٹر جون! میں آپ کی مدد کروں؟" جین بولی۔

"میں شکرگزار ہوں گا۔" سردارے نے کہا پھر جین اور سردارے نے ڈبوں کی خوراک کو صحیح شکل دی۔ ہم نے زبردست خریداری کی تھی۔ وہ لوگ مرعوب نظر آنے لگے۔ اور پھر شراب کی بوتلیں دیکھ کر تو مسٹر جیوٹ کی باچھیں کھل گئیں۔ ہم نے بوتلیں ان کے سامنے سجا دیں۔ اور بلاشبہ جیوٹ بے پناہ پینے والوں میں تھا۔ ہلکی شراب کے چند پیگ لڑکیوں نے بھی لیے لیکن جیوٹ تو طرح طرح سے پی رہا تھا۔

"پپا——— بس کریں پپا۔" لڑکیاں بولیں۔

"نشہ ہو جائے تو گولی مار دینا۔ میرے خیال میں خالص ہے۔ دیکھو مزہ ہی بدلا ہوا ہے۔" جیوٹ نے کہا

اور ہم چونک پڑے۔ سردارے نے میری شکل دیکھی تھی اور بات کچھ ٹھیک ہی نظر آ رہی تھی۔ جیوٹ کے کسی انداز سے پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ اتنی شراب پی چکا ہے۔ پھر کھانے کا دور شروع ہوا اور جیوٹ نے کافی خوش خوراکی کا مظاہرہ کیا۔

"ہم بظاہر خوش تھے۔ لیکن دل ہی دل میں اس اصلی شراب کو کوس رہے تھے۔ جس نے ہماری امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ کھانے کے بعد بھی مسٹر جیوٹ خوش و خرم تھے۔"

"بھئی اس عمدہ دعوت کا شکریہ۔ میرے خیال میں اب میوزک ہوم کا رخ کیا جائے۔"

"جو آپ پسند کریں۔" سردارے نے کہا۔

اور تھوڑی دیر کے بعد ہم میوزک ہوم چل پڑے۔ کیمپنگ کے دوسرے سرے پر ایک خوبصورت عمارت تھی۔ انتہائی جدید طرز سے بنائی گئی تھی۔ اندر سے موسیقی کی مدھر آوازیں آ رہی تھیں۔ جین نے ٹکٹ لیے خاصے مہنگے ٹکٹ تھے۔ اور ہم اندر پہنچ گئے۔ اندر کا ماحول دیکھ کر میں نے گہری سانس لی۔ چرس اور دوسری منشیات کی بو موجود تھی۔ متمول قسم کے آوارہ گرد یہاں موجود تھے۔ ظاہر ہے یہ انہی لوگوں کی جگہ تھی۔ لیکن بہرحال یہاں کا معیار بلند تھا اور ایک انداز میں یہ جگہ سوبیستا کی طرح تھی۔ ہمیں ہماری سیٹوں پر پہنچا دیا گیا۔

اور ہم بیٹھ گئے۔ سردارے میرے ساتھ تھا۔

"استاد!" اس نے اداس لہجے میں کہا۔

"ہوں" میں آہستہ سے بولا۔

"لعنت ہے اس خالص شراب پر۔"

"بدقسمتی پیارے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"خیر کل سہی۔ نہ اس سالے کو خالص سپرٹ پلائی ــــــــ تو سردارے نام نہیں۔"

"ہاں غلطی ہو گئی سردارے۔"

"اب یہاں بور ہوں گے۔"

"اور برداشت کرو آج رات ــــــــ کل انہیں لے کر سیر کرنے چلیں گے۔ میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی اور سردارے خاموش ہو گیا۔ لڑکیاں اور بوڑھا بھی ہمارے ساتھ سیٹوں پر بیٹھ گئے تھے۔ ہال میں منشیات کی بو چکرا رہی تھی۔ دفعتاً سردارے نے جھک کر جیوٹ سے پوچھا۔

"آپ ان چیزوں میں سے کسی چیز سے شغل نہیں کرتے مسٹر جیوٹ!"

"یعنی؟" جیوٹ نے تشریح چاہی۔

"میرا مطلب چرس وغیرہ سے ہے۔"

"اوہ نہیں، ساری زندگی میں نے شراب کے علاوہ اور کسی چیز سے دلچسپی نہیں لی۔ کیوں ــــــــ اگر تم لوگ شوق رکھتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیوں لڑکیو ــــــــ؟" اس نے دونوں لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ہاں ہاں کیا حرج ہے؟" لڑکیوں نے جواب دیا۔

"نہیں۔ ہم بھی شوق نہیں رکھتے۔" میں نے کہا۔

"تو پھر شراب سہی۔" سردارے پھر بول اٹھا۔ "آہ۔ اب نہیں۔ اگر خالص نہ پیتا تو ٹھیک تھا پھر کچھ بھی مل جاتا۔ لیکن اب اس کا لطف بھی جاتا رہے گا۔ میرا دعویٰ ہے کہ اس جگہ آج تک کسی نے خالص نہ پی ہو گی۔" مسٹر جیوٹ نے جواب دیا۔ سردارے ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ اس نے آخری کوشش اور کی تھی اور بالآخر اس میں بھی ناکام ہو گیا تھا۔ چنانچہ اب وہ تن بہ تقدیر ہو کر بیٹھ گیا۔

بوڑھا جیوٹ دنیا جہان کی باتیں کر رہا تھا۔ اور ہماری نگاہیں ہال میں بھٹک رہی تھیں۔ تفریح کے لیے عمدہ جگہ تھی۔ لڑکیاں ساتھ نہ ہوتیں تو باآسانی دوسری لڑکیاں مل سکتی تھیں۔ جرمن لڑکیاں یوں بھی خاصی زندہ دل ہوتی ہیں۔ بہرحال اب تو یہ لوگ ساتھ تھے۔ یہ رات تو یونہی گزارنی تھی۔ پھر پروگرام شروع ہو گئے ان میں چھوٹے چھوٹے رقص کے پروگرام بھی تھے۔

اور پھر کمر تک لمبے بالوں والا بانس نما ڈریکر سامنے آ گیا۔ اس کے ہاتھوں میں گٹار تھا۔ سیاہ رنگ کا غلاف اس نے بدن پر چڑھا رکھا تھا۔ گلے میں موٹے موٹے موتیوں کے ڈھیر لٹکے ہوئے تھے۔ لمبی سیاہ داڑھی اور لمبے لمبے بالوں نے اسے عجیب بنا دیا تھا۔ چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے وہ کوئی بہت بڑا روحانی پیشوا ہو اور دنیا کو سکون و اطمینان بخشنے آیا ہو۔

ہال میں تالیاں گونج اٹھیں اور ڈریکر نے سر کو خفیف سی جنبش دی۔ پھر وہ پینترہ بدل کر پیچھے ہٹ گیا اور پھر گٹار کے تاروں پر تیزی سے اس کی انگلیاں چلیں۔ ایک گت ابھری اور خاموش ہو گئی تالیاں پھر گونج اٹھی تھیں۔

"یہ کیا کر رہا ہے؟" میں نے جھک کر جولیا سے پوچھا۔

"اوہ ــــــــ اوہ عظیم ہے ڈریکر۔ وہ گٹار کا بادشاہ ہے۔ تم ابھی دیکھنا کیا ہو گا ہال میں لوگ مست ہو جائیں گے۔" جولیا جذباتی انداز میں بولی۔

"تمہیں بہت پسند ہے گٹار؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اگر وہ ڈریکر کے ہاتھ میں ہو تو نہ جانے کیا سے کیا بن جاتا ہے۔" جولیا نے جواب دیا۔ میں خاموش ہو گیا۔ تالیوں کا طوفان ختم ہوا تو ڈریکر پھر آگے بڑھا اور اس نے لوگوں کی طرف دیکھا اور پھر مخنی آواز میں بولا۔

"سکون تلاش کرنے والو ــــــــ میں تمہارے لیے آسمان سے اترا ہوں۔ جب بے چینی چاروں طرف سے تمہیں گھیرے میں لے لے۔ جب تمہارے دل ڈوبتے ابھرتے بے منزل بھٹک رہے ہوں۔ جب اداسیاں دور نہ ہوں تو میرے پاس آ جایا کرو۔ آسمانوں سے میں تمہارے لیے کچھ لایا ہوں۔ ہاں دیکھو۔ سکون کا یہ تحفہ صرف تمہارے لیے لایا ہوں۔ تم ان بے حقیقت تاروں کو دیکھو گے ــــــــ سوچو گے کہ ان میں کیا ہے۔ یہ سکون کا خزینہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ لیکن ابھی تم انہیں نہ پہچان سکو گے۔ آؤ ــــــــ میں تمہیں ان سے روشناس کراؤں آؤ میرے ساتھ۔ میرے پیچھے پیچھے سکون کی وادیوں کی طرف ــــــــ آؤ پیچھے پیچھے میرے پیچھے پیچھے۔" اور اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ گٹار پر رقص کرنے لگے۔ دھیمی دھیمی آوازیں۔ لوگوں کے پاؤں تال دینے لگے۔ میں اس کی فنی مہارت پر غور کر رہا تھا۔

اچھا بجا لیتا تھا لیکن مجھ سے اچھا نہیں۔ میں اس سے کہیں اچھا بجا لیتا تھا۔ اور سردارے میری طرف جھکا۔ "استاد!"

"ہوں۔"

"کیا خیال ہے۔ کیا اس کا چیلنج قبول نہیں کرو گے؟" اس نے اردو میں کہا۔ "کیا کریں گے

سردارے؟"

"ان لڑکیوں پر رعب پڑے گا۔ خاصی متاثر معلوم ہوتی ہیں اس لال بیگ سے۔ کمبخت کاکروچ معلو
ہوتا ہے۔" اور میں ہنسنے لگا۔ سردارے خواہ مخواہ اس پر تاؤ کھا رہا تھا۔ رہی لڑکیوں پر رعب ڈالنے کی بات
رعب تو پہلے ان پر پڑ چکا تھا۔ بہرحال سردارے کی یہ خواہش بھی فطری تھی۔ اور پھر چونکہ آج کل تفریح
رہی تھی اس لیے کیا حرج تھا۔

"کیا کہہ رہے ہیں مسٹر جون؟" جولیا نے پوچھا۔

"پسندیدگی کا اظہار کر رہے ہیں۔ بے شک ڈریکر ایک عظیم آرٹسٹ ہے۔"

"اُفوہ ——— گٹار اس کے ہاتھوں نہ جانے کیا بن جاتا ہے۔ دیکھو ——— سنو ——— آہ سنو۔
جولیا سر پٹختے ہوئے بولی۔ وہ بری طرح مست ہو رہی تھی یہی کیفیت جین کی بھی تھی۔ بوڑھا البتہ ساکت
تھا۔

دفعتاً سردارے کی نگاہ اپنے بائیں جانب اٹھ گئی۔ بائیں سمت کی کرسیوں پر دو جوڑے بیٹھے ہو
تھے۔ عمدہ لباسوں میں تھے لیکن بال اور داڑھیاں بڑھی ہوئی تھیں۔ وہ بھی پوری طرح ڈریکر میں متو
تھے۔ لیکن سردارے نے شاید ان کے نزدیک رکھے ہوئے گٹار کو دیکھ لیا تھا۔ ایک عمدہ اور قیمتی گٹار ان
پاس رکھا ہوا تھا۔ "استاد!" وہ آہستہ سے بولا۔

"ہوں۔"

"اٹھا لاؤں؟"

"رک جا یار ———!"

"ہو گی ضرور استاد۔"

"ہو جائے گی۔" میں نے جواب دیا۔

"زندہ باد ———" سردارے خوش ہو کر بولا۔ دوسری طرف سارنگی نما ڈریکر جھوم جھوم کر گٹار
رہا تھا۔ بے شک ماہر تھا اور خوب بجا رہا تھا۔ لیکن یکساں انداز تھا۔ کوئی ندرت نہیں تھی۔ لوگ اسی پر
دھن رہے تھے۔ اور پھر نغمہ ختم ہو گیا۔ تالیوں کا طوفان اُمڈ آیا تھا۔ لڑکیاں اور نوجوان حلق پھاڑ پھاڑ کر
داد دے رہے تھے۔

"کیا خیال ہے ایڈورڈ؟" جولیا نے میری طرف جھک کر پوچھا۔

"بے حد خوبصورت ———" میں نے کہا۔

"جادو ہے اس کی انگلیوں میں ——— جادو ———"

"کس کی بات کر رہی ہو؟"

"ڈریکر کی۔"

"اوہ میں تمہارے بارے میں کہہ رہا تھا۔"

"میرے بارے میں کیا کہہ رہے تھے؟" وہ حیرت سے بولی۔

"بہت خوبصورت ہو۔" میں نے فوراً جواب دیا۔

"اور شرارت ہو رہی ہے۔ میں ڈریکر کے نغمے کے بارے میں کہہ رہی تھی۔"

"بے شک وہ اچھا آرٹسٹ ہے لیکن میری نگاہوں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ تم اگر کہو تو

ے لیے ایسے ویسے ہزاروں نغمے لے آؤں۔"

"اوہ ایڈورڈ۔ پلیز شرارت نہیں۔ میں اس کے لیے بہت جذباتی ہوں۔" جولیا بولی۔ "ڈریکر کے
"

"ہاں۔ وہ سچ مچ فرشتہ ہے۔ ایسے نغمے ذہن سے تو نہیں ابھرتے؟"

"پھر کہاں سے آتے ہیں؟"

"آسمان سے۔ نیلے بادلوں کی بے پناہ وسعتوں سے۔ افسوس لگتا ہے جیسے تمہیں موسیقی سے کوئی لگاؤ
ہے۔"

"ہاں میرے خیال میں وہ کوئی آفاقی فنکار نہیں ہے۔"

"تو یوں کہو 'وہ تمہاری سمجھ میں نہیں آیا۔" جولیا نے کہا۔

"بس ایک میوزیشن ہے' اس کے علاوہ اور کیا ہے؟" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ "براہ کرم مجھے غصہ
دلاؤ۔ تمہیں میرے جذبات کا خیال رکھنا چاہیے۔" جولیا ناخوشگوار لہجے میں بولی۔

"میں یہاں زیادہ دیر تک نہیں رک سکوں گا۔ میرا خیال تھا کہ شاید وہ سچ مچ کوئی آرٹسٹ ہے۔ ایسے
کار تو ہمارے یہاں سڑکوں پر گٹار بجا بجا کر بھیک مانگتے ہیں۔"

"اوہ یو ———" جولیا غرائی' مجھے گھورتی رہی اور پھر اٹھ گئی۔ دوسرے لوگ چونک پڑے تھے۔ "
ا بے بی؟" بوڑھے نے چونک کر پوچھا۔

"پپا ——— میں یہاں نہیں بیٹھ سکتی۔" اس نے کہا۔

"ارے کیوں' کیوں؟" بوڑھے نے تعجب سے کہا۔

"مسٹر ایڈورڈ مسلسل اس کی توہین کیے جا رہے ہیں۔"

"کس کی؟" بوڑھے نے حیرت سے پوچھا۔ سردارے اور جین بھی ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ "
یکر کی۔ پپا! کیا وہ آسمان سے نہیں اترا؟ کیا وہ فرشتہ نہیں ہے؟"

"توبہ کریں مس جولیا! کیا فرشتے ایسی منحوس شکل کے ہوتے ہیں؟ کیا وہ اس کی طرح یرقان کے مریض
تے ہیں؟ آپ بھی بندوق کو فرشتہ کہہ رہی ہیں!" سردارے بول اٹھا۔ "میں معذرت خواہ ہوں۔ آپ
بدذوق لوگوں سے میں کوئی راہ و رسم نہیں رکھنا چاہتی۔" جولیا نے کہا۔ "اوہو ——— تو پھر آپ کہاں
رہی ہیں ——— میں ہی اٹھ جاتا ہوں۔" میں نے کہا اور میں بھی کرسی سے اٹھ گیا۔

"ارے' ارے تم دونوں تو سنجیدہ ہو گئے۔"

"سے جانے دو پپا! جو لوگ طبیعت سے میل نہیں کھاتے' ان سے راہ و رسم رکھنے سے فائدہ؟" جولیا
رسی پر بیٹھ گئی۔

"اچھا خدا حافظ!" میں نے کہا اور سردارے بھی اٹھ گیا۔

"گڈ بائی مس جین!"

"ارے تم تو بیٹھو ——— میں نے تو تمہیں کچھ نہیں کہا ہے۔" جین جلدی سے بولی۔ "میرا ساتھی
رے بدن کا آدھا حصہ ہے۔" سردارے نے کہا۔

"نہیں نہیں ——— تم بیٹھو مائیکل جون۔" میں نے سردارے کو آنکھ مار دی۔ "میں ابھی یہاں سے
کل جا رہا' برابر کی کسی سیٹ پر بیٹھ جاتا ہوں۔" سردارے نے میری شکل دیکھی اور پھر بیٹھ گیا۔ جولیا نفرت

آمیز انداز میں مجھے گھور رہی تھی۔ میں اس بوڑھے کی میز کی طرف بڑھ گیا۔ جسے میں نے اور ہم دیکھا تھا اور پھر ایک کرسی گھسیٹ کر میں نے ان کے قریب کی اور وہ دونوں چونک پڑے۔ "میں چاہتا ہوں؟" میں نے کہا۔

"بیٹھو ——— کیا بات ہے؟" ان میں سے ایک مرد نے کہا اور میں بیٹھ گیا۔

"اس فنکار کے بارے میں میں آپ کی رائے جاننا چاہتا ہوں۔"

ڈریکر کے بارے میں؟" مرد نے پوچھا۔

"ہاں!"

عمدہ فنکار ہے لیکن کوئی آفاقی حیثیت نہیں رکھتا۔" اس نے جواب دیا اور میں نے گرم جوشی ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیا تمہارا ہاتھ چوم لوں؟"

"کیوں؟" مرد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اپنے ساتھیوں کو میرا بھی یہی جواب تھا لیکن انہوں نے مجھ سے اس قدر اختلاف کیا کہ برا مان مجھے یہاں سے اٹھنا پڑا۔"

"نہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ فن میں اپنا ثانی نہیں رکھتا لیکن ایسی کوئی بات نہیں میں اس جیسے دوسرے فنکار ہی نہ ہوں۔" مرد نے جواب دیا۔

"آپ کی رائے اس لیے مستند ہے کہ آپ کے پاس گٹار موجود ہے۔" میں نے کہا۔ "ہاں یہ ساتھی کا گٹار ہے۔ میرا ساتھ دنیا کے کئی ملکوں میں اپنے فن کی داد وصول کر چکا ہے۔"

"اوہ پھر وہ ڈریکر کا بھرم کیوں نہیں توڑ دیتا؟"

"نہیں میرے دوست۔ ڈریکر بلاشبہ اپنے فن کا بادشاہ ہے۔ ایک فنکار کی حیثیت سے میں اعتراف کرتا ہوں۔" دوسرے نوجوان نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ ڈریکر کا نغمہ بھی خاموش ہو گیا تھا لوگوں کی تالیاں گونج اٹھیں۔ کان پڑی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ تب ڈریکر نے دونوں ہاتھ اٹھا لوگ خاموش ہو گئے۔ "اداس دلوں کیلئے میرے پاس کیا کیا ہے ——— بولو ——— کیسے کیا ہے ——— آؤ ——— دوا لے لو ——— کہ میرے پاس اس گٹار کے سوا کچھ نہیں ہے ——— گٹار زندہ ہے۔ اس کے تاروں میں زندگی دوڑ رہی ہے۔ دیکھو۔ ننھی کرنیں کتنی قوت رکھتی ہیں ہر جنبش سے زندگی پھوٹتی ہے۔ آؤ اور تاریکیاں منور کر لو۔ آؤ محبت کرنے والو۔ میں تمہیں پیار کی دیتا ہوں۔ اپنی روحوں کو میرے نغمے سے ہم آہنگ کر دو۔" اس نے تار چھیڑے اور ایک طربیہ نغمہ کر دیا۔ لوگ جھومنے لگے تھے۔ خود اس کی میز کی دونوں لڑکیاں بھی پیروں سے تال دے رہی تھیں۔ لوگوں سے تعارف نہیں حاصل کر سکا تھا۔" میں زبردستی ان بے چاروں کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ "اوہ! ہم میں گم تھے۔ سوری ——— میرا نام جیک وش ہے۔ میرا ساتھی الفریڈ گوہے اور یہ ہم دونوں کی آریا ——— اور سوئینی ہیں ———"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔"

"ہمیں بھی۔"

"ڈارلنگ پلیز۔ سننے دو۔ ہائے کیسا سرور ہے اس نغمے میں۔" ایک لڑکی بولی۔ "میرا خیال ہے

اس نغمے کو درمیان سے کاٹا جا سکتا ہے۔" میں نے سرگوشی کی۔

"کیا مطلب؟" جیک وش نے پوچھا۔ ویسے وہ لوگ میری اس زبردستی کو عجیب نگاہوں سے دیکھ رہے

"یہ طربیہ نغمہ ہے۔ اس کے سروں میں کچھ سر شامل کر کے اسے المیہ بنایا جا سکتا ہے۔"

"یہ ناممکن ہے۔" الفریڈ نے کہا۔

"میرے خیال میں مشکل نہیں ہے۔ مسٹر الفریڈ۔ آپ تو خود گٹار بجاتے ہیں۔!"

"قطعی ناممکن ہے۔ کون ایسا کر سکتا ہے؟" الفریڈ نے کہا۔ "یہ فنی طور پر ممکن ہی نہیں ہے۔ تم رے گٹار کی آواز ان سروں سے کیسے ہم آہنگ کرو گے؟"

"آپ مجھے حکم دیں۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"کیا میں آپ کا گٹار اٹھا لوں۔"

"اوہ! نہ جانے تم کون ہو؟ اور کیوں ہنگامہ کرانا چاہتے ہو؟" عورتوں میں سے ایک نے کہا مگر میں نے ی بات پر کوئی توجہ نہیں دی اور الفریڈ سے پوچھا۔

"کیا آپ یہ دلچسپ تماشہ دیکھنا پسند کریں گے مسٹر الفریڈ؟"

"چلو ٹھیک ہے۔ شروع ہو جاؤ لیکن ہم میں سے کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا!"

"منظور ———" میں نے گٹار اٹھا لیا۔ سردار بے دلچسپ نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ میں ڈریکر کے نغمے کو چیک کیا اور پھر آہستہ سے غیر محسوس طور سے میرے گٹار کے تاروں سے دھیمی دھیمی ازیں نکلیں۔ لوگوں کو محسوس بھی نہیں ہوا تھا۔ یہ آوازیں اس چابکدستی سے ڈریکر کے گٹار کی آواز شامل ہوئیں کہ خود ڈریکر کو بھی پتہ نہ چل سکا۔

طربیہ نغمے میں ایک اداسی پیدا ہو گئی تھی۔ قہقہے اب بھی سنائی دے رہے تھے لیکن سسکتے ہوئے سے کوئی الٹا دل ہنس رہا ہو۔ اور بہت جلد اس تبدیلی کو محسوس کر لیا گیا۔ میرے گٹار کی آواز اب بلند ہوتی جا ا تھی۔ لیکن مسحور لوگوں کو احساس بھی نہیں ہوا کہ اس وقت ہال میں ایک نہیں، دو گٹار بج رہے ہیں۔ ——— ڈریکر کے چہرے پر پریشانی کے آثار ابھر آئے۔ اس نے کئی بار بے چینی سے گٹار کو دیکھا اور ول کو اونچا کرنے کی کوشش کی لیکن میرے گٹار کی آواز میں کوئی ردوبدل نہیں ہوئی۔ وہ تو ہر حال میں یکر کے گٹار سے ہم آہنگ تھا۔ اور میرے نزدیک بیٹھے ہوئے الفریڈ اور اس کے تینوں ساتھیوں نے یہ یلی اچھی طرح محسوس کر لی تھی۔ وہ تعجب سے منہ پھاڑے بیٹھے تھے۔ تب ڈریکر نے اس سحر سے پریشان کر اچانک گٹار بند کر دیا اور ساری گردنیں میری طرف گھوم گئیں۔ اداس نغمہ فضا میں گہرے رنگ کی ح پھیل گیا اور میں نے لوگوں کی اس توجہ سے پورا فائدہ اٹھایا۔ میرا نغمہ اونچا ہو گیا۔ زخم سسک رہے ماحول پر برف سی پڑ رہی تھی۔ لگتا تھا جیسے کوئی دکھوں کا مارا ہچکیاں لے رہا ہو اور پھر میں نے نہایت بکدستی سے اس نغمے کو ہنسی میں بدل دیا۔ یوں لگا جیسے مصیبتوں کے مارے کو قرار آ گیا ہو اور اب وہ آہستہ ستہ سکون کی منزلیں چھو رہا ہو۔ پھر وہ ہنسنے لگا اور ماحول میں پھول ہی پھول کھل گئے۔

لوگ ایک ایک کر کے مجھے دیکھ رہے تھے اور ڈریکر احمقوں کی طرح کھڑا تھا۔

کی نے میرے کام میں مداخلت نہیں کی اور میں نے اپنی ساری مہارت صرف کر دی۔ ایسا حسین گٹار

بجایا میں نے اس رات کہ مجھے خود اپنی انگلیوں پر پیار آنے لگا۔ میرے نغموں کی دھنیں بدلتی رہیر اب بھی پتھر کے بت کی مانند کھڑا تھا۔

پورے ڈیڑھ گھنٹے میری انگلیاں گٹار پر رقص کرتی رہیں۔ اس وقت ماحول کا بادشاہ تھا۔ جتنے لو موجود تھے' ان کے ذہن میرے قبضے میں تھے۔ میں انہیں رلا رہا تھا' ہنسا رہا تھا۔ جس طرح چاہ رہا تھ کھیل رہا تھا اور ڈیڑھ گھنٹے کے بعد میں نے یہ کھیل بند کیا۔ لوگوں پر سکتہ طاری تھا۔

تب میں خاموشی سے اٹھا۔ میں نے گٹار الفریڈ کے سامنے رکھا اور پھر خاموشی سے ہال کے درو طرف بڑھ گیا۔ سحرزدہ لوگ مجھے دیکھ رہے تھے۔ کسی کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی۔ ہاں جونہی دروازے سے باہر قدم رکھا' اندر زندگی بیدار ہو گئی اور پھر طرح طرح کی بہت سی آوازیں میرے کا گونج اٹھیں۔ لوگ شاید دروازے کی طرف لپکے بھی لیکن اب میں کسی کے ہاتھ نہیں آنا چاہتا تفریح ہی تھی۔ چنانچہ تاریکی سے میں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور وہاں سے بہت دور نکل آیا۔ ر وہیں رہ گیا تھا۔ بہرحال مجھے امید تھی کہ اب بہت جلد وہ لوگ واپس آجائیں گے۔ چنانچہ میں نے ا کا رخ کیا اور وہاں پہنچ گیا۔ خیمے میں داخل ہو کر میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ بچکانہ سی حرکت تھ کبھی کبھی اس طرح کی تبدیلیاں بھی خوشگوار ہوتی ہیں۔

پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ خیمے کے پاس مسٹر جیوٹ کی آواز سنائی دی۔ "اندر دیکھو۔ ممکن یہاں آگیا ہو۔"

کسی نے خیمے کا پردہ کھولا ــــــ اور جین کی آواز سنائی دی۔ "اوہ! مسٹر ایڈورڈ موجود ہیں۔"

"مسٹر ایڈورڈ!" جیوٹ نے مجھے پکارا اور میں اٹھ گیا پھر باہر نکل آیا۔

"جی! فرمایئے۔"

"آپ یہاں آگئے۔ وہاں ایک ہنگامہ برپا ہے۔ لوگ ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں وہ کون تھ سے آیا تھا۔ کہاں گیا وغیرہ وغیرہ۔ وہ تو شکر ہے کہ کسی نے آپ کو ہمارے ساتھ نہیں دیکھا تھا ورنہ ہ جاتے۔"

"لوگ میری جسارت سے ناراض ہوں گے!" میں نے جولیا کی طرف دیکھا۔ جو شرمندگی سے جھکائے کھڑی تھی۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ خود ڈریکر ششدر رہ گیا ہے۔ اس نے اعلان کیا ہے کہ وہ مجھ سے ہے۔ اسے بھی تمہاری تلاش ہے۔" جیوٹ نے بتایا۔

"بہرحال بہت بہت شکریہ مسٹر جیوٹ! اچھا وقت گزرا؟"

"اوہ۔ کچھ دیر اور نشست نہیں رہے گی؟"

"نہیں! میں آرام کروں گا۔"

"اچھا۔ پھر کل ملاقات ہو گی۔ آؤ لڑکیو۔" جیوٹ نے کہا اور دونوں لڑکیاں خاموشی سے جیوٹ ساتھ چل پڑیں۔ جولیا نے کئی بار میری طرف دیکھا لیکن میں نے اس سے نظریں چار نہیں کی تھیں۔

"ان لوگوں کے جانے کے بعد سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا "سچ بات یہ ہے استاد! کہ تمہ پاس لڑکیوں کو چت کرنے کے بہت سے گر ہیں۔ میرے خیال میں اگر تم ہال میں رک جاتے تو سو لڑکیاں تم پر ٹوٹ پڑتیں۔ بڑے پاگلوں کے سے انداز میں تمہاری تلاش ہو رہی تھی۔"

"تب تو اچھا ہوا بچ گیا۔ ان خاتون کی کیا حالت تھی؟"

"جولیا کی؟"

"ہاں!"

"احمقوں کی طرح منہ پھاڑے بیٹھی تھی۔ صرف اتنا کہا کہ افسوس' میں نے مسٹر ایڈورڈ کی توہین کر دی"

"ہوں!" میں نے گہری سانس لی۔

"بری طرح پھنس گئی استاد ــــــ مگر آج بڑی غلطی ہو گئی۔" سردارے بولا۔ "کیا؟"

"ارے وہی۔ اس کم بخت کو خالص پلا دی۔ اس کی موجودگی کھل جاتی ہے۔" سردارے نے کہا اور ہنسنے لگا۔ "یقین کرو استاد اگر وہ سارا الٹا کھیل ہو جاتا تو اپنی والی تو بالکل تیار ہے۔"

"ہوں!"

"سچ کہہ رہا ہوں استاد! وہ ذرا انک چڑھی ہے۔"

"اب ٹھیک ہو جائے گی۔" میں نے کہا۔

"ہو جائے گی نہیں ہو گئی۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ ٹھنڈا کر کے کھانا اچھا ہوتا ہے۔"

"اور یہاں جو بھوک کے مارے برا حال ہے استاد!"

"کبھی کبھی فاقے بھی کرنے ہی پڑتے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" سردارے نے گہری سانس لی اور پھر وہ سونے کے لیے لیٹ گیا۔ میں بھی سونے کی شش کر رہا تھا اور پھر نہ جانے کب نیند آگئی اور نہ جانے کتنی دیر سویا تھا کہ کسی کے جھنجھوڑنے سے آنکھ ا گئی۔ چونک کر دیکھا' تاریکی میں کچھ نظر نہیں آیا۔ اٹھا ہی تھا کہ ایک نرم و نازک ہاتھ میرے ہونٹوں پر بلہ شاید بولنے سے منع کیا جا رہا تھا۔

میں نے وہ ہاتھ پکڑ لیا' تب دوسرے ہاتھ سے میرا بازو پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی گئی۔ ذہن زیادہ یار نہیں ہوا تھا' میں نے سر جھٹکا اور پھر کھڑا ہو گیا۔ خیمے کا پردہ ہٹا ہوا تھا اور کہیں سے تھوڑی سی روشنی ا تک پہنچ رہی تھی۔ جب آنکھیں صاف ہو گئیں تو میں نے جولیا کو پہچان لیا۔

"پلیز!" اس نے سرگوشی کی اور مجھے باہر کی طرف گھسیٹا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور باہر نکل آیا۔ میرے شانے سے چمٹی ہوئی چل رہی تھی۔ پھر وہ مجھے خیمے سے تھوڑی دور ایک سنسان سی جگہ پر ایک نت کے نیچے لے گئی۔ وہ خاموش تھی۔

"مس جولیا کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مسٹر ایڈورڈ! میں ــــــ میں بے حد شرمسار ہوں۔" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اوہ! کیوں مس جولیا؟"

"دیکھئے' فراخدلی سے کام لیجئے۔ میں ایک پل کے لیے نہیں سو سکی۔ میں جس قدر شرمندہ ہوں' میرے لیے یہی سزا کافی ہے۔" اس نے بڑی عاجزی سے کہا۔

"چلئے ٹھیک ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"آپ نے مجھے معاف کر دیا؟"

"جانیئے کر دیا۔"

"بے شک آپ فنکار ہیں۔ فنکار کا دل اتنا ہی بڑا ہوتا ہے۔ کاش میں آپ کو پہلے ہی پہچان لیتی۔"

"اب سہی مس جولیا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا آپ کو عقیدت کے طور پر کیا پیش کروں؟"

"آپ کا یہ التفات کافی ہے مس جولیا۔" میں نے کہا اور جولیا نے آگے بڑھ کر میری گردن میں ڈال دیں۔ اب مجھے کیا پڑی تھی کہ میں اجتناب کرتا۔ میں نے اس کے بوسے کو بھرپور بنا دیا۔ "میں نہیں سکتی تھی۔ درحقیقت ڈریکر آپ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اس نے خود اعتراف کیا لوگ تو سخت حیران ہیں جن کا گٹار آپ نے استعمال کیا تھا۔"

"چلئے اب جانے دیجئے اس ذکر کو۔" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے خود سے قریب کرا

"استاد!" پیچھے سے سردارے کی آواز آئی اور ہم دونوں چونک پڑے۔

"لعنت ہے۔ یہ کم بخت اس وقت کہاں سے آ مرا!" میں نے دل ہی دل میں کہا اور پھر میں ایک سانس لے کر اس کی طرف بڑھا۔

"جی فرمایئے!"

"معاف کرنا استاد! میں بس یونہی ———" سردارے ہم دونوں کو دیکھ کر گھبرا گیا۔

"اب آ جاؤ' آ ہی مرے ہو تو!"

"وہ——— وہ——— بس استاد! میری آنکھ کھل گئی تھی۔ کہیں نہ دیکھا تو تلاش کرتے نکلا۔"

"مجھے اجازت دو ڈارلنگ!" جولیا نے دوسری طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"OK——— اوکے۔" میں مجبوراً پلٹ پڑا۔ جولیا دور چلی گئی تو میں نے خونخوار نگاہ سردارے کو گھورا۔

"تیرا قتل واجب ہے سردارے!" میں نے دانت پیس کر بولا۔

"پھنس گئی استاد!"

"بکو مت!"

"خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم تھا——— کہ سالی اتنی جلدی دوڑی چلی آئے گی۔ کیا کہا استاد؟"

"چھوڑو یار سارا موڈ چوپٹ کر دیا۔"

"بس اب معاف کر دو یار۔ جو ہونا تھا ہو گیا۔"

"ہوں!" میں نے گہری سانس لی۔

"مگر بات کہاں تک پہنچی؟"

"تین بوسے لیے——— سینے سے لگایا اور تو آن مرا۔"

"یعنی نازک پوزیشن تھی استاد!"

"بس اب فضول باتوں سے پرہیز کرو اور سو جاؤ۔"

"ہائے' اب نیند کہاں آئے گی۔ میری والی کا کیا ہوا؟"

م بہتر جانتے ہو۔ باقی باتیں صبح کو ہوں گی۔"

بار پھر ہم اپنے خیمے میں واپس آ گئے اور سونے کی ناکام کوشش کرنے لگے۔ روشنی پھوٹ آئی پلکیں جڑ گئیں اور پھر بوڑھے جیوٹ نے ہی جگایا۔ دن چڑھ چکا تھا۔

ب تک سوتے رہو گے دوستو۔ چلو ناشتہ تیار ہے۔"

وہ' آپ نے کیوں تکلیف کی مسٹر جیوٹ!" میں نے از راہ انکساری کہا۔ "میں نے تکلیف نہیں یاں تم سے بہت متاثر ہو گئی ہیں۔ صبح سے تمہارے بارے کان کھا رہی تھیں۔ آج تو شاید تم لوگوں وگرام بھی ہے!"

ں' مس جولیا نے کہا تھا کہ وہ ہمیں قصبہ کے مضافات کی سیر کرائیں گی۔"

ضرور بھئی ضرور۔ بس آ جاؤ۔" ہم لوگ جیوٹ کے ساتھ اس کے خیمے کی طرف چل پڑے۔ لڑکیوں ے کا عمدہ بندوبست کیا تھا۔ منہ ہاتھ دھونے کے بعد ناشتہ کیا گیا اور پھر ہم سیر کے لیے تیار ہو گئے۔ جولیا کا چہرہ روشن تھا۔ اس نے ایک خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا۔ جین بھی عمدہ لباس میں تھی۔ جیوٹ نے ہمارے پروگرام میں کوئی مداخلت نہیں کی اور ہم قصبے کی سیر کو چل پڑے۔

ں چھوٹی سی آبادی کی خصوصیت اس کے دیدہ زیب مکان تھے جو زیادہ تر پنشن یافتہ فوجی افسروں یا راہوں کے تھے۔ پرسکون زندگی کے خواہشمند لوگ یہاں آباد ہو گئے تھے اور انہوں نے زندگی کے مشغلے کے طور پر ان مکانوں کو خوبصورت ترین بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ ہر مکان کا طرز رتو۔ مکانوں سے ملحق باغیچے حسن تناسب میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آبادی کے بیچوں بیچ ایک یاپرسکون ندی بہہ رہی تھی جس پر لوہے کی سلاخوں کے نمونے کے پل بنے ہوئے تھے۔ پلوں کے نی کی سطح کے قریب پرانی پن چکیاں رواں تھیں۔ جہاں قصبے کی آبادی ختم ہوئی تھی وہاں سے جو ت شروع ہو جاتے تھے اور کھیتوں سے پرے بلیک فارسٹ تھا۔

کھیتوں کے درمیان ایک تنگ سی پگڈنڈی سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے جین اور جولیا ں نظر آ رہی تھیں۔ اس وقت سارے تکلفات بالائے طاق رکھ دیئے گئے تھے——— جین ے کے بازو میں بازو ڈالے آگے بڑھ رہی تھی اور جولیا میرے ساتھ تھی۔ کافی دیر سے ہم لوگ تھے۔ قصبے کے قدرتی اور غیر قدرتی مناظر نے ہمیں مسحور کر لیا تھا۔

یہ خاموشی ضرورت سے زیادہ طویل ہو گئی تو جولیا نے سلسلہ خاموشی توڑا۔ "مسٹر ایڈورڈ!" اس نے زدی۔

ولیا!" میں بھی خاموشی کے سحر سے نکل آیا۔

س سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں؟"

یچ نہیں' خوبصورت مناظر نے زبان بند کر دی ہے!"

ا کافی حسین علاقہ ہے۔"

پہلے یہاں نہیں آئیں؟"

ں قصبے میں؟"

ں۔ میرا مطلب ہے کالے جنگل میں؟"

پہلے ادھر نہیں آئی۔" جولیا نے جواب دیا اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "کس

کے ساتھ آتی۔ پپا اب زیادہ پیدل نہیں چل سکتے لہٰذا ہمت نہیں کر سکتے۔"

"اوہ اچھا!" میں نے گردن ہلائی۔

"میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی مسٹر ایڈورڈ!"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"آپ اتنے عمدہ گٹار نواز ہیں تو پھر آپ کے پاس گٹار کیوں نہیں ہے؟"

"مظاہروں کا عادی نہیں ہوں۔ میں یونہی کبھی کبھی شوق پورا کر لیتا ہوں۔"

"میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے اگر تم اس پروفیشن کو اپنالو تو شہرت کی انتہائی بلندیوں پر گے۔"

"میں اتنی بلندیوں پر نہیں جانا چاہتا کہ نیچے دیکھنے سے خوف آنے لگے۔"

"میں نہیں سمجھی؟"

"بات صرف یہ ہے کہ مجھے سادہ زندگی پسند ہے۔"

"ویسے ——— تم عجیب ہو ایڈورڈ! جوں جوں میں تمہارے بارے میں غور کرتی ہوں' مجھے ذات پر حیرت ہونے لگتی ہے۔ لیکن مجھے تمہاری اس توہین کا ہمیشہ افسوس رہے گا۔"

"اوہ! مگر اب تم اسے کیوں یاد کرتی ہو۔ میں وہ ذہن سے نکال چکا ہوں۔"

"یہ تمہاری عظمت کی دلیل ہے۔" جولیا نے پرعقیدت لہجے میں کہا۔ اور پھر چونک کر رک آسمان پر بادلوں کی گڑگڑاہٹ سنائی دی تھی۔ اور تب اندازہ ہوا کہ موسم اس قدر حسین کیوں ہو ابھی تک ہم نے آسمان کی طرف توجہ نہیں دی تھی جہاں بادلوں کی فوجیں سیاہ وردیوں میں چھاپہ مار لیے انتہائی خاموشی سے یکجا ہو رہی تھیں۔

"ارے! بارش کا خطرہ ہے۔" جولیا بولی۔

"ہاں!" میں نے مختصراً کہا۔

"لیکن یہاں تو کہیں پناہ بھی نہیں ملے گی۔"

"دیکھا جائے گا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور پھر میں نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ہو بارش سے؟"

"نہیں تو۔" وہ آہستہ سے ہنس پڑی۔

"تب پھر چلتی رہو۔" جملے پورے ہی ہوئے تھے کہ موٹی موٹی بوندیں پھسل پڑیں۔ ہم نے آ طرف دیکھا۔ بادلوں کا مذاق آنکھوں میں آگھسا۔ سردارے اور جین نے چھلانگ لگائی اور ہم سے آ گئے۔ وہ بلیک فارسٹ کے درختوں کی پناہ میں جا رہے تھے۔ ہم دونوں ہنس پڑے اور پھر ہم بھی درخ نیچے پہنچ گئے۔ درخت کے نیچے ہم پانی سے بالکل محفوظ ہو گئے تھے۔

"واہ۔ یہ تو واقعی عمدہ جگہ ہے۔" میں نے اوپر دیکھتے ہوئے کہا۔ درخت کافی اونچے تھے اور ا تھے کہ سورج کی روشنی ان کی شاخوں سے نیچے نہیں آسکتی تھی۔ غالباً اسی مناسبت سے اسے کالا جاتا تھا۔

کھلی ہوئی جگہ زیادہ دور نہیں تھی اور وہاں گرنے والی بارش سے اندازہ ہو رہا تھا کہ بارش خا رہی ہے۔ سردارے اور جین خاموش تھے۔

تب سردارے نے کہا "کیوں نہ ان درختوں کی رعایت سے فائدہ اٹھا کر آگے تک سیر کی جائے!"

"ضرور کرو!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں سردارے کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ وہ ہم لوگوں سے دور چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے فوراً جین کا ہاتھ پکڑا۔ "آؤ جین!" اور پھر وہ جین کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"ہم بھی چلیں؟" میں نے جولیا سے پوچھا۔

"چلو۔" جولیا نے آہستہ سے جواب دیا۔ تب میں بھی وہاں سے آگے بڑھ گیا ——— لیکن میں نے طرف کا رخ نہیں کیا تھا جدھر سردارے گیا تھا۔ ہم دونوں اس جگہ سے دور پہنچ گئے۔ کہیں کہیں درختوں سے بارش کی کچھ بوندیں ہم تک پہنچتیں تو بے حد بھلی لگتیں۔ درختوں کے نیچے گھاس کا بچھا ہوا تھا۔

کافی دور چل کر جولیا ایک جگہ گھاس پر گر پڑی۔ "بس ایڈورڈ! یہیں بیٹھیں گے۔"

"اوکے ڈارلنگ!" میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ جولیا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ جذبات ل اس کے چہرے پر نظر آ رہا تھا۔ میں نے اسے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کاش!" وہ آہستہ سے بولی۔

"کیا ہوا؟" میں نے کہا۔

"کاش اس وقت تمہارے پاس گٹار ہوتا۔" اس نے کہا۔

"تمہیں گٹار بہت پسند ہے؟"

"بے حد۔ دیوانی ہوں اس کی۔"

"سیکھا کیوں نہیں؟"

"موقع ہی نہیں مل سکا۔ پپا ساری زندگی خود بھی آوارہ گردی کرتے رہے اور ہمیں بھی ساتھ لگائے ھا۔"

"تمہیں یہ زندگی پسند نہیں ہے؟"

"اب تو پسند ہے۔"

"پہلے پسند نہیں تھی؟"

"یہ بات نہیں۔ جب سوچتی ہوں تو عجیب لگتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہماری حیثیت ان لوگوں ے مختلف ہے جو اپنے مکانات میں رہتے ہیں۔ زندگی کی دلچسپیوں میں' زندگی کے مسائل میں الجھے رہتے ہیں۔"

"اس بار تم وطن جاؤ تو پپا کے ساتھ آنے سے انکار کر دینا۔"

"بس سوچتے ہیں۔ پپا کی غیر موجودگی میں کیا کریں گے خیر چھوڑو ان باتوں کو' تمہارا پروگرام کیا ہے؟"

"کس سلسلے میں؟"

"یہاں کب تک قیام کرو گے؟"

"زیادہ عرصہ نہیں۔"

"پھر بھی؟"

"بس جب یہاں سے طبیعت اکتا گئی' چل پڑیں گے۔"

"اور اگر طبیعت نہ اکتائے؟"

"تو نہیں جائیں گے۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہوگئی۔ کئی منٹ تک خاموش رہی' پھر بولی
"مجھے گٹار سکھادو گے؟"
"کوئی اعتراض تو نہیں ہے لیکن وہی بات' ہمارا تمہارا ساتھ کب تک رہے گا؟"
"اگر میں تمہیں یہاں سے نہ اکتانے دوں تو؟"
"تو میں تمہیں گٹار سکھادوں گا!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی کسی قدر شرمائے ہوئے انداز میں مسکرا دی۔
"میں ایک گٹار خریدوں گی۔"
"وہ میں تمہیں تحفتہ" پیش کردوں گا۔" میں نے کہا۔
"شکریہ!" اس نے کہا اور پھر اس نے گھاس پر کروٹ بدلی اور درختوں سے کبھی کبھی چھن آنے والی بوندوں سے لطف اندوز ہونے لگی۔ میں اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ ماحول اسے پوری طرح متاثر کر رہا تھا۔ تب میں اس کے نزدیک پہنچ کر اس پر جھک گیا اور اس نے مخمور نگاہوں سے مجھے دیکھا۔
"ایڈورڈ!" اس نے آہستہ سے کہا۔
"ہوں۔" میں نے اپنا چہرہ اس کے قریب کر لیا۔ وہ پیاسی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔
"تم بہت گریٹ ہو۔"
"کیوں؟"
"تمہاری انگلیوں میں اتنا جادو ہے کہ ہر دل تمہاری طرف کھنچ کر رہ جائے۔ میں ـــــ میں تم سے بے پناہ محبت کرنے لگی ہوں ایڈورڈ۔" اس نے باہیں اٹھائیں اور میری گردن میں ڈال دیں۔ اور ہمارے جذبات کے دھارے راستے تلاش کرنے لگے۔ آڑی ترچھی پگڈنڈیاں اور پھر سکون کے راستے سکون کے حسین راستے اور ہم ان راستوں پر دوڑنے لگے۔ منزل سامنے نظر آ رہی تھی اور طویل مسافت کے بعد ہم منزل تک پہنچ گئے۔
جولیا کے چہرے پر انبساط نظر آ رہا تھا۔ وہ بہت خوش تھی۔ بادلوں کی وجہ سے تاریکی اور گہری ہو گئی تھی۔ جولیا نے میرے شانے پر تھوڑی رکھ دی اور پھر آہستہ سے بولی۔
"ایڈورڈ!"
"ڈارلنگ!" میں نے اس کی پلکوں کو بوسہ دیا۔
"واپس نہیں چلو گے۔ بارش رک گئی ہے۔"
"ایں۔ ہاں۔ چلو نکل چلیں۔" میں نے کہا اور ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔
"وہ لوگ کہاں گئے؟" جولیا نے کہا۔
"کسی درخت کے نیچے ہوں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"میرا خیال ہے وہ دونوں بھی ـــــ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں؟"
"یقیناً!" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا لیکن جولیا کے چہرے پر کوئی خاص تاثرات نہیں تھے۔ ظاہر ہے وہ خود اس منزل میں داخل ہوگئی تھی۔ اپنی بہن کے لیے وہ کیا متردد ہوتی۔
"اب انہیں کہاں تلاش کریں؟"
"کر لیتے ہیں۔" میں نے کہا اور پھر میں نے منہ آگے دونوں ہاتھوں کا بھونپو بناتے ہوئے زور سے آواز

لگائی۔ "مائیکل' جون مائیکل!"
"ہاں' ہاں کیوں چیخ رہے ہو استاد! ہم یہاں موجود ہیں۔" عقب سے سردارے کی آواز سنائی دی اور ہم دونوں اچھل پڑے۔ سردارے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک درخت کے عقب سے نکل آیا۔
"یہ کیا حرکت ہے؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔
"خدا کی قسم استاد! آنکھیں پھوٹ جائیں جو ایک بار بھی تمہاری طرف دیکھا ہو۔" سردارے جلدی سے بولا۔
"میں کہتا ہوں تم اس طرف آئے کیوں؟"
"میں نہیں آیا تھا استاد۔"
"وہ لائی تھی؟"
"نہیں!"
"پھر؟"
"تم خود یہاں آ گئے تھے استاد۔ ہم تو پہلے سے یہاں موجود تھے۔"
"لعنت ہے۔" میں نے دانت بھینچ کر کہا۔
"یہ کون سی زبان بولنے لگے تم لوگ؟" جولیا الجھے ہوئے انداز میں بولی۔
"یہ غصے کی زبان ہے۔ جین کہاں گئی مائیکل؟"
"جین ـــــ وہ جین۔" سردارے نے کسی قدر بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا "نہ جانے کہاں گئی۔ ابھی تو یہیں تھی۔ کافی دیر سے تتلیاں پکڑ رہی تھی۔"
"تتلیاں؟" جولیا حیرت سے بولی۔
"ہاں۔ مینڈک اور تتلیاں بڑی دیر سے انہی کے پیچھے دوڑ رہی ہے۔"
"اوہ! بلاؤ اسے بلاؤ اور اسے بتا دو کہ یہاں ایک بھی مینڈک اور تتلی نہیں ملے گی۔" جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا اور سردارے ایک طرف دوڑ گیا۔ جین کے چہرے پر بھی خجالت تھی لیکن جولیا بھی اس سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔ اس طرح ہم واپس کیمپنگ کی طرف چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم کیمپنگ پہنچ گئے۔ میرے ذہن میں بوڑھے جیوٹ کا خیال تھا لیکن لڑکیاں پرسکون تھیں۔ ان میں سے کسی نے کسی الجھن کا اظہار نہیں کیا تھا۔ کیمپنگ پہنچ کر اپنے خیمے کی طرف مڑتے ہوئے جولیا نے آہستہ سے مجھ سے کہا۔
"کب ملو گے ایڈورڈ؟"
"ہمارا فاصلہ ہی کتنا ہے ڈارلنگ' جب چاہو آواز دے لو۔"
"ہاں' ہمارے فاصلے اچانک مختصر ہوگئے ہیں۔" وہ مسکرائی تھی اور پھر خیمے کا پردہ ہٹاتی ہوئی بولی۔ "رات کو آواز دوں گی۔"
"بے دھڑک آ جانا۔" میں نے کہا اور جولیا نے گردن ہلا دی۔ دونوں لڑکیاں اپنے خیمے میں چلی گئیں اور ہم طویل سانس لے کر رہ گئے۔ تب اچانک پیچھے سے بوڑھے جیوٹ کی آواز سنائی دی۔
"رک جاؤ نوجوانو! میں تم سے مخاطب ہوں۔" اور ہم دونوں ٹھٹھک گئے۔ مسٹر جیوٹ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔ ان کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اور

گل تمتمارہے تھے اور اس وقت ان کے ہونٹوں پر بڑی پروقار مسکراہٹ تھی۔

"مجھے پہچانتے ہو؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں مسٹر جیوٹ! خیریت؟" میں نے کہا۔

"مس ـــــ ٹر ـــــ جیوٹ۔" اس نے ایک ایک لفظ کے ٹکڑے کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں تم آزاد ہو۔ جس نام سے چاہو' مجھے پکارو' میں شخصی آزادی کا سب سے بڑا حامی ہوں۔ یقین نہیں آتا تو میری تحریریں دیکھ لو۔ میں نے ہر جگہ شخصی آزادی کے لیے آواز بلند کی ہے۔ مجھے آزادی سے محبت ہے' مجھے انسانیت سے پیار ہے۔ میں انسان سے عشق کرتا ہوں۔ سطح آب پر ابھرنے والے حباب' زندگی کے اعتقاد سے بے بہرہ۔ نہ جانے کون کون سی آرزوئیں امیدیں لیے اس جہان میں آتے ہیں لیکن سانسوں کے تار ان کے بس میں نہیں ہیں اور وہ آرزوؤں کا ایک جہاں سمیٹے زمین بوس ہو جاتے ہیں۔ اس مختصر انسان سے' اس کی مختصر زندگی میں خوشی کے چند لمحات بھی چھین لوں۔ یہ کہاں کی انسانیت ہے۔ چنانچہ مجھے جیوٹ سمجھو یا ڈیوس آف باتھ روم' میں تم سے احتجاج نہیں کروں گا۔ شیکسپئر' شیکسپئر رہے گا۔"

"اوہ!" میں نے طویل سانس لی۔ "براہ کرم اپنا تعارف کرا دیں۔"

"شیکسپئر کو کون نہیں جانتا میرے بچو!"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" سردارے آگے بڑھ کر بولا۔

"آہ! یہ میری زندگی کا ماحصل ہے۔ کسی بھی طور کسی کو کچھ خوشیاں دے دو۔ زندہ جاوید ہو جاؤ گے اور تم نے خوشی کا اظہار کیا ہے مجھ سے مل کر۔ میں کتنا خوش ہوں۔" بوڑھے نے انبساط سے کہا۔

اسی وقت دونوں لڑکیاں باہر نکل آئیں۔ بوڑھے کو ہم سے مغزماری کرتے دیکھ کر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر وہ ہمارے پاس پہنچ گئیں۔

"پپا پلیز! اندر چلیے۔" جین بولی۔

"کہاں؟ اس گھونسلے میں۔ نہیں نہیں۔ خدارا مجھے اس قید خانے میں نہ لے جاؤ۔ میرا دم گھٹتا ہے۔"

"پپا ـــــ"

"ضد نہ کرو لڑکی۔ میری زندگی سے تمہیں کیا تکلیف ہے۔ میں گھونسلوں کا عادی نہیں ہوں۔ نہ جانے انسانیت ان گھونسلوں کی طرف کیوں راغب ہو رہی ہے۔ قبل از تاریخ کا انسان' فضولیات سے دور تھا اور اس وقت وہ حقیقی معنوں میں ایک آزاد انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا تھا جوں جوں آدمیت پر تہذیب کے خول پڑتے گئے' وہ کمزور پڑتی گئی۔ اور آج کا ہر انسان گھونسلوں کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ جاؤ بھائی! تم بھی اپنے گھونسلے میں جاؤ۔ خدا انسانیت کی حفاظت کرے!" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور لڑکیوں کے ساتھ خیمے کی طرف بڑھ گیا۔ "پھر غلط پی گیا کم بخت۔" سردارے ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"اسے دعائیں دو' جس نے اسے غلط پلا دی۔"

"اوہ! کیوں استاد؟" سردارے نے میری طرف جھک کر پوچھا۔

"جین نے کوئی وعدہ نہیں کیا؟"

"کیا تو ہے استاد! لیکن میں ڈر رہا تھا۔"

"کس بات سے؟"

"یہی کہ ـــــ ممکن ہے تم پسند نہ کرو۔"

"کیا پسند نہ کروں؟"

"بس استاد! ایسے ہی فضول باتیں سوچ رہا تھا۔" سردارے نے جھینپتے ہوئے انداز میں ہنستے ہوئے کہا اور میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"رات بھیگی بھی نہیں تھی کہ دونوں لڑکیاں ہمارے خیمے میں آ گئیں۔ دونوں خوبصورت لباسوں میں ملبوس تھیں اور دونوں ہی کے چہروں سے خوشی ٹپک رہی تھی۔

"ہیلو۔" جین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو جین!" میں نے بھی مسکراتے ہوئے اسے خوش آمدید کہا اور پھر جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" جولیا بولی۔

"انتظار!"

"کس کا؟"

"تم دونوں کے علاوہ اور کس کا ہو سکتا ہے؟"

"اوہ!" جولیا خواہ مخواہ ہنس پڑی۔

"تمہارے پپا کی کیفیت کیا ہے؟"

"شکسپیئر گہری نیند سو گیا ہے۔" جین ہنستے ہوئے بولی۔

"ویسے تمہارے پپا کا سٹینڈرڈ بہت اونچا ہے۔ اعلیٰ لوگوں کی شخصیت اپناتے ہیں۔ کبھی کسی معمولی آدمی کو انہوں نے گھاس نہیں ڈالی۔"

"ہاں۔ یہ حقیقت ہے۔"

"ارے بیٹھو۔ تم لوگ کھڑی کیوں ہو!" میں نے کہا اور وہ دونوں بیٹھ گئیں۔ "کیا پروگرام ہے آج کا؟" میں نے پوچھا اور وہ کسی قدر بوکھلا گئیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی اور جھینپ گئیں۔ میں نے اپنے سوال کی نزاکت پر غور کیا اور خود مجھے بھی ہنسی آ گئی۔

"میرا مطلب ہے آج میوزک ہوم تو نہیں چلیں گے؟"

"جیسی آپ کی مرضی۔" جولیا نے جلدی سے جواب دیا۔

"چلو چلتے ہیں۔ ابھی تو بہت رات باقی ہے۔" اور وہ دونوں تیار ہو گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم میوزک ہوم میں داخل ہو گئے۔ پچھلی رات کے سارے لوگ موجود تھے' مجھے دیکھتے ہی بہت سی آوازوں نے میرا استقبال کیا۔ چاروں طرف تالیاں گونج اٹھیں۔

"اوہو! یہاں تو خاصی گڑبڑ ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

بے شمار لوگ ہمارے پاس آ گئے تھے۔ طرح طرح کی فرمائشیں ہونے لگیں۔ میوزک ہوم کے منتظمین نے بمشکل تمام لوگوں سے درخواستیں کیں اور انہیں ہمارے اردگرد سے ہٹا کر ہمارے بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی۔

پھر بھی چند لوگ ہمارا پیچھا چھوڑنے پر تیار نہ تھے۔ وہ میرا شجرہ نسب جاننا چاہتے تھے اور فرمائش کر رہے تھے کہ آج بھی میں گٹار پر کچھ سناؤں۔ عجیب صورت حال ہو گئی تھی۔ بہرحال بادل نخواستہ مجھے فرمائشیں پوری کرنا پڑیں۔ خود ڈریگر بھی میرے فن کو سراہ رہا تھا۔ جولیا اور جین بے حد خوش نظر آ رہی تھیں واپسی پر انہوں نے مجھے بے حد مبارک باد دی اور راستے بھر میرے فن پر تبصرہ کرتی رہیں۔ پھر جولیا نے

بھرے انداز میں کہا "ایڈورڈ! گر بچ آ جائے تو تم بھی ہمارے ساتھ ہی چلو۔ فرانس کے کلب تمہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ وہ تمہارے فن کا ہر معاوضہ پیش کرنے پر تیار ہو جائیں گے۔"

"اچھا!" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"ہاں ایڈورڈ! فرانس کے خوش ذوق لوگ فنکاروں کی قدر کرتے ہیں۔"

"تم بھی ان میں شامل ہو؟" میں نے جھک کر جولیا کے کان میں پوچھا۔

"کیوں نہیں؟"

"تب ثبوت دو۔"

"کیسے دوں؟" اس نے شرارت آمیز نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"میں بتادوں گا' ذرا اپنے ساتھی سے بات کرلوں۔" میں نے کہا اور سردارے کو آواز دی۔

"استاد!" سردارے مستعدی سے آگے بڑھ کر بولا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"جو استاد کا!" سردارے نے جواب دیا۔

"میرا مطلب ہے 'خیمہ ایک ہے۔"

"دوسرا بھی ہے استاد۔" سردارے نے جواب دیا۔

"کون سا؟"

"بھائی پھر غلط پی گئے ہیں۔ میرا خیال ہے انہیں خیمے کی پشت پر آرام کرنے چھوڑ دیا جائے۔" سردارے نے جواب دیا اور میں ہنس پڑا۔

"جو دل چاہے کرو اور ہمیں یہیں سے خدا حافظ کہہ دو۔ خواہ مخواہ اُلجھن ہو رہی ہے۔" میں نے کہا اور سردارے جلدی سے واپس لوٹ گیا۔ پھر اس نے نہ جانے جین سے کیا کہا بہرحال جین اور وہ دوسری طرف چلے گئے۔ جولیا نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ ہم دونوں خیمے میں واپس آ گئے۔ تب میں نے جولیا کو اپنے نزدیک بٹھاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا جین کو ہمارے تعلقات کے بارے میں علم ہے؟"

"بچی تو نہیں ہے۔"

"شاید وہ میرے ساتھی کو پسند کرتی ہے؟"

"ہم دونوں۔" جولیا نے کہا "ہم دونوں ایک دوسرے کے رازدار ہیں۔" جولیا نے شرماتے ہوئے کہا۔

"اوہ! تب ٹھیک ہے۔" میں نے اسے خود سے قریب کھینچ لیا اور جولیا پیار سے میرے سینے میں منہ رگڑنے لگی۔

قصبے کی ساری خوبصورتی ہم نے سمیٹ لی تھی۔ اب اس میں ہمارے لیے کوئی دلکشی نہیں رہ گئی تھی۔ یوں بھی ان لوگوں کے ساتھ چھ دن گزر چکے تھے اور اب وہ اپنی کشش کھو چکی تھیں۔ چنانچہ ہم یہاں سے آگے بڑھنے کے پروگرام پر غور کرنے لگے۔ اور ایک دن میں اور سردارے سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔

"یہاں سے چلا جائے۔ یوں بھی کم دن رہ گئے ہیں۔ پتہ نہیں غلام سیٹھ فرینکفرٹ پہنچا یا نہیں!"

"ٹھیک ہے استاد! جو استاد کی مرضی۔"

"ان لوگوں کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ خاموشی سے چل دیں گے۔" میں نے کہا اور سردارے نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلا دی۔

☆ ☆ ☆

سردارے بہرحال میری طرح نہیں تھا۔ یا پھر اس کی سوچ میری مانند نہیں تھی۔ اس کے انداز سے ہر ہو رہا تھا کہ وہ ابھی جین کو چھوڑنے پر دل سے آمادہ نہیں ہے۔ میں نے اس کی بددلی صاف محسوس کی لیکن بہرحال وہ ابھی اس معاملے میں کچا تھا۔ میں نہیں ------ اور میں اسے کچا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ نچہ میں نے کوئی رعایت نہیں برتی۔ میں نے اس کی اداسی پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ کئی منٹ تک ردارے اسی طرح خاموش رہا تب میں نے ہی خاموشی توڑی۔

"البتہ یہاں سے چلنے کا مسئلہ زیر غور ہے۔"

"کیوں استاد؟" سردارے نے رواداری میں پوچھا۔

"کس طرح چلو گے؟"

"ٹرین سروس ہے۔"

"میرا خیال ہے ہچ ہائیکنگ ٹرائی کی جائے۔"

"ایں ہاں استاد ------ یہ جرمن اس معاملے میں بڑے فراخ دل ہوتے ہیں۔ لیکن تمہیں میری ایک ت ماننی پڑے گی۔" اچانک سردارے اس گفتگو میں دلچسپی لینے لگا۔ مجھے اس تبدیلی پر حیرت ہوئی تھی۔

"کیسی بات؟"

"ہم پابندیوں کے بغیر سفر کریں گے۔"

"پابندیاں کیسی سردارے ------؟"

"میرا مطلب ہے تفریح کرتے ہوئے چلیں گے۔ تم ایک عمدہ سا گٹار خرید لو۔ ہم آوارہ گردوں کی لرح چلیں گے۔"

"میں تمہاری حرکت سمجھ رہا ہوں۔"

"تمہاری طرح مضبوط انسان نہیں ہوں استاد ------ جین نے بڑے خلوص سے مجھ سے اظہار الفت یا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس کی زندگی میں' میں پہلا مرد ہوں جس نے اسے متاثر کیا ہے۔"

"مضبوط بننا پڑتا ہے سردارے ------ بلکہ خود کو کسی ایسی لڑکی کے سامنے ہی نہ لاؤ جس کی زندگی میں م پہلے مرد ہو۔ ہم بھی انسان ہیں لیکن ذرا مختلف قسم کے ------ تو پھر آج ہی سفر شروع کر دیا جائے؟"

"جیسی استاد کی مرضی ------ ویسے کیا ان سے ملنا بھی مناسب نہ ہوگا؟"

"اس سے فائدہ بھی کیا۔" اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ چنانچہ دن کے پونے بارہ بجے تھے جب ہم فرائی برگ سے فرینکفرٹ جانے والی شاہراہ ------ کے کنارے کنارے چل پڑے۔ ہمارا حلیہ آوارہ گردوں کا سا تھا۔ لیکن ہمارے جسموں پر عمدہ لباس تھے۔ اور ہمارے تھیلوں میں بھی بہت سی چیزیں تھیں۔ خاص چیز میرا خوبصورت گٹار تھا۔ کئی کاریں اور ٹرک ہمارے سامنے سے گزرے لیکن کسی نے ہمیں لفٹ نہیں دی۔ "میرا خیال ہے استاد ------ رفتار تیز کرو۔ ممکن ہے ہمیں لفٹ نہ ملے۔"

"سست رفتاری سے کیا فائدہ؟"

"شہر سے قریب تو رہیں گے۔"

"چلتے رہو یار ------ جوگیوں کو جنگل یا شہر سے کیا واسطہ"۔ میں نے لاپرواہی سے کہا۔ آسمان پر بادل پھیلے ہوئے تھے۔ موسم خوشگوار تھا اس لئے پیدل سفر برا نہیں معلوم ہو رہا تھا۔ کافی دیر تک چلتے رہے۔ پھر

سیاہ رنگ کی ایک قیمتی گاڑی ہمارے قریب سے گزری۔ سردارے نے حسب معمول انگوٹھے سے اشا لیکن کار آگے نکل گئی۔ "دہت تیرے کی۔ سب سالے بداخلاق ہو گئے ہیں۔" سردارے نے گردن لیکن تقریباً دو سو گز جاکر کار کے بریک چرچرائے اور کار رک گئی۔

سردارے جو اس گاڑی کی طرف سے بھی مایوس ہو کر رخ بدل چکا تھا' بریکوں کی چرچراہٹ اچھل پڑا۔ اور پھر اس نے عجیب بدحواسی سے دوڑ لگائی اور کار کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں وہیں کھڑا رہا سردارے نے زور زور سے میری طرف ہاتھ ہلایا۔ شاید کام بن گیا تھا۔ لمبی سیڈان کی اگلی نشست درمیانی عمر کا جرمن اور اس سے عمر میں کافی چھوٹی شاید اس کی بیوی بیٹھی ہوئی تھی۔ لیکن اس کا پیٹ حد تک پھولا ہوا تھا۔ اور اس بے تکے پن نے اس کے اچھے خاصے نقش و نگار پر بھی اثر ڈالا تھا۔ ویسے آنکھیں بڑی خوبصورت اور جاندار تھیں۔ "ہیلو ——— فرینکفرٹ؟" جرمن نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ "بیٹھو ——— تم موسیقار ہو؟" جرمن اسی انداز میں بولا۔ اور پہلے گٹار اندر ٹھونسا' پھر خود اندر گھسا اور سب سے بعد میں سردارے ——— جرمن نے کار گیئر کر آگے بڑھا دی۔

اس کی بیوی نے کھڑکی سے پشت لگا کر رخ بدل لیا۔ وہ ہم میں دلچسپی لے رہی تھی۔ جرمن کی ونڈ شیلڈ سے دوسری طرف تھیں۔ لیکن ذہنی طور پر وہ ہماری طرف ہی متوجہ تھا۔

عورت ہمیں دیکھ کر مسکرائی۔ اور پھر اس کی مترنم آواز ابھری۔ "تم نے جواب نہ مسٹر ———!"

"کس بارے میں مادام؟" میں نے ادب سے پوچھا۔

"تم موسیقار ہو؟"

"پروفیشنل نہیں۔"

"اوہ ——— اچھا۔ تمہارا کیا خیال ہے فن کاروبار بن کر بے جان ہو جاتا ہے؟"

"میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔"

"اچھا ——— کیوں؟"

"بے جان چیزیں فروخت نہیں ہوتیں۔ ہاں ان کی شکلیں بدل جاتی ہیں۔ کاروبار بنا کر انہیں شکلوں میں ڈھال دیا جاتا ہے جو گاہک کی پسند ہوں۔ بس فنکار کی اپنی پسند مر جاتی ہے۔"

"اچھی بات کہی تم نے ——— لیکن تم تو دوکاندار نہیں ہو۔" اس بار مرد نے کہا۔ "ہاں۔ ہم نہیں ہیں۔"

"پھر کون ہو ——— اپنا تعارف نہ کراؤ گے؟" مرد ہی بولا۔

"آوارہ گرد ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"نروان کی تلاش میں بھٹکنے والے۔" مرد ہنس کر بولا۔

"شاید۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیوں صحرا گرد کرتے ہو۔ نروان تو تمہاری ذات میں پوشیدہ ہے۔ کیسے انسان ہو' جس چیز کو شہروں' جنگلوں اور پہاڑوں میں تلاش کرتے پھر رہے ہو اسے اپنے وجود میں چھپائے پھرتے ہو۔ کے اندر بھی جھانک لو ——— سب کچھ مل جائے گا۔" عورت نے کہا۔ اور میں تڑپ اٹھا۔ کیسی

بات کہی تھی' کیسے عجیب الفاظ تھے۔ میرا ذہن جھنجھنا کر رہ گیا۔

"کیا خیال ہے تمہارا ——— کیا یوریشا غلط کہتی ہے؟" مرد نے پوچھا۔ لیکن میں اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ تب مرد نے عورت کی طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔ "اوہ ——— ڈیر یوریشا! شاید تمہاری بات ہمارے دوستوں کو پسند نہیں آئی۔"

"میرے الفاظ اپنی جگہ درست ہیں۔ تاہم میں ان سے معافی مانگ لوں گی۔" عورت نے کہا۔

"نہیں خاتون! شاید آپ نے ٹھیک ہی کہا ہے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

"چھوڑو ——— میرا خیال ہے ہم غلط موضوع کی طرف بھٹک گئے ہیں۔ ابھی تک ہم ایک دوسرے سے ناواقف ہیں۔" مرد نے کہا۔

"میرا نام ایڈورڈ ہے' یہ مائیکل ——— باقی ہم بتا ہی چکے ہیں۔" میں نے کہا۔ "ہاں ——— ہاں' ٹھیک ہے۔ میں گریس ناک ہوں اور یہ میری بیوی یوریشا۔ ہم نے محبت کی شادی کی ہے اس بات کو ذہن میں رکھنا۔"

"اللہ اکبر ———" سردارے نے گہری سانس لیکر آہستہ سے کہا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر۔" میں نے کہا۔

"خاک ———" سردارے پھر آہستہ سے بولا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "یوریشا حاملہ ہے۔ اس کے والدین ہسپانیہ میں رہتے ہیں۔ ہم نے اس بار ایک ماہ کی چھٹیاں ہسپانیہ میں گزاری ہیں اور اب واپس ہنوور جا رہے ہیں۔" گریس نے بتایا۔

"خوب۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"حاملہ ہونے میں کوئی خوبی ہے؟" سردارے نے پھر آہستہ سے کہا۔

"سردارے ——— بری بات ہے۔" میں نے اسے سرزنش کی۔

"کوئی بری بات نہیں ہے۔ کسی حاملہ عورت کے ساتھ بیٹھ کر مجھے بھی اپنے پیٹ میں گڑبڑ محسوس ہونے لگتی ہے۔" سردارے بولا۔

"تم اتر بھی سکتے ہو۔" میں نے کہا۔

"اب کیا فائدہ۔ ہمیں کار میں بیٹھنے سے قبل دیکھ لینا چاہئے تھا۔" سردارے ناک چڑھا کر بولا۔

"کیا بکواس ہے یار ——— وہ ہمارے بارے میں کیا سوچیں گے۔"

"کوئی حاملہ عورت میرے بارے میں کچھ بھی سوچے' مجھے پرواہ نہیں ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"حاملہ عورتوں کو دیکھ کر دماغ کو خراب ہی ہو جانا چاہئے۔" سردارے شاید مجھے چڑانے پر تل گیا تھا۔

"بیٹے ——— صحیح معنوں میں یہ عورت کا سب سے مقدس روپ ہے۔"

"سبحان اللہ۔" سردارے نے گردن ہلائی۔

"میں تمہارے پیٹ سے ایک دس سیر وزنی تھیلا باندھ دیتا ہوں۔ دو مہینے دن رات اس تھیلے کے ساتھ گزارو۔ جو مانگو گے دوں گا۔ یہ ماں کی ہی مقدس ہستی ہے جو پورے نو ماہ اس انداز میں گزار دیتی ہے۔ اور اس کے بعد زندگی کی بازی لگا کر بچے کو جنم دیتی ہے۔ جنم دینے کے بعد اس کے فرائض ختم نہیں ہو جاتے۔

اس کے بعد وہ اسے اپنے خون کے قطرے چٹا کر پروان چڑھاتی ہے۔ گوشت اور ہڈیوں کا پہاڑ بن کر بھول جاتا ہے۔ اور ــــــ اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ بڑی مقدس ہستی ہے یہ سردارے ــــــ مقدس جذبہ ہوتا ہے اس کا۔"

"خدا کی پناہ ــــــ" سردارے نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

ہم دونوں کو کسی دوسری زبان میں گفتگو کرتے دیکھ کر وہ ہم سے بے تعلق ہو گئے تھے۔ عورت رخ بدل لیا تھا۔

"یہ ہمیں بداخلاق سمجھ رہے ہوں گے۔ تم نے فضول بکواس شروع کر دی تھی۔"

"تم نے وعظ سنا کر اس کی سزا بھی تو دے لی استاد!" سردارے نے جواب دیا۔ "اچھا۔ اب براہ چونچ بالکل بند کر لو۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔

"آپ لوگ شاید کسی بات پر متفق نہیں ہیں۔" جب ہمیں کئی منٹ خاموشی سے گزر گئے تو گر متوجہ کیا۔

"اوہ۔ میرا ساتھی کریک ہے۔ اکثر فضول اور بے موقع گفتگو شروع کر دیتا ہے۔"

"لیکن تمہاری زبان ہمارے لئے اجنبی تھی۔"

"اسی زبان پر بحث ہو رہی تھی' ایک ایشیائی زبان ہے۔"

"تم ایشیائی زبان جانتے ہو؟"

"کھٹمنڈو میں سیکھی تھی۔ ہرے کرشنا ہرے راما' تحریک کا پیرو ہے۔"

"ہاں' میں نے اس کے بارے میں سنا ہے۔ اور تم ــــــ؟"

"بالکل نہیں۔"

"خیر ــــــ یہ تمہارا آپس کا معاملہ ہے' ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ کیوں یوریشا؟"

"ہاں ڈارلنگ۔ لیکن تم نے شاید آسمان کی طرف نگاہ نہیں دوڑائی؟" یوریشا نے ایک گہری سا کر کہا۔

"اوہ' کیوں؟" گریس نے چونک کر کہا اور پھر وہ آسمان کی طرف دیکھ کر بولا۔ "غالباً تم بارش کی متوجہ کر رہی ہو؟"

"ہاں۔" یوریشا نے جواب دیا۔ "تو ہونے دو ــــــ سفر میں بارش معمولی سی حد تک تکا ضرور ہوتی ہے۔ لیکن موسم کی جو کیفیت ہو جاتی ہے اس کی رومانویت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کا کیا خیال ہے؟" گریس ہماری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"ہاں۔ یہ موسم رومانی ہوتا ہے۔" میں نے مختصر سا جواب دیا۔

"مسٹر ایڈورڈ ــــــ کسی حد تک عجیب ضرور رہے گا۔ لیکن کیا میں آپ سے فرمائش ہوں۔" اس نے گٹار کی طرف اشارہ کیا۔

"اوہ' یہاں جگہ مختصر ہے۔"

"میری فرمائش کا تاثر اگر کشادہ ہو تو ــــــ" یوریشا مسکراتے ہوئے بولی۔

"بجاؤ ــــــ بجاؤ۔ ایک مقدس ہستی کہہ رہی ہے۔ تمہیں اس کے تقدس کو مدِ نگاہ رکھتے ہو کی فرمائش پوری کر دینی چاہئے۔" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

پ کی کیا رائے ہے مسٹر گریس؟" میں نے سردارے کی بکواس کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

ریشا نے ایک ایسی فرمائش کی ہے جسے میں اپنی کوششوں سے پوری نہیں کر سکتا۔ ویسے میں نے ی خواہشات کا احترام کیا ہے۔ تاہم آپ اسے میری بھی درخواست سمجھیں مسٹر ایڈورڈ!"

کو ڈرائیونگ میں تو دقت تو نہیں ہوگی؟"

ہرگز نہیں۔" گریس نے جواب دیا۔

سٹر ایڈورڈ ــــــ گریس تین سال کار ریس چیمپین رہ چکا ہے۔ میں نے اس سے شادی ے بعد اسے کسی ریس میں حصہ نہیں لینے دیا ہے۔ کیونکہ اب اس کی زندگی پر میرا بھی حق ہے۔"

ارے اوپر ساری دنیا کا حق ہے۔" سردارے اپنی بکواس سے باز نہ آیا۔ بہرحال میں نے گٹار درست واقعی تنگ تھی۔ حالانکہ کار لمبی اور اندر سے خوب کشادہ تھی۔ پھر بھی گٹار کے لئے بہرحال زیادہ یں تھی۔ سردارے نے کھڑکی سے دوسری طرف منہ نکال لیا۔ اس کی شرارتوں پر میرے ہونٹوں پر آ گئی تھی۔ بہرحال میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ اور پھر گٹار کے تاروں پر موسم کے لحاظ نغمہ چھیڑ دیا۔ اور بڑی دلچسپ بات ہوئی۔ جوں ہی گٹار کی آواز ابھری' بارش چسل پڑی۔ گویا بادل تاروں پر رکے ہوئے تھے۔ اس بات کو سب نے ہی محسوس کیا۔ گریس نے وائپر کھول دیئے اور ار کسی حد تک سست کر دی۔ یوریشا تاروں میں محو ہو گئی اور آہستہ آہستہ میں بھی نغمے میں کھو گیا۔ ہن میں پنجاب ابھر آیا۔ لہلہاتا پنجاب' جہلم کے کنارے پھیلے ہوئے کھیتوں میں جگہ جگہ بندھے ن' جن میں بارش سے بچاؤ کے لئے ایک کمزور سی پٹائی نما چھت' چھت سے رستی ہوئی ننھی منھی ور پیپل کے درخت میں پڑے ہوئے جھولے' ان پر پینگیں لیتی ہوئی کنواریاں' اور ان کے ے پھوٹتے ساون کے گیت' ان کے مست کر دینے والے قہقہے' معصوم معصوم سے ــــــ سب ے ذہن میں ابھر آیا۔ اور میری انگلیاں تاروں میں کھو گئیں۔ مجھے کچھ یاد نہیں رہا کہ میں کیا بجا رہا ں بے خودی میں میرا ہاتھ تاروں پر دوڑ رہا تھا۔

ر بارش ہو رہی تھی' وائپر چل رہے تھے' کار کی انجن کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ تب اچانک نے کار سڑک سے اتار کر روک دی اور ہم سب چونک پڑے۔ نغمہ رک گیا۔ اور گریس نے ایک انس لی۔ "مجھے یہ خطرہ بھی تھا۔" وہ آہستہ سے بولا۔

یا ہوا گریس ــــــ خیریت؟" یوریشا نے چونک کر پوچھا۔

چھ نہیں ہوا یوریشا ــــــ یوں سمجھو میں نے ایک حادثے کو روکنے کے لئے ایک حسین نغمہ قتل گریس نے اسی انداز میں جواب دیا۔

یں نہیں سمجھی ــــــ" یوریشا نے کہا۔ میرا ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا۔ جہلم کی حسین وادی سے اپس آ جانا مجھے بھی اچھا نہیں لگا تھا۔

ہ ایسا دلفریب تھا یوریشا کہ میں خود پر قابو نہیں پا رہا تھا' میرا ذہن بھٹک رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ یوں نہیں کر سکوں گا اس لئے ......"

ــــــ" یوریشا نے گردن ہلائی۔ اور پھر اس نے میری طرف دیکھا۔ "ایڈورڈ ڈیر ــــــ تم ل ہو۔ تم عظیم فنکار ہو۔ اگر گریس میری زندگی میں نہ داخل ہو گیا ہوتا تو میں تمہارے لئے جان کی ...ی"

"شکر ہے کچھ دیر ہو گئی۔" گریس نے پر مزاح انداز میں کہا۔ "لیکن یوریشا ڈارلنگ
لڑکی ہوتا تو میری تمہاری سخت رقابت چلتی اور ممکن ہے تم میری زندگی میں ایڈورڈ کو حاصل کر
رہتیں۔"

"ناممکن۔" یوریشا نے کہا۔ "ممکن ہے۔" گریس نے بھی لڑنے والے انداز میں کہا۔

"قطعی ناممکن ——— میں کہتی ہوں......"

"ارے ارے' آپ لوگ لڑیں نہیں۔" میں نے مداخلت کی اور دونوں ہنس پڑے۔

"بہر حال ایک خوبصورت نغمہ قتل ہو گیا جس کا بڑا دکھ ہے۔" یوریشا نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہم کہیں رک کر موسم اور نغموں کا لطف اٹھائیں۔" گریس بولا۔

"اوہ' لیکن گریس ——— کیوں نہ ہم انہیں نیوور لے جا کر اپنا مہمان رکھیں۔"

"اگر یہ تیار ہو جائیں۔" گریس نے شانے ہلائے۔

"معذرت چاہوں گا دوستو ——— دراصل فرینکفرٹ میں چند دوست منتظر ہوں گے
بعد پہنچنے والے تھے وہ لوگ' لیکن ہم دونوں نے زیادہ وقت برن میں گزار دیا۔"

"اوہ۔" یوریشا نے گہری سانس لی۔ پھر آہستہ سے بولی۔ "مجھے تمہارا فن اتنا
ایڈورڈ ——— کہ اگر میں ٹھیک حالت میں ہوتی تو تمہارے ساتھ چند روز فرینکفرٹ ہی م
تمہارے فن سے لطف اندوز ہوتی۔"

میں نے چور نگاہوں سے گریس کی شکل دیکھی۔ لیکن وہ اپنی بیوی کی باتوں پر خوش دل
ہوئے آرام سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ شام جھک رہی تھی جب ہائیڈل برگ پہنچے۔ دریا
خوبصورت پل سے گزرتے ہوئے ذہن میں عجیب عجیب احساسات جاگے۔ دریا کے کنارے
چہل قدمی میں مصروف تھے۔ یوریشا غالباً تھکن محسوس کر رہی تھی۔ اس نے کار کی نشست
آنکھیں بند کر لیں۔ سردارے شروع ہی سے کچھ بیزار نظر آ رہا تھا اس لئے وہ خاموش ہی تھا
کی شکل دیکھی اور پھر آہستہ سے سرگوشی کی۔

"تمہیں بھی نیند آ رہی ہے؟"

"نہیں ——— اس دن پر غور کر رہا ہوں۔"

"کیوں؟"

"سفر کسی دوسرے ذریعہ سے بھی کیا جا سکتا تھا۔"

"ہوا کیا میری جان؟"

"یہ سفر ہو رہا ہے' لگ رہا ہے ملک الموت ٹانگ گھسیٹ رہا ہے۔ لفٹ بھی ملی تو کیسی گا
اس لمبے سفر کے کچھ حسین ساتھی ہوتے۔"

"وہ حسین تو ہے۔"

"جی ہاں ——— اور مقدس بھی۔" سردارے نے کہا۔

"کیا خیال ہے نشست بدلو گے؟" میں نے شرارتاً پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"میں اس سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ پیچھے آ جائے۔ میں اگلی سیٹ پر چلا جاتا ہوں۔"

نہیں شکریہ ——— وہ معہ اپنے تقدس کے آئے گی۔ ایک سیٹ پر وہ بیٹھے گی دوسری پر اس کا
ا مخواہ جگہ تنگ ہو جائے گی۔" سردارے نے عجیب سے انداز میں کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

سلسل میری بات کا مذاق اڑا رہے ہو۔" میں نے کہا۔

ہر تم ہی بتاؤ استاد ——— کیا اڑاؤں۔ یہ موسم ——— یہ بارش ——— اور ——— برابر کی
ف تم ——— اور اگلی سیٹ پر ایک تقدس ماب۔"

ں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ بارش کچھ اور تیز ہو گئی اور وائپر بڑی تیزی سے ونڈ اسکرین
نے لگے۔ رفتار زیادہ تیز نہیں رکھی جا سکتی تھی پھر بھی گریس کار کافی تیز رفتار سے دوڑا رہا تھا۔ اس
رات ہو گئی تھی جب کار مائن ہام میں داخل ہوئی۔

تاد!" سردارے جلدی سے بولا۔

ں خیریت؟"

ون سا شہر ہے؟"

ناہم ——— کیوں؟"

ری رائے ہے ادھر ہی اتر پڑو۔ رات یہاں گزاریں گے' اس کے بعد باقی سفر کل کر لیں گے۔"

کل انجان جگہ ہے سردارے ——— اس کے بارے میں کوئی تفصیل بھی نہیں معلوم۔ اور پھر
ہ رات مصیبت بن جائے گی۔ ویسے اگر تمہاری یہی رائے ہے تو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔

جانے کتنا سفر باقی ہے؟"

ڑی رکواؤں؟"

یں' اب جانے دو۔" سردارے نے گردن کھجاتے ہوئے کہا۔

ینکفرٹ اب کتنی دور رہ گیا مسٹر گریس؟" میں نے گریس کو مخاطب کیا۔

ں آدھے گھنٹے کا سفر باقی ہے۔" گریس نے جواب دیا۔

ہ۔" سردارے نے ہونٹ سکوڑ کر ایک گہری سانس لی۔

ی ہوٹل میں قیام کریں گے مسٹر ایڈورڈ؟"

ں۔"

یکن میرے خیال میں اس وقت فرینکفرٹ میں ہوٹل تلاش کر لینا ناممکن ہے۔ بارش نے پورے شہر
ن کر دیا ہو گا۔"

نب آپ ہمیں شہر سے باہر ہی اتار دیں مسٹر گریس! ہوٹل نہ سہی' کوئی ویرانہ سہی۔ ہمارے لئے
س یکساں ہیں۔"

یکن بارش بہت تیز ہے۔"

کہیں بھی جگہ پناہ لے لیں گے۔"

آپ کی مرضی۔" گریس نے گردن ہلائی۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم کار سے اتر گئے۔ گریس اور
نے ہمیں الوداع کہا۔ اور کار آگے بڑھ گئی۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ہمارے کار سے اترتے ہی
ر ہو گئی۔ سردارے نے چونک کر آسمان کی طرف دیکھا اور پھر میری طرف ———!

بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"کیا ——؟" میں نے پوچھا۔
"مائن ہام کی رات تو ہمارے لئے مصیبت بن جاتی۔ اور یہ ویرانہ ——؟"
"یہاں تم سکون سے سو جاؤ گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"ویری گڈ —— اچھا فلسفہ ہے۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آیا ——"
"اس وقت پیدل شہر تک جانے کی ہمت ہے؟"
"توبہ کریں۔"
"مائن ہام میں یہ بات نہیں تھی۔"
"میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔" سردارے نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
"افوہ' بارش کی رات —— تنہا' سنسان' ویران تو نہیں رہ سکتی۔ تم مائن ہام کی گلیوں میں تلاش میں نکل پڑتے۔ تمہیں جین یاد آتی' اور نہ جانے کیا کیا یاد آتا ——!"
"اوہ' اور اسی لئے آپ شہر سے باہر اتر گئے ہیں؟"
"جی ہاں۔"
"تم منع کر دیتے استاد —— میں تمہارے حکم کی خلاف ورزی کی جرات نہیں کر..." سردارے آہستہ سے بولا۔
"سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں —— اگر اسی وقت شہر چلنا چاہو تو لفٹ مل سکتی ہے۔"
"ارے نہیں —— جس میں اپنا استاد خوش' ہم بھی اسی میں خوش۔" سردارے نے کہا۔ اور میں خاموش ہو گیا۔ "مگر استاد —— زمین بھیگ رہی ہے' آسمان تو حیرت انگیز طور پر ... گیا ہے۔ لیکن گیلی زمین پر جائے پناہ کہاں ملے گی۔"
"آؤ یار —— تلاش کر لیں گے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ اور تاریکی میں سڑک کنارے سے ہم کھیتوں میں اتر گئے۔ سردارے بار بار لڑکھڑا رہا تھا۔ میں نے اسے ہاتھ کا سہارا ... کے نیچے کی زمین گیلی تھی۔ کہیں کہیں ہمارا پاؤں پچاک سے پانی میں جا پڑتا۔ نہ جانے کیوں مجھے ... آ رہا تھا۔ بہرحال خدا خدا کر کے ہم کھیتوں سے نکل کر ایک مسطح میدان میں آ گئے۔ یہاں پانی بھی ... زمین بھی ہموار تھی۔
"سردارے!" میں نے بڑے پیار سے سردارے کو پکارا۔
"استاد!" سردارے نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔
"کیسی جگہ ہے؟"
"واہ' واہ۔" سردارے نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
"کھلے آسمان کے نیچے۔ ابھی چند منٹ کے بعد تارے نکل آئیں گے۔ بھیگی بھیگی فضائیں' سیاہ رات' ہماری نگاہیں آسمان پر ہوں گی اور ستارے ......"
"ہماری کھوپڑی میں اتر آئیں گے۔" سردارے بولا۔
"ارے نہیں۔ اس حسین موسم کی توہین نہ کرو۔"
"سو جانے دو استاد —— بس سو جانے دو۔" سردارے اچانک زمین پر لیٹ گیا۔ اور ... زوردار قہقہہ لگایا۔

"شاباش۔ یہی اسپرٹ ہونی چاہئے۔"
"سردارے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے کھردری زمین پر کروٹ بدل لی تھی۔
"ناراض ہو میری جان!" میں نے بڑے پیار سے اس کے برابر لیٹتے ہوئے کہا۔ اور سردارے ہنس پڑا۔
"بہت اچھا موڈ ہے استاد ——!" اس نے کہا۔
"ہاں' نہ جانے کیوں۔"
"تو سنو —— میں بھی خوش ہوں۔"
"اوہو —— اچانک۔"
"ہاں —— تمہارا اچھا موڈ میرے لئے قیمتی ہے۔ ایسی تیسی جین کی ——" سردارے نے کہا۔
"جین کہاں سے آ ٹپکی۔؟" میں نے پوچھا۔
"یاد آ رہی تھی سالی۔"
"ہاں ہاں —— سالی تو جو لیا تھی۔ میں نے کہا اور سردارے ہنسنے لگا۔
"بہت ہی اچھا موڈ ہے استاد۔ بہرحال میں بارہا اعتراف کر چکا ہوں۔ تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تمہاری ...بت میرے اندر ابھی کافی کچا پن ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ میں ابھی تک حالات کی بھٹی میں اس قدر ...ں تپا ہوں کہ کندن بن جاؤں۔"
میں خاموش ہو گیا۔ سردارے کی سنجیدگی نے مجھے بھی سنجیدہ کر دیا تھا اور اب سو جانا ہی بہتر تھا۔ میں ... اپنا گٹار سرہانے رکھا۔ تھیلا سردارے نے اپنے سرہانے رکھ لیا تھا اور ہم دونوں ہی سونے کی کوشش ...نے لگے۔ اور دونوں ہی سو گئے۔ عجیب زندگی تھی۔ بلاشبہ دنیا اب ہماری نگاہوں میں کوئی حقیقت نہیں ...تی تھی۔ عیش و طرب کی زندگی' بڑی دلکشی رکھتی ہے اپنے اندر۔ لوگ اس زندگی کو آرزو بنا لیتے ہیں۔ ...رت بن جاتی ہے ان کی۔ لیکن ہم سے پوچھے کوئی۔ ہم نے زندگی کے سارے رخ دیکھے ہیں۔ کبھی نرم و ...م بستر' اعلیٰ کھانے اور زندگی کے سارے قیمتی لوازمات —— اور کبھی کھردرا فرش' دوستو —— ...ر گی گزر ہی جاتی ہے۔ جو کچھ مل سکا ہے اس کو غنیمت سمجھو —— جس کی طلب ہے اسے حاصل ...نے کے لئے کوشش ضرور کرو۔ لیکن ضرورت کو حسرت نہ بناؤ۔ ضرورت پوری ہونے کے بعد کوئی ...بقت نہیں رکھتی۔ ہاں کوئی حقیقت نہیں رکھتی ضرورت۔
کھردری زمین ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکی اور ساری رات ہم آرام سے سوتے رہے۔ لیکن اس رات کی صبح ...ت ہولناک تھی۔ ابھی روشنی پھوٹی ہی تھی کہ خوفناک فائرنگ ہونے لگی۔ ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا ...یا تھا۔ بے شمار گولیاں ہمارے اردگرد' دور نزدیک زمین کے پرخچے اڑا رہی تھیں۔ ایک ذرا سی جنبش موت ...ا جنبش تھی۔ آنکھ کھلنے پر پہلے تو احساس نہیں ہو سکا' لیکن دوسرے لمحے موقع کی نزاکت میری سمجھ میں ...آ گئی اور میں نے صرف ایک جرات کی' کھسک کر سردارے کے نزدیک پہنچ گیا۔ زندگی کی کوئی امید نہیں ...رہی تھی۔ دشمنوں کی تعداد بے پناہ تھی ایسا لگتا تھا جیسے پوری فوج حملہ آور ہو گئی ہو۔ لیکن ذہن سوچنے ...سے قاصر تھا۔ کون لوگ ہو سکتے ہیں یہ۔؟
گولیاں تھیں کہ قیامت —— بارش کی طرح محسوس ہو رہی تھیں۔ اسے صرف زندگی کا کرشمہ ہی ...کہا جا سکتا تھا کہ بے شمار گولیوں نے ہمارے لباس چھوئے اور جسم چھوڑ دیئے۔
...اپنی ساری کوششیں کرنے کے بعد دشمن اس کا نتیجہ دیکھنے کے لئے رکا۔ اور خاموشی چھا گئی۔ فضا میں

چاروں طرف دھواں پھیلا ہوا تھا۔ سردارے بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے آسمان کی طرف تک رہا تھا۔ اس ر اعصاب جواب دے گئے تھے۔ وقفہ خاصا طویل رہا۔ اور میں نے پوری کوشش کرکے حواس کسی حد تک سنبھالے۔

"سردارے ------!" میں نے سردارے کو آواز دی۔

"اس ------ اس ------ تاو ------" سردارے بڑی زور سے اچھلا اور پھر کھڑا ہو گیا۔ بڑ خطرناک بدحواسی تھی۔ میں سانپ کی طرح پلٹا اور میں نے سردارے کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ لی۔ سردارے ب طرح گرا تھا اور گرنے کے بعد شاید اس کے حواس بحال ہو گئے تھے۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے م طرف دیکھا۔

میں نے اسے بری طرح دبوچ رکھا تھا!

"مجھے چھوڑ دو استاد۔" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"پہلے اپنے حواس درست کرو۔" میں غرایا۔

"میں ٹھیک ہوں استاد ------ اب بالکل ٹھیک ہوں۔ واقعی بدحواسی میں بڑی حماقت ہو گئی تم سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"ہلنے جلنے کی کوشش مت کرو۔"

"مگر استاد ------"

"شاید وہ نتائج دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"کون ہو سکتے ہیں استاد۔؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"سوئس پولیس۔؟"

"اس کا یہاں کیا عمل دخل؟"

"تو پھر ------ تھامپسن کے گروہ کے......"

"میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا سردارے، سوائے اس کے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔"

"خدا کی پناہ استاد......" سردارے کی آواز ایک دم رک گئی۔ فائرنگ کا شور پھر سنائی دیا اور گولیاں ے زیادہ شدت سے برسنے لگیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ اف ------ ایسے خوفناک لمحات تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کوئی قوت ہی ہمیں بچا رہی تھی، ورنہ اس بھیانک فائرنگ جانے پر خود بھی یقین نہیں کر سکتا۔

سردارے کی اب پہلے جیسی حالت نہیں تھی لیکن ہم دونوں بڑی بے بسی سے پلکیں جھپکا رہے گولیاں ہمارے سروں سے گزر رہی تھیں۔ آپس میں ٹکرا رہی تھیں۔ رخ بدل رہی تھیں، چنگاریاں رہی تھیں۔ موت کا ایسا قرب کسی نے کاہے کو دیکھا ہو گا جو ہم دیکھ رہے تھے اور ایسی بے بسی شاید نے محسوس کی ہو۔! اس مرتبہ فائرنگ مسلسل پندرہ منٹ تک ہوتی رہی اور ان پندرہ منٹوں میں دماغ ماؤف ہو گئے۔ ہماری سوچنے سمجھنے کی قوت سلب ہونے لگی اور ہمیں آنکھیں بند کرکے حواس پڑے۔

اور فائرنگ رکی تو محسوس ہوا جیسے قیامت ٹل گئی ہو۔ طوفان ختم گیا ہو۔ ایسا سکوت طاری ہوا کہ

سنسنا اٹھا۔! بمشکل تمام سردارے کی آواز میری کانوں میں گونجی۔

"استاد ------" اس نے لرزتی آواز میں مجھے پکارا تھا۔

"ہاں سردارے ------!"

"شاید ------ وہ ------ وہ پاگل ہیں استاد۔"

"شاید ------"

"اتنا ایمونیشن کیوں ضائع کر رہے ہیں ہم پر ------ قریب آجائیں تو صرف دو گولیاں ہی کافی ہوں گی۔"

"پتہ نہیں ------"

"میری ایک تجویز ہے استاد ------" سردارے کہا۔

"کیا ------؟" میں نے نڈھال انداز میں پوچھا۔

"ہم لوگ خود کو ان کے حوالے کر دیں۔ میرا خیال ہے اب ہر بار اتفاق نہیں ہو سکتا۔ اگر انہوں نے تیسری بار کوشش کی تو ضرور مارے جائیں گے۔"

"مگر ------" میں ہچکچایا۔

"یہی درست ہے استاد ------ میں پہل کرتا ہوں۔" سردارے نے کہا اور اس سے قبل کہ میں اسے روکوں سردارے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ بلند تھے۔! "ہے ------" اس نے گلا پھاڑ کر کہا۔ "تم جو کوئی بھی ہو ------ ہم خود کو تمہارے حوالے کرنے کے لئے تیار ہیں۔" اور پھر وہ کئی بار اتنی ہی زور سے چیخا کہ آواز پھٹ گئی اور اسے کھانسی آگئی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی اچانک سائرن کی تیز آوازیں گونج اٹھیں۔ ان آوازوں میں انسانی شور بھی شامل تھا اور پھر دور بہت سی گاڑیاں اسٹارٹ ہوئیں۔ میں جو سردارے کی بھیانک موت کا منتظر تھا۔ میں جو چشم تصور سے سردارے کے بدن میں بے شمار خون اگلتے سوراخ دیکھ رہا تھا ان آوازوں پر چونک پڑا۔!

اور پھر میں بھی سردارے کے برابر جا کھڑا ہوا۔

فوجی جیپیں تھیں اور ان پر امریکن فلیگ لہرا رہے تھے۔ میں حیرانی سے انہیں دیکھنے لگا۔ امریکی فوجیوں کو ہم سے کیا دشمنی ہو گی۔؟ اور پھر جیپیں برق رفتاری سے ہمارے قریب آرکیں۔ فوجی ان سے کود کر ہماری طرف دوڑے۔ ان کی آنکھیں بھی حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں اور پھر ان کا گروہ آکر ہمارے بدن ٹٹولنے لگا۔! عجیب انداز تھا۔ وہ ہمیں چاروں طرف سے دیکھ رہا تھا اور ان کے منہ سے عجیب عجیب آوازیں نکل رہی تھیں۔ پھر ایک لمبا تڑنگا آدمی جو شاید ان کا افسر تھا آگے بڑھا اور فوجیوں کو پیچھے ہٹا کر ہمارے قریب پہنچ گیا۔

"کیا تم ٹھیک ہو۔؟" اس نے اکھڑ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ------ ٹھیک ہیں۔"

"شکر ہے۔ لیکن حیرت انگیز لوگو تم یہاں کیا کر رہے تھے؟"

"سو رہے تھے۔"

"بہت خوب ------ خودکشی کرنے کا ارادہ تھا۔؟"

"کیوں ------؟" میں نے سادگی سے پوچھا۔

"سیاح ہو۔؟"

"ہاں ——!"

"پہلی بار یہاں آئے ہو۔؟"

"ہاں ——!"

"اوہ —— تب تمہاری بھی کوئی غلطی نہیں ہے۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لئے یہ امریکی شوٹنگ گراؤنڈ ہے۔ امریکن فوجیں یہاں روزانہ مشق کرتی ہیں۔"

بلامبالغہ ہمارے سر چکرا گئے تھے۔! "نہ جانے تم کس طرح بچ گئے۔ بہرحال زندگی بچ جانے کی خوشی میں ہماری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔ اور آؤ صبح کا ناشتہ ہمارے ساتھ کرو۔" افسر نے میرے اور سردارے کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور پھر وہ ہمیں لئے ہوئے جیپ میں آیا۔ ہمیں بڑی محبت سے بٹھایا اور جیپیں واپس چل پڑیں۔ کافی دور فوجی کیمپ تھا۔ امریکن فوجی ہمیں وہاں لے گئے۔ عقب میں ہم نے پھر شوٹنگ کی آوازیں سنی تھیں۔ ابھی تک ہمارے اعصاب کشیدہ تھے اور ہم خاموش تھے۔ امریکن افسر نے پہلے ہمیں برانڈی پیش کی' جسے ہم نے اپنے حلئے کے پیش نظر قبول کر کے حلق سے اتار لیا۔ اور پھر اعلیٰ ناشتہ ملا۔ امریکن فوجی افسر بے حد خوش اخلاق تھا اور اسے ہمارا بڑا احساس تھا۔ "زندگی بچ گئی ہے دوستو —— چنانچہ موت کا خوف ذہن سے نکال دو۔ شاید تم موسیقار ہو۔؟" افسر نے کہا۔

"ہاں ——!" میں نے طویل سانس لیکر گردن ہلا دی۔

"تب —— ہماری خوشی کے لئے کوئی خوشی کا نغمہ سنا دو۔"

"کیا یہ عجیب نہ ہوگا۔؟" میں نے کہا۔

"کیا تمہارا بچ جانا ایک عجوبہ نہیں ہے۔؟"

"ہے۔"

"تب پھر کوئی بات عجیب نہیں ہوتی۔ ہماری فرمائش پوری کر دو' ہم تمہیں بہادروں میں یاد کرتے رہیں گے۔" افسر نے میری پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

گو واقعہ بے حد خوفناک تھا لیکن بہرحال میں نے ان لوگوں کی خواہش پوری کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور پھر میں نے گٹار پر ایک طربیہ دھن چھیڑ دی۔ کئی فوجی رقص کرنے لگے! خوب رقص و سرود جما۔ فوجی رقص کرتے رہے۔ میں بھی موڈ میں آگیا تھا۔ تقریباً دو بجے ان لوگوں کا دل بھرا۔ دوپہر کا کھانا بھی انہی کے ساتھ کھایا۔ پھر فوجی افسر نے ہمیں فرینکفرٹ میں چھوڑنے کی پیشکش کی اور بالآخر ایک فوجی جیپ ہی ہمیں لیکر وہاں سے چل پڑی۔ سردارے بھی اب پرسکون ہو گیا تھا۔ دریائے مائن کے گدلے پانی میں سامان بردار کشتیاں اور اسٹیمر چل رہے تھے۔ سامنے ہی دنیا کا بہترین یوتھ ہوسٹل نظر آ رہا تھا۔ فوجی جیپ ہمیں لئے ہوئے ایک شاندار ہوٹل کے احاطے میں داخل ہو گئی۔

میں نے گہری سانس لیکر سردارے کی طرف دیکھا۔ سردارے بھی خاموش تھا۔ دو فوجی نیچے اترے اور ہمیں ساتھ لیکر اندر داخل ہو گئے۔ پھر انہوں نے ہوٹل میں ہمارے لئے ایک کمرہ بک کیا اور ہمارے منع کرتے رہنے کے باوجود ایک ماہ کا کرایہ اور کھانے پینے اور سیر و تفریح کا بل پیشگی ادا کر دیا جو خاصی بڑی رقم تھی۔ "اس کی کیا ضرورت ہے مسٹر۔" میں نے امریکن سپاہی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں ہے مسٹر —— ہمارے آفیسر کا یہی حکم ہے۔"

"یار ——" سردارے نے ہوٹل کے خوبصورت کمرے کی ایک آرام کرسی میں دراز ہوتے ہوئے کہا۔ "یہ لوگ انسانوں کی قدر کرتے ہیں۔"

"ہاں ——" میں نے ٹھنڈی سانس لیکر کہا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ شاور کی گرم پھواروں کے نیچے بیٹھا ہوا میں سوچ رہا تھا۔ یہ لوگ انسانوں کی قدر کرتے ہیں اور میرے وطن والے۔ میرے وطن والوں نے ناقدری کا شکار بنا کر میری شکل مسخ کر دی اور جب بگڑی ہوئی شخصیت لیکر یہاں آیا تو دیارِ غیر کے لوگ مجھے انسانوں کا درجہ دے رہے ہیں۔ میرے دیس مجھے تجھ سے شکایت ہے۔ تیری مٹی سے جنم لینے والوں کے دلوں میں پیار کی خوشبو کیوں نہیں ہوتی۔ یہ کیوں اپنوں سے نفرت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ یہ کیوں اپنوں کو قبر کی گہرائیوں میں اتارنے کے لئے فکرمند رہتے ہیں۔ میرے دیس —— میرے دیس —— میرے جذبات پھر ابھرنے لگے۔ وطن کا پیار دل سے کیسے نکال سکتا تھا۔ میں تو روٹھا ہوا بیٹھا تھا جو دوسروں کے برے رویئے پر ماں کو چھوڑ آیا تھا۔ ماں کی یاد تو ہمیشہ میرے دل میں چٹکیاں لیتی تھی۔! "استاد ——" سردارے نے دروازہ تھپتھپایا اور میں چونک پڑا۔

"کیا ہے سردارے؟"

"میں سمجھا کوئی گڑبڑ ہو گئی استاد معاف کرنا۔" سردارے نے جواب دیا اور واپس چلا گیا۔ مجھے بھی احساس ہوا کہ شاید مجھے بہت دیر ہو گئی ہے چنانچہ میں لباس بدل کر نکل آیا۔

"کیا بات تھی سردارے۔؟"

"کچھ نہیں استاد —— دیر بہت ہو گئی تھی۔ کوئی بات نہیں ہے سوری۔" سردارے نے کہا اور پھر خود بھی باتھ روم میں چلا گیا۔ میں نے ویٹر کو بلا کر کافی کے لئے کہہ دیا تھا۔

امریکی فوجی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے تھے اور ہوٹل والوں کو اتنی رقم دے گئے تھے کہ وہ ہماری زبردست عزت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ غلام سیٹھ کے دیئے ہوئے وقت میں اب صرف دو روز رہ گئے تھے۔ بہرحال ہم وقت پر ہی اس سے ملنا چاہتے تھے۔ اس لئے ابھی دو دن فرینکفرٹ میں آرام سے گزارنے تھے۔ کافی پیتے ہوئے ہم پروگرام بنانے لگے۔!

"کیا خیال ہے استاد —— غلام سیٹھ سے کب ملاقات کرو گے؟"

"ابھی دو دن باقی ہیں!"

"وہ تو ہیں۔ لیکن میرا مطلب ہے۔ کہ پہلے تو نہیں۔؟"

"پہلے ملنے کی کیا ضرورت ہے۔؟"

"تب ٹھیک ہے استاد ——" سردارے ہاتھ ملنے لگا۔

"کیوں —— تم کیوں خوش ہو رہے ہو۔؟"

"یہ جرمن لڑکیاں استاد —— بڑی فراخ دل ہوتی ہیں۔" سردارے بے ڈھنگے انداز میں ہنستے ہوئے

"اوہ ——"

"اجازت مل جائے گی چیف ——"

"مرضی ہے۔" میں نے کہا۔

"لو جیو استاد۔" سردارے خوشی سے اچھل پڑا۔

"پروگرام کیا ہے۔؟"
"ابھی کچھ نہیں ——— باہر نکل کر دیکھوں گا۔ استاد اگر ہم اپنا حلیہ بدل لیں تو کیسا رہے گا۔؟"
"کوئی خاص بات نہیں۔ زیادہ سے زیادہ جاسوس سمجھے جائیں گے اور گرفتار کر لئے جائیں گے۔" م
نے جواب دیا اور سردارے اچھل پڑا۔
"ارے ہاں ——— میں بھول گیا تھا کہ امریکن ملٹری والے ہمیں یہاں چھوڑ گئے ہیں۔" وہ جلد
سے بولا اور پھر کافی کے آخری لگاتار گھونٹ لے کر پیالی خالی کرنے کے بعد بولا۔ "خیر ——— ایسے بھی
حرج نہیں ہے' کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا۔"
"یقیناً ———" میں نے جواب دیا۔
"تم نہیں چلو گے استاد؟" سردارے نے پوچھا۔
"آج تم چلے جاؤ۔ میں کل جاؤں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سردارے بھی مسکرانے لا
تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ "کرنسی ہے؟" میں نے پوچھا۔ "کافی
استاد ———"
"او کے ———" سردارے کے جانے کے بعد میں کافی دیر تک اسی طرح بیٹھا رہا۔ پھر جب تنہائی
اکتا گیا تو باہر نکل آیا۔ کرتا بھی کیا۔ ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں آیا۔ کوئی خاص رونق نہیں تھی' بس چند لو
بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بھی اچھا چہرہ نہیں تھا جو ذوق نگاہ ہی پورا ہوتا۔ طبیعت پر بڑی اداسی طاری تھ
تھوڑی دیر کے بعد ڈائننگ ہال سے بھی اٹھ آیا۔ اس سے تو سردارے کے ساتھ ہی نکل جاتا۔ آوارہ گر
ہی ہوتی۔ اب اکیلے گھومنے سے کیا فائدہ۔ لیکن اس کے علاوہ چارہ بھی کیا تھا۔ پیدل چلتا رہا۔ پھرے ی
ہوسٹل کے سامنے سے گزرا۔ دریائے مائن کی چہل پہل اب بھی برقرار تھی۔ دوسرے کنارے پر سیاہ
زدہ کلیسا کھڑا تھا جو اس شہر کا علامتی نشان ہے۔ عمارتیں خاصی جدید تھیں۔ سڑکوں پر خاصا رش تھا۔ می
مقصد آوارہ گردی کرتا رہا۔ بازار' دوکانیں دیکھیں۔ فٹ پاتھوں پر چلتے چلتے رات ہو گئی اور پھر جب تھک
تو فٹ پاتھ کے ساتھ ہی ایک اوپن ایر میں بیٹھ گیا۔ خوبصورت کرسیاں پڑی ہوئی تھیں جن پر بہت سے ل
بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے بھی ویٹر کو سیب کی شراب اور آنتوں میں مصالحے دار قیمہ بھرے ہوئے "ساز
آرڈر دے دیا۔ دوسرے لوگ بھی وہی چیزیں استعمال کر رہے تھے!
شراب واقعی عمدہ تھی۔ گو میں نے محدود مقدار میں پی لیکن اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ ساج
شاندار تھی۔ میں مزے سے کھاتا رہا۔ اکثر لڑکیاں نظر آئیں جو شکل ہی سے شکاری معلوم ہو رہی تھ
بہت سی میری طرف گھورتی ہوئی میرے قریب سے نکلیں لیکن نہ جانے کیسا موڈ تھا۔ میں نے کسی کو ا
نہیں دی۔
پھر ایک جرات مند میرے سامنے ہی پہنچ گئی۔ "اکیلے ہو ———؟" اس نے جھک کر میز پر دونوں
رکھ دیئے۔ اسکرٹ کا گلا کافی کھلا ہوا تھا جھکنے سے اور ڈھیلا ہو گیا۔ میں نے اس کی شکل نہیں دیکھی۔
کھلے ہوئے گریبان میں جھانک لیا۔ زیادہ عمر نہ تھی۔ یا زیادہ عمر بھی تھی تو محتاط تھی۔
"ہاں ———!" میں نے گہری سانس لیکر اس کی شکل دیکھی۔ بری نہیں تھی۔ "مجھے اکیلے لوگوں
بیحد ہمدردی ہے۔" اس نے کہا اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔
"شکریہ ———!" میں نے جواب دیا اور ویٹر کو چٹکی بجا کر اشارہ کیا ——— ویٹر قریب آگیا۔

"کیا پیو گی؟" میں نے پوچھا۔
"یہی ——— جو تمہارے سامنے ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور میں نے ویٹر کو آرڈر
دے دیا۔
"مقامی ہو ———؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں ——— اور تم ———؟" وہ مسکرائی۔ مسکرانے سے اس کے سفید گالوں میں گڑھے پڑ جاتے
تھے جو اس کی درمیانہ درجے کی شکل کو کسی قدر دلکش بنا رہے تھے۔
"پردیسی ہوں۔"
"برٹش ———؟"
"تمہارا اندازہ ٹھیک ہے۔"
"تمہارا لہجہ بتا رہا ہے۔" وہ مسکرا دی۔ سیب کی شراب آگئی۔ اور اس نے پینا شروع کر دی۔ خاصی
پینے والوں میں تھی۔ کئی پیگ چڑھانے کے بعد اس نے ہونٹ چوسے اور میری طرف دیکھ کر مسکرا دی۔
"فرینکفرٹ کیسا لگا؟"
"ابھی تک' خشک ——— بے رنگ۔" میں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔
"تنہا تھے نا۔" اس نے کہا۔
"شاید ———"
"میرا چھوٹا سا کاٹج دریائے مائن کے کنارے ہے۔"
"خوب ———"
"چلو گے؟" اس نے پوچھا۔
"ہاں ———" میں نے جواب دیا۔
"شکریہ ———" اس نے گردن خم کر دی اور پھر وہ مجھ سے دوسری باتیں کرنے لگی۔ اس نے اپنے
لندن کے سفر کے واقعات سنائے۔ انگریزوں کی تہذیب اور اخلاق سے وہ بے حد متاثر تھی اور ان کی بڑی
تعریفیں کر رہی تھی۔ اپنے گھریلو واقعات سنائے۔ مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی' لیکن اس کے
باتیں کرنے کا انداز خوب تھا اس لئے میں نے اسے بولنے کو منع نہیں کیا' اور کافی وقت گزر گیا۔ "اب
چلیں ———؟" اس نے پوچھا۔
"چلو ———" میں نے جواب دیا اور ویٹر کو بل لانے کا اشارہ کیا۔ اس نے جلدی سے اپنا پرس کھولا
اور کچھ رقم نکال لی۔
"کیوں۔؟" میں نے اسے دیکھا۔
"پلیز ——— تم مہمان ہو۔" وہ بولی۔
"نہیں ——— میں پہلے سے یہاں موجود تھا۔"
"اور میں تم سے پہلے فرینکفرٹ میں موجود تھی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تکلف کی ضرورت نہیں۔"
"میری خواہش ہے۔" اس نے التجا آمیز لہجے میں کہا اور میں گہری سانس لیکر خاموش ہو گیا۔ تجربے کار
دکاندار تھی۔ خشک سودے نہیں کرتی تھی بلکہ گاہک کی زبان بند کر کے اسے لوٹنے کی قائل تھی۔ بہرحال

کیا فرق پڑتا ہے۔ کچھ زیادہ وصول کرے گی۔ میرے پاس کونسی کمی ہے۔ میں نے دل میں سوچا اور بل ا کرکے وہ اٹھ گئی۔!

ایک چھوٹی سی سرخ رنگ کی کار کا دروازہ کھول کر اس نے مجھ سے بیٹھنے کیلئے کہا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میرے بیٹھ جانے کے بعد کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ اس کے سنہرے بال اڑ رہے تھے اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دریائے مائن کے ایک کنارے پر بنے ہوئے مکانات کے قریب پہنچ گئے۔

سارے مکانات مختلف رنگوں میں تھے اور بے ترتیب انداز میں بنے ہوئے تھے۔ اس بے ترتیبی میں بڑا حسن پیدا ہو گیا تھا۔ ایک خوبصورت کاٹج کے چھوٹے سے پارکنگ میں اس نے گاڑی پارک کر دی اور نیچے اتر گئی۔

"بڑا خوبصورت مکان ہے۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

"پسند آیا؟"

"ہاں۔؟"

"شکریہ ——— آؤ ———" اور میں اس کے ساتھ مکان کے اندرونی دروازے پر پہنچ گیا۔ رہن سہن اچھا خاصا تھا۔ خاصے اخراجات ہوں گے۔ میں نے اندازہ لگایا۔ اندر کے سازو سامان میں بھی نفاست تھی۔

"اچھا مکان ——— مکیں کے ذوق کا احساس دلاتا ہے۔"

"تمہارا بہت شکریہ۔" اس نے کہا اور پھر وہ مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ مجھے وہاں بٹھا کر اندر گئی اور چند منٹ کے بعد دو اور خوبصورت لڑکیاں اندر آگئیں۔

"ہیلو ———" ان دونوں نے بیک وقت کہا۔

"ہیلو ———" میں نے بھی خوش اخلاقی سے جواب دیا۔ دونوں لڑکیوں میں الیشا کی شباہت تھی۔ شاید یہ دونوں اس کی بہنیں تھیں۔

"میرا نام گریشی ہے اور یہ سوئینا ———" ایک لڑکی نے تعارف کرایا۔ "ایڈورڈ ———" میں نے تعارف کرایا۔

"ہاں آپ کا نام میری سسٹر بتا چکی ہیں۔ انہوں نے کہا ہے ہم مسٹر ایڈورڈ سے گفتگو کریں اور انہیں بور نہ ہونے دیں۔ وہ ابھی آرہی ہیں۔"

"اوہ شکریہ ——— کیا مشاغل ہیں آپ لوگوں کے۔"

"پڑھتے ہیں ابھی ———" گریشی نے جواب دیا اور پھر دونوں لڑکیاں مجھ سے بے تکلف ہونے لگیں' میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ الیشا نے انہیں کیوں بھیجا ہے۔ کیا واقعی اس لئے کہ اس کی غیر حاضری سے میں بور نہ ہو سکوں یا پھر۔ یہ دونوں بھی لائن پر آچکی ہیں اور الیشا نے انہیں اس لئے بھیجا ہے کہ میں ان میں سے کسی کو پسند کر لوں۔؟

لیکن اپنی گفتگو سے دونوں لڑکیاں بے حد معصوم لگ رہی تھیں گو ان کے بدن جوانی کی آمد کا اعلان کر چکے تھے' لیکن چہروں پر معصومیت تھی۔ بچوں کے سے انداز میں ہنستا اور بچوں ہی کی سی گفتگو کرنے کی وجہ سے وہ مجھے عجیب لگیں۔ بہرحال میں نے چاہنے کے باوجود خود پر قابو رکھا اور کوئی ایسی بات نہیں کی جو اخلاق

سے گری ہوتی۔ ہاں میں ان کی طرف سے کسی تحریک کا منتظر تھا۔! لیکن کوئی تحریک اس وقت تک نہیں ہوئی جب تک الیشا واپس نہ آگئی۔!

"ہیلو ایڈورڈ ——— معاف کرنا۔ کچھ دیر کے لئے حاضر نہ ہو سکی۔ گھر میں بڑا ہونا بھی عذاب ہے۔ سارے معاملات خود ہی دیکھنے پڑتے ہیں۔" اس نے اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے معذرت کی۔

"کوئی بات نہیں ہے مس الیشا۔" میں نے جواب دیا۔

"ان دونوں سے ملے آپ۔؟ میں ان کا تذکرہ آپ سے کر چکی ہوں کیا تم لوگوں نے اپنا تعارف کرایا۔؟"

"کبھی کا سسٹر ——— آپ پوچھ لیں مسٹر ایڈورڈ سے۔"

"ہاں ہاں ——— ان دونوں نے آپ کی غیر حاضری محسوس نہیں ہونے دی۔"

"اوہ' شکریہ ——— اب تم جا سکتی ہو۔ اور سنو۔ بیکن بجھوا دو۔"

"او کے سسٹر ———" لڑکیوں نے بیک وقت کہا اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔ "پیاری لڑکیاں ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ بے حد محبت کرنے والی ——— میں بھی انہیں بے پناہ چاہتی ہوں۔"

"بڑی معصوم گفتگو کرتی ہیں۔"

"ہاں۔ ابھی وہ زمانے کے سرد گرم سے ناواقف ہیں۔" الیشا نے جواب دیا اور پھر ایک ملازم ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا لے آیا۔ اس پر مختلف اقسام کی جرمن شراب سجی ہوئی تھی۔ الیشا نے ایک عمدہ کاک ٹیل بنائی اور پھر اس کا ایک جگ بھر کر میرے سامنے کر دیا۔

"خدا کی پناہ ——— میں یہ تنہا پیوں گا۔" میں نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"ارے۔ زیادہ ہے کیا۔ میں نے سنا ہے کہ برٹش بلانوش ہوتے ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"مجھے لندن چھوڑے ہوئے بھی بارہ سال گزر چکے ہیں۔"

"اوہ۔ یہ بارہ سال کہاں گزارے۔؟"

"مختلف ممالک میں ——— نہ جانے کہاں کہاں۔" میں نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔ "سیاح ہو۔؟"

"بتا چکا ہوں۔"

"خوب زندگی ہوتی ہے تمہاری بھی۔" اس نے ایک گہری سانس لیکر کہا اور اپنے جگ میں سے کئی گھونٹ چڑھا گئی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر نشہ نہ ہونے والی گولی میری جیب میں نکل آئے تب میں تجھے جاؤں۔ بہرحال تھوڑی سی پی۔ کاک ٹیل بہت عمدہ تھی۔ الیشا نے میرے سامنے کئی جگ چڑھائے اور پھر ہونٹ خشک کر کے مخصوص انداز میں مسکرائی ——— میں بھی مسکرا دیا۔

"میرا خیال ہے تم نے کافی پی لی ہے۔"

"بے فکر رہو۔ نشہ نہیں ہو گا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— میں محسوس کر رہا ہوں۔"

"سیاحت کا شوق تمہیں کب سے ہے ایڈورڈ؟"

"بس ——— طویل عرصہ گزر گیا۔ یاد نہیں ——— ابتداء کب کی تھی۔"

"شادی نہیں کی؟"

"نہیں——"

"کیوں۔؟" اس نے نیم باز آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس—— آوارہ کو کون پسند کرتا ہے۔"

"بے شمار لڑکیاں خود بھی دنیا گردی کی شوقین ہوتی ہیں۔"

"بس تو یوں سمجھ لیں۔ ایسی کوئی نہیں ملی۔"

"تلاش ہی نہیں کی ہو گی۔"

"ہاں—— تلاش بھی نہیں کی۔ میں نے لاپرواہی سے کہا اور الیشا آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگی۔ پھر اس کی بہنوں میں سے ایک لڑکی اندر آئی۔"

"کھانا تیار ہے۔" اس نے اطلاع دی۔ "کھانا کھا لیا جائے ایڈورڈ۔؟"

"جیسی مرضی—— ویسے میں نے تمہارے سامنے......"

"تکلف نہیں چلے گا۔ میں نے کھانا تیار کرایا ہے۔ آؤ—— جاؤ تم کھانا لگواؤ۔" اس نے اپنی بہن کو حکم دیا اور پھر مجھے ساتھ لے کر اٹھ گئی۔ قیمہ بھرے ساسج کھانے کے بعد تو میرے پیٹ میں گنجائش نہیں رہی تھی لیکن الیشا نے خاصے اہتمام سے کام لیا تھا۔ بہرحال اس کے اصرار پر جس قدر کھایا جا سکا کھایا—— اور پھر ہم کھانے کی میز سے اٹھ گئے۔!

خاصی رات گزر چکی تھی۔ میں نے الیشا سے کہا کہ میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔

"یقیناً—— آؤ۔" اس نے کہا اور پھر وہ مجھے ساتھ لیکر ایک خوبصورت بیڈ روم میں پہنچ گئی۔ بڑا سکون پرور ماحول تھا۔ "مجھے چند منٹ کی اجازت دو، رات کے آخری کاموں سے فارغ ہو کر آ جاتی ہوں۔"

"ضرور۔" میں نے کہا اور پھر جوتے وغیرہ اتار کر میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ مسہری کے عین سامنے ایک حسین تصویر لگی ہوئی تھی۔ ایک نوجوان جوڑے کو بوس و کنار میں مصروف دکھایا گیا تھا، لیکن ان کے چہروں پر مچلتے ہوئے جذبات بے حد انوکھے تھے۔ میں تصویر میں محو تھا کہ الیشا آ گئی۔ اس کے جسم پر شب خوابی کا لباس تھا۔!

اور—— اس لباس میں وہ خاصی حسین نظر آ رہی تھی۔ میں نے بھرپور نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اور اس کے انداز میں ہلکی سی حیا نظر آئی۔ جرمن عورت کے چہرے پر یہ جذبات اجنبی سے لگے۔

وہ شرمائی ہوئی سی میرے قریب آ کر بیٹھ گئی۔!

"آپ—— آپ کا لباس خراب ہو جائے گا مسٹر ایڈورڈ۔"

"ایں ہاں——" میں نے کہا۔

"اتار دیں۔"

"تنہا——؟" اس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ہم نے ریشمی چادر اوڑھ لی۔ اس کے چہرے پر جذبات لرز رہے تھے۔ اور پھر زبانیں بند ہو گئیں جذبات زبان بن گئے اور ان کا اظہار ذریعہ عمل۔

اور رات گزرتی رہی۔ نہ جانے کتنی رات گزر چکی تھی۔ ہم دونوں جاگ رہے تھے۔

"الیشا——" میں نے اسے آواز دی۔

"ہوں——!"

"نیند نہیں آ رہی۔؟"

"نہیں——" اس نے محبوبیت سے جواب دیا۔

"الیشا—— میں تمہاری زندگی میں کس نمبر پر ہوں۔"

"کیوں—— کیوں پوچھ رہے ہو۔؟"

"بتانا پسند کرو گی؟"

"مجبور کرو گے تو—— نہ کرو تو شکر گزار ہوں گی۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ نہ بتاؤ۔"

"بہت بہت شکریہ——" اس نے ممنونیت سے کہا او کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ "کیا سوچنے ...؟"

"کچھ نہیں—— ماضی میں لوٹ گئی تھی۔"

"اوہ——!"

"ہم برے لوگ نہیں تھے۔ ایک دور میں عزت کی زندگی بسر کرتے تھے لیکن دوسری جنگ عظیم نے شفیق باپ ہم سے چھین لیا اور اس کے بعد حالات کی چکی میں ایسے پسے کہ زندگی گزارنے کی کوئی ...ت نہیں رہی۔ میری چھوٹی بہنیں اور ماں بھوکی مرنے لگیں۔ تب میں نے اپنے بدن سے ان کی ...رت پوری کی۔ خاصی دولت کمائی اور اس کے بعد اس سے ایک کاروبار شروع کر دیا۔ اب شہر میں میرا ...پورٹ کا چھوٹا سا کاروبار ہے۔"

"اوہ—— مجھے بہت افسوس ہے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ میں اپنی بہنوں کی کفالت بخوبی کر رہی ہوں۔"

"یقیناً!"

"تمہارے چہرے پر تھکن ہے۔ اب سو جاؤ۔"

"سو جاؤں——؟" میں نے اسے شرارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔" وہ مسکرا دی—— اور میں سو گیا۔ دوسری صبح خاصے دن چڑھے جاگا۔ الیشا کمرے میں ...نہیں تھی۔ میں باتھ روم میں چلا گیا اور لباس وغیرہ پہن کر باہر آیا تو الیشا میری منتظر تھی۔

"ناشتہ تیار ہے۔" اس نے کہا۔ اور ہم ناشتے کے کمرے میں آ گئے۔ ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں ...اس سے اجازت مانگی۔

"ابھی فرینکفرٹ میں ہو۔؟"

"ہاں——!"

"کب تک رہو گے؟"

"کہہ نہیں سکتا۔"

"پھر کسی دن آؤ۔!"

"ضرور آؤں گا۔" میں نے کہا اور وہ مجھے باہر تک چھوڑنے آئی۔ تب میں نے نوٹوں کی ایک گڈی ...لی اور الیشا کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔

"یہ—— یہ کیا ہے۔"

"حقیر سانذرانہ ——"

"کیوں ایڈورڈ ——؟" اس نے دکھ سے کہا۔

"الیشا —— میرا مطلب ہے۔ یہ —— رکھ لو الیشا" میں نے کسی حد تک بوکھلا انداز میں کہا۔

"میں تمہیں بتا چکی ہوں ایڈورڈ —— اب میرا ٹرانسپورٹ کا چھوٹا سا کاروبار چل رہا کاروبار سے ہم اتنا حاصل کر لیتے ہیں کہ آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہمیں ان کی ضرورت نہ انہیں دکھا کر میرے جذبات مجروح نہ کرو ایڈورڈ۔"

"ارے —— ارے الیشا —— میرا مطلب ہے۔"

"اب میں یہ کاروبار نہیں کرتی ایڈورڈ —— یقین کرو۔ میں اب یہ کاروبار نہیں کرتی۔ آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے۔

"میری خوشی کے لئے رکھ لو الیشا —— پلیز ——!" میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ جھنجھنا کر رہ گیا تھا۔ گویا جسے میں کاروباری عورت سمجھ رہا تھا وہ کاروباری نہیں تھی۔

"ایڈورڈ ——" اس نے کسی قدر جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"الیشا —— میں۔!"

"براہ کرم چلے جاؤ۔ براہ کرم چلے جاؤ۔" اس نے کسی قدر برہمی سے کہا اور مڑ کر مکان میں د گئی۔ میں نوٹوں کی گڈی ہاتھ میں لئے کھڑا اسے حیران نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے ایک گہر لی۔ یہ دنیا عجوبوں سے بھری پڑی ہے۔ اور پھر میں واپس چل پڑا۔

دن کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے، جب میں ہوٹل میں داخل ہوا۔ لفٹ سے اترا ہی تھا کہ سا لفٹ سے سردارے باہر نکلتا ہوا نظر آیا۔ اس کی نگاہ میرے اوپر پڑی اور وہ ٹھٹھک گیا۔

میں مسکرا دیا۔ اور جواب میں سردارے بھی مسکرا دیا۔ وہ میرے قریب چلا آیا۔ "معافی چا استاد —— معافی چاہتا ہوں۔ براہ کرم۔" اس نے شرمندگی سے کہا۔ "کس بات کی معافی مانگ ہو۔؟"

"دراصل رات کو رکنے کا پروگرام نہیں تھا۔ اس کمبخت نے پلا دی، اور ساتھ آنے پر بھی آما ہوئی۔ میری حالت غیر ہو گئی تھی میں نے سوچا استاد سے معذرت کر لوں گا!" سردارے نے ندام کہا۔

"اوہ ——" میں نے گہری سانس لی۔ صورتحال کسی حد تک میری سمجھ میں آ رہی تھی۔ م بھی شاید کل سے گیا ہوا ابھی آیا تھا۔! بہرحال مجھے ہنسی آ گئی تھی۔ لیکن میں سنجیدہ ہو گیا۔

"تشریف لائیے۔" میں نے کہا اور وہ کان دبا کر میرے ساتھ چل پڑا۔ میں اسے لے کر کمر آ گیا۔ "تشریف رکھئے۔" اور سردارے خاموشی سے بیٹھ گیا۔

"ناشتہ کر لیا۔؟" میں نے پوچھا۔

"کر لیا استاد۔"

"تو دم کیوں نکل رہا ہے۔" میں نے لہجہ بدل کر کہا اور سردارے چونک پڑا۔

"استاد زندہ باد —— تم ناراض تو نہیں ہو۔؟"

"جی نہیں —— ویسے کون تھی؟"

"فیریبا —— میں نے آج بھی وعدہ کر لیا ہے۔ تمہارا بھی تعارف کرا دیا ہے۔ وہاں کئی ہیں استاد۔"

"ہوں ——" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "اب کیا پروگرام ہے؟"

"سونا چاہتا ہوں سرکار اگر اجازت مل جائے۔" سردارے خوب مکھن لگا رہا تھا۔ چلیں گے۔" میں نے اور سردارے خوشی سے ناچنے لگا۔

"ساری تھکن، ساری کوفت دور ہو گئی استاد —— سچ تمہارے ڈر کی وجہ سے مزہ کرکرا ہو گیا تھا۔ صحیح لطف آئے گا۔ کافی منگوا لوں استاد"۔

"تمہارے ساتھ ساتھ —— میں دوسری لفٹ سے اترا تھا جب تم نظر آئے۔"

"بہت چالاک ہو استاد —— زبردستی اتنی ساری معافیاں منگوا لیں، ارے میں کیسا کیسا ڈر رہا تھا۔ کر استاد —— میرا خیال تھا تم سخت ناراض ہو جاؤ گے۔ لیکن —— اچھا استاد —— چلو ٹھیک کوئی بات نہیں ہے۔" سردارے مسکرانے لگا۔

"فیریبا کہاں ملی۔؟"

"سخت تلاش کے بعد ملی استاد —— ایک ایک سے پوچھا کہ کوئی پردیسیوں کا سواگت کرنے والا بھی شہر میں موجود ہے۔ بمشکل تمام فیریبا سے ملاقات ہو سکی۔"

"ہوں —— اور آج پھر جانے کا پروگرام ہے؟"

"اگر استاد پسند کریں تو ——"

"تمہارے اندر ایک خرابی ہے سردارے۔"

"کیا استاد۔؟"

"کسی ایک کے پیچھے پڑ جاتے ہو تو ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہو۔ کیا ضروری ہے کہ آج بھی تم وہیں جاؤ۔"

"پھر —— کیا آپ کا کوئی اور پروگرام ہے استاد۔؟"

"نہیں —— یونہی کہہ رہا تھا۔ میرا خیال ہے آج رات آرام کریں گے تاکہ کل صبح پروگرام کے غلام سیٹھ سے ملاقات کر سکیں۔"

اور سردارے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر سنجیدگی سے میری بات پر غور کرنے لگا۔ پھر اس نے گردن ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے استاد —— مجھے تمہاری بات سے اختلاف کب ہے۔" چنانچہ آج کے باقی پروگرام ہو گئے۔ کافی پینے کے بعد ہم بستروں میں گھس گئے اور چونکہ رات کی نیند دونوں کی پوری نہیں ہوئی لئے سو گئے۔

دوپہر کا کھانا بھی گول کر دیا۔ شام کی چائے البتہ پی اور پھر باقی وقت بھی ہوٹل کی تفریحات میں گزارا۔ سے باہر جانے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ نہ ہی سردارے نے اس کی خواہش ظاہر کی۔ اور پھر رات پس آ گئے۔ دن میں خوب سوئے تھے اس لئے ابھی نیند تو نہیں آ رہی تھی، تاہم ہم سونے کے لئے لیٹے۔! اور پھر دوسرے دن جلدی جلدی تیاریوں کے بعد ہوٹل سے نکل آئے۔ ٹیکسی کی اور ڈرائیور کو بز چلنے کے لئے کہا۔ سردارے خاموش تھا۔ میں بھی کسی سوچ میں گم تھا۔ دیکھئے اس کے بعد کیا ا رہتا ہے۔ غلام سیٹھ باخبر انسان ہے۔ ممکن ہے اسے ہمارے یہاں تک پہنچ جانے کی خبر مل چکی ہو

اور ممکن ہے وہ ہمارا منتظر ہو۔ بہرحال ہم لین گیز پہنچ گئے۔ شاید یہاں کا سب سے خوبصورت اور سے شاندار ہوٹل تھا۔ ٹیکسی سے اتر کر ہم نے بل ادا کیا اور پھر اندر داخل ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوٹل کاؤنٹر پر تھے۔ درمیانی عمر کی ایک بھاری بھرکم عورت کاؤنٹر کے پیچھے موجود تھی۔ اس نے آنکھوں پر سیاہ شیشوں کی عینک لگائی ہوئی تھی۔ اس نے خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے ہماری طرف دیکھا
لیس ــــــ" وہ گردن خم کر کے بولی۔

"مسٹر غلام احمد ــــــ براہ کرم ان کا کمرہ نمبر بتا دیں۔"

بوڑھی عورت "گو چشمہ لگائے ہوئے تھی، لیکن میں نے اس کے چہرے کے عضلات میں تناؤ دیکھا یقیناً وہ چونکی تھی۔ اور پھر اس نے دونوں ہاتھ کاؤنٹر پر رکھ کر میری طرف جھکتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اس سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟"

"ہم اس کے دوست ہیں۔"

"آپ لوگ مقامی تو نہیں معلوم ہوتے۔"

"جی نہیں۔"

"کہاں سے آئے ہیں آپ لوگ؟"

"کیا یہ تمام باتیں پوچھنا ضروری ہیں خاتون۔؟" میں نے نرمی سے کہا۔

"ہاں ــــــ" عورت نے جواب دیا۔

"کیوں ــــــ؟"

"اس لئے کہ غلام سیٹھ یہاں خطرے میں ہے۔"

"اوہ ــــــ کیوں ــــــ؟"

"انٹرپول اس کے پیچھے لگ گئی ہے۔" بوڑھی نے رازدارانہ انداز میں بتایا' اور میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "کیا آپ غلام سیٹھ کو ہمارا پیغام پہنچا سکتی ہیں۔؟"

"ہاں۔ بشرطیکہ تم مجھے مطمئن کر دو۔" بوڑھی عورت نے کہا۔

"غلام سیٹھ خود آپ کو مطمئن کر دے گا۔ آپ اس سے کہہ دیں۔ نواز اور سردارے آئے ہیں۔"

"نواز۔ سردارے۔" عورت نے پنسل سے ہمارے نام لکھ لئے اور پھر اس نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ "مجھے معاف کریں۔ میں آپ کے سامنے اسے کوئی پیغام نہیں دے سکتی۔ آیئے میں آپ کو قیام گاہ میں پہنچا دوں۔" چھوٹے سے قد کی عورت کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل آئی اور پھر وہ ہمیں لئے ہوئے منزل کے ایک کمرے میں پہنچ گئی۔ اس نے کمرے کا تالا کھولا اور ہمیں اندر چلنے کے لئے کہا۔

"آپ لوگ یہاں اطمینان سے تشریف رکھئے۔ میں کافی بھجواتی ہوں۔"

"شکریہ ــــــ" میں نے کہا اور ہم دونوں بیٹھ گئے۔ عورت باہر نکل گئی تھی۔ وہ دروازہ کھلا چھوڑ گئی تھی۔ "دروازہ بند کر دو سردارے۔" میں نے کہا اور سردارے نے جلدی سے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔

"انٹرپول۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"ہاں ــــــ ہو سکتا ہے۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔" میں نے کسی حد تک لاپرواہی سے کہا۔
لیکن استاد ــــــ غلام سیٹھ کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔"

"یقیناً ــــــ"

"اب اسی عورت کی بات لے لو۔ یہ جرمنی کے ایک ہوٹل کی ملازمہ ہے۔ اس کا غلام سیٹھ سے کیا تعلق۔؟"

"سردارے ــــــ" میں عجیب انداز میں بولا۔ "میرے ذہن میں کوئی چیز کھٹک رہی ہے۔"

"کیا مطلب چیف۔؟"

"یہ عورت ــــــ یہ عورت ــــــ اوہ ــــــ سردارے اٹھو۔" میں اچانک کھڑا ہو گیا۔ سردارے بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"ہوا ــــــ ہوا کیا باس۔؟" اس نے پوچھا۔

"اس نے کیسے یقین کر لیا کہ ہم غلام سیٹھ کے آدمی ہیں۔ وہ ہمیں انٹرپول کا بھی سمجھ سکتی تھی۔"

"اس ــــــ میں نہیں سمجھا۔"

"فرض کرو ہم انٹرپول کے نمائندے ہوتے۔ ایسی شکل میں یہ عورت پھنس سکتی ہے۔"

"ممکن ہے استاد ــــــ اتنی ذہین نہ ہو۔"

"پھر ــــــ انتظار کیا جائے۔؟" میں نے سردارے کو دیکھا۔

"کیا حرج ہے۔ ہمیں کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔" سردارے نے کہا اور اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی اور ہم دونوں اچھل پڑے۔

"کون ہے آجاؤ۔" میں نے کہا۔ دروازہ کھلا اور ویٹر کافی کی ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر آگیا۔ اس نے کافی بنا کر ہمارے سامنے سرو کی اور ایک سلپ میری طرف بڑھا دی۔ "میڈم شین نے دی ہے۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ شکریہ ــــــ" میں نے جواب دیا اور ویٹر واپس چلا گیا۔ میں نے سلپ کھولی۔ "آپ لوگوں کو صرف دس منٹ انتظار کرنا ہو گا۔ رابطہ قائم ہو گیا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لیکر سلپ سردارے کی طرف بڑھا دی۔ سردارے نے بھی گردن ہلا کر سلپ میری جیب میں ڈال دی۔ "انتظار ہی کر لو استاد ــــــ ممکن ہے ٹھیک ہی ہو۔" وہ آہستہ سے بولا۔ میں اندرونی طور پر محسوس کر رہا تھا کہ گڑبڑ ضرور ہے۔ بس ایک اندرونی آواز تھی، جس کا کوئی ٹھوس جواز نہیں تھا۔!" کافی بناؤں۔؟ سردارے نے پوچھا۔

"بنا لو ــــــ" میں نے تھکی تھکی آواز میں کہا اور سردارے کافی بنانے لگا۔ پھر اس نے کافی کی پیالی مجھے پیش کرتے ہوئے کہا۔ "خاصے الجھ گئے ہو نواز ــــــ؟"

"ہاں سردارے ــــــ میرا ذہن اس ماحول کو قبول نہیں کر رہا۔ تاہم اگر کوئی گڑبڑ ہو جائے تو ہمیں اس کے لئے تیار رہنا چاہئے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہمیں کسی طور خود کو کسی گروہ سے منسلک نہیں ظاہر کرنا ہے۔ خواہ کھال اتر جائے۔ البتہ اس حد تک ٹھیک ہے کہ ہم کچھ منشیات خریدنا چاہتے تھے۔" میں نے کہا۔ "اگر ذہن میں ایسی بات ہے استاد تو چلو نکل چلیں۔"

"نہیں ــــــ اب انتظار ہی کر لو۔" میں نے کہا اور کافی پینے لگا اس کے بعد خاموشی رہی۔ پھر دروازہ کھلا اور بوڑھی عورت اندر آگئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے ہماری طرف دیکھا اور پیچھے رخ کر کے بولی۔ "آیئے ــــــ" اور چار پانچ دراز قامت لوگ اندر گھس آئے۔ سب کے ہاتھوں میں پستول تھے اور بالآخر

میرا اندازہ درست ہی نکلا۔ وہی ہوا جس کا مجھے شبہ تھا۔ چنانچہ میں نے خود کو کنٹرول میں رکھا۔ کافی کی پیالی میں نے بدحواسی کے عالم میں رکھ دی۔ "کک یہ کیا مطلب۔؟" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ پانچوں مسکرا رہے تھے۔ چہروں سے کافی تیز معلوم ہوتے تھے۔ "معاف کیجئے گا مسٹر نواز۔ غلام نہ مل سکا میں ان لوگوں کو لے آئی ہوں۔"

"لل ـــــ لیکن یہ۔ یہ پ ـــــ پستول۔؟" میں نے اسی انداز میں کہا۔

"ہم انہیں ابھی جیب میں رکھ لیں گے مسٹر نواز' بشرطیکہ آپ یقین دلا دیں کہ آپ لوگوں کے پاس ہتھیار نہیں ہیں۔" ان میں سے ایک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اوہ ـــــ نہیں ـــــ ہم ایسے جرائم پیشہ نہیں ہیں کہ ایسی خطرناک چیز بھی ساتھ رکھیں۔" میں نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"یقین کیسے آئے۔؟" دوسرے نے کہا۔

"تلاشی لے لو۔" میں نے فوراً کہا۔

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ دیکھو تم لوگ؟" اس شخص نے دو آدمیوں کو اشارہ کیا اور دونوں ہمارے قریب پہنچ گئے۔ ہم نے کھڑے ہو کر انہیں تلاشی دی۔ درحقیقت پستول وغیرہ کچھ ہمارے پاس نہیں تھا۔ اور جوں ہی ہماری تلاشی لینے والے پیچھے ہٹے' باقی لوگوں نے پستول جیب میں ڈال لیے۔ "شکریہ مسٹر نواز ـــــ آپ کے دوسرے ساتھی کا نام ـــــ کیا ہے میڈم؟" اس نے بعد میں عورت کی طرف رخ کر کے کہا۔

"سردارے۔" عورت نے بتایا۔

"ہاں مسٹر سردارے ـــــ کیا خیال ہے ہم لوگ باقی گفتگو یہاں سے چلنے کے بعد کریں۔"

"مگر میں آپ لوگوں کو نہیں جانتا۔" میں نے کہا۔

"اوہو ـــــ معاف کیجئے۔ ہمارا کارڈ۔" ان میں سے ایک نے جیب سے ایک خوبصورت کارڈ نکال کر میرے سامنے کر دیا۔ میں نے کارڈ دیکھا۔ اس پر انٹرپول کا نشان نمایاں تھا۔ "انٹرپول ـــــ" میں نے سوالیہ انداز میں انہیں دیکھا۔ اور وہ پانچوں مسخرے پن سے جھک کر سیدھے ہو گئے۔ "لیکن آپ لوگوں کو ہم سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟" میں نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا۔

"اوہ ـــــ ایسا بھی کیا ـــــ آپ دونوں واقعی دلچسپ ہیں" ان میں سے ایک نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا اور سردارے نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ویسے کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اب بقیہ گفتگو کہیں اور چل کر ہو۔"

"تم ہمیں ساتھ لے چلنا چاہتے ہو۔؟"

"خیال تو یہی ہے۔"

"ٹھیک ہے چلو ـــــ ممکن ہے تمہیں کوئی غلط فہمی ہی ہو بہرحال اسے دور کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"شکریہ ـــــ آؤ ـــــ" وہ ہمیں دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے۔ اور ہم اطمینان سے آگے بڑھ گئے۔ حالات نے ایک رخ بدلا تھا۔ بہرحال ان حالات سے نپٹنا تھا۔ صرف سردارے کی طرف سے تھوڑی سی تشویش تھی۔

ہوٹل کے عقبی راستے سے ہمیں باہر لایا گیا۔ خوبصورت لمبی پولیس کاریں اسی طرف کھڑی ہوئی تھیں

...انیور منتظر تھے۔ ہمیں بیٹھنے کے لئے جگہ دی گئی اور پھر کاریں ہمیں لیکر چل پڑیں۔!

...وں کا سلوک غیر مہذب نہیں تھا۔ سرخ رنگ کی ایک منحوس شکل عمارت میں ہمیں گاڑیوں ...یا گیا۔ خاصی پرانی لیکن بیحد مضبوط عمارت تھی۔ اس کے ایک بڑے ہال میں پہنچ کر سب رک ...نے ایک نیم دائرے کی شکل کی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ان کے بالکل سامنے ایک لمبی میز اور ایک ... ہمیں بیٹھنے کی پیشکش کی گئی اور ہم بیٹھ گئے۔!

...ستو ـــــ بات کچھ خاص نہیں ہے۔ ہمیں ایک شخص غلام احمد کی تلاش ہے جس کے بارے ...ے پاس رپورٹ ہے کہ منشیات کا...... بین الاقوامی اسمگلر ہے۔ ہم اس کے بارے میں مزید ...م دونوں سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

ـــــ" میرے منہ سے سرسراتی آواز نکلی۔

...تم اس سے اجنبیت کا اظہار کرو گے؟"

...یں ـــــ" میں نے آہستہ سے کہا۔ "ویری گڈ ـــــ ہمیں تعاون کرنے والے پسند ہیں اور ...ہے۔ منشیات کی اسمگلنگ کے سلسلے میں کبھی سزائے موت نہیں ہوتی۔ پھر رسک کیوں لیا جائے۔

ـــــ تم اس کے ہم وطن ہو۔؟"

...م وطن ـــــ" میں نے آہستہ سے ہی کہا۔

ـــــ غالباً تمہارے چہروں پر میک اپ ہے؟"

ـــــ اس نے کہا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

...ے ـــــ"

ـــــ کیا ہم تمہارے چہرے صاف کر دیں۔"

...ں میک اپ سے فائدہ بھی کیا۔ بہرحال ہم پکڑے گئے میں نے خود اپنے چہرے سے میک اپ ...۔ "تم بھی اپنا چہرہ صاف کر دو سردارے۔" اور سردارے نے بھی خاموشی سے یہی عمل کیا۔

ـــــ ہاں دوستو۔ اب تفصیل تم خود ہی بتا دو۔" انہوں نے ہمارے چہرے غور سے دیکھتے

...ھو ـــــ کیا پوچھنا چاہتے ہو۔" اچانک میرے لہجے میں خشکی آ گئی۔ جسے ان لوگوں نے بخوبی

ـــــ تمہارا رویہ اچانک کیوں بدل گیا۔؟"

...ارے پوچھنے کی بات نہیں ہے۔"

...ی ہے۔ براہ کرم ہر سوال کا جواب دو۔"

...تعلق تم سے نہیں ہے۔"

...ق پیدا کر لیں گے۔"

...وال کرو۔ فضول باتوں میں الجھنے سے کیا فائدہ۔ کیا تم میری تقدیر بدل سکتے ہو۔؟"

...طلب؟"

...ا زندگی ٹھوکریں کھاتے گزری۔ کبھی کسی غلط کام کی طرف مائل نہ ہوئے اور زندگی میں پہلی بار ...لئے خود کو تیار کیا تو دھر لئے گئے۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"خوب ـــــــ غلام سیٹھ سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"حماقت کا رشتہ۔" میں نے جوب دیا۔

"وضاحت کرو۔" سوال کرنے والے کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"پورا ایک سال گزر گیا ہے ملازمت کی تلاش میں ـــــــ نہ جانے کن کن مصیبتوں سے گزرتے ہوئے ہم یہاں پہنچے تھے۔ کہیں ملازمت نہیں مل سکی ہر کوشش ناکام رہی، فاقے کئے۔ بھیک مانگنے کی کوشش کی۔ گانا بجانا سیکھا مگر تمہارے وطن کے لوگ بھی ہمارے ہم وطنوں سے کم نہیں۔ بس یوں سمجھ لیا جائے کہ ان کے سامنے کچھ بھوکے موجود ہیں۔ جب تک ان کا آخری سانس نہ نکل جائے، اس وقت تک تماشا دیکھتے رہتے ہیں۔ تمہارے وطن میں بھی طویل عرصہ سے ہمارا تماشا دیکھا جا رہا ہے۔ لیکن کسی نے نہیں بھرا۔ تب ـــــــ ہمیں غلام سیٹھ ملا۔ خود ہمارا ہم وطن ـــــــ ہم نے اس سے ایک وقت کی روٹی کا سوال کیا تھا، اس نے ہمیں اتنی رقم دی کہ ہم ایک ہفتہ گزار سکتے تھے اور اس کے بعد وہ دوبارہ ملا۔ اور اس نے پیشکش کی کہ وہ ہمیں عمدہ ملازمت دے سکتا ہے۔ لیکن راستہ خطرناک ہے۔ اور ہم تیار ہو گئے۔ چنانچہ اس نے ہمیں بتایا کہ ہمیں منشیات کی اسمگلنگ کرنا ہو گی۔ بھوک سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ تیار ہو گئے۔ اس نے آج ہمیں لین گیز میں بلایا تھا۔ اب پتا نہیں حقیقت کیا ہے۔" میں نے کہا۔ سردارے کا چہرہ سپاٹ تھا لیکن اس کی آنکھوں میں تحسین کی جھلک موجود تھی۔

اور میرے چہرے پر اس وقت نہ جانے کیسے تاثرات تھے۔ وہ سب بھی خاموش تھے۔ اور خاموش رہے۔ میری کہانی یقیناً موثر تھی اور وہ سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ بہرحال کافی دیر کے بعد ان میں سے ایک نے کہا۔ "بہت خوب عمدہ کہانی ہے۔ ذہانت سے بھرپور ـــــــ تمہاری ذہانت کی ظرفی ہے۔ لیکن دوست ـــــــ اب حقیقت بتا دو۔"

"جہنم میں جاؤ تم ـــــــ اور جہنم میں جائے حقیقت ـــــــ جو تمہارا دل چاہے کرو۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تمہارے اوپر تشدد بھی کیا جا سکتا ہے۔" اس نے کہا۔

"قتل بھی کر سکتے ہو۔ ہمارا سفارت خانہ ہمارے معاملے میں کچھ نہیں بولے گا، کیونکہ اسے ہمارے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو تمہیں علم نہیں ہے کہ غلام سیٹھ کہاں گیا؟"

"اگر علم ہوتا تو ہم اسے پوچھنے لین گیز میں آتے۔؟" میں نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"ہوں ـــــــ" وہ خاموش ہو گئے۔ کافی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر ان میں سے ایک نے گھنٹی بجائی اور چار مسلح آدمی اندر آ گئے۔

"انہیں بند کر دو۔"

"یس سر ـــــــ" انہوں نے جواب دیا۔ چاروں مقامی تھے۔ انہوں نے ہمارے بازو پکڑے اور ہم آگے بڑھ گئے۔ اس ہال سے نکال کر ہمیں باہر لایا گیا۔ اور میں نے سرگوشی کے انداز میں آواز دی۔

"سر ـــــــ وارے ـــــــ" میں نے اس طرح کہا جیسے سانس چھوڑ رہا ہوں۔ "!" ہوں۔ سردارے نے بھی میری طرف متوجہ ہوئے بغیر کہا۔

"جس جگہ ـــــــ ہمیں بند کیا جائے۔ وہاں تم ـــــــ کسی بھی زبان میں کوئی ایسی گفتگو نہیں کرو گے، جس سے ہماری ذات پر کوئی روشنی پڑ سکے۔ ہاں ایسی گفتگو کریں گے جیسے یہاں پھنس جانے پر پریشان ہوں۔"

"پنجابی میں بھی نہیں استاد ـــــــ؟"

"نہیں سردارے ـــــــ ان لوگوں کو بہرحال ہماری قومیت کا احساس ہو گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" سردارے نے کہا۔

ہمیں لے جانے والے ہمارے منہ سے نکلنے والی بڑبڑاہٹ شاید سن رہے تھے۔ لیکن نہ تو الفاظ ان کے پلے پڑ سکتے تھے نہ ہمارا انداز ایسا تھا۔ جیسے ایک دوسرے سے گفتگو بھی نہ کر رہے ہوں۔

بالاخر وہ ہمیں ایک عمدہ کمرے میں لے گئے اور وہاں بند کر دیا۔ باہر سے دروازہ لاک کر دیا گیا تھا۔ پورے کمرے میں فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ البتہ کمرہ ایر کنڈیشنڈ تھا۔ وہاں عمدہ بیڈ لگے ہوئے تھے۔ عام ضروریات کی چیزیں موجود تھیں۔ کافی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر سردارے بولا۔ "استاد۔"

"ہوں ـــــــ" میں نے پر خیال انداز میں جواب دیا۔

"یہ قید خانہ ہے۔؟"

"اور کیا تمہاری سسرال ہے۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تم جھلائے ہوئے کیوں ہو۔؟"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو۔" میں نے کہا۔

"لیکن غور تو کرو استاد ـــــــ کیسی عمدہ قید ہے۔ اگر یہ قید خانہ ہے تو ہم سے بڑا احمق اس روئے زمین پر دوسرا نہیں ہو گا۔" سردارے نے کہا۔

"کیوں۔؟" میں نے متعجب انداز میں پوچھا۔

"ہم نوکری کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے۔ بھوکے مرے کوئی چھوٹا موٹا جرم کر کے یہیں آ جاتے۔ بری جگہ ہے۔؟"

"جگہ تو بری نہیں ہے سردارے ـــــــ لیکن یہاں آنا کوئی اچھی بات بھی نہیں ہے۔"

"اور منشایات کی اسمگلنگ اچھی بات ہے؟"

"بحالت مجبوری کیا کرتے۔ بہرحال اچھا ہی ہوا شروع کر دیتے تو ممکن ہے کوئی بڑی بات ہی ہو جاتی۔"

"وہ شخص بہت چالاک نکلا۔ خود فرار ہو گیا اور ہمیں مصیبت میں پھنسا گیا۔"

"بہرحال۔ ٹھیک ہے۔ دیکھو قسمت اب کیا گل کھلاتی ہے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لیکر کہا اور پھر ہم دونوں خاموش ہو گئے۔

وقت گزرتا رہا۔ ہم بستروں پر لیٹ گئے تھے۔!

شام کی چائے کے ساتھ خاصے لوازمات تھے۔ ڈٹ کر کھایا پیا۔ پرواہ تو تھی نہیں۔ ویسے میں اپنے طور پر سوچ رہا تھا۔ غلام سیٹھ ان حالات سے بے خبر تو نہیں ہو گا۔ لیکن اس وقت وہ خود الجھن میں ہے۔ ممکن ہے ملک چھوڑ بھی چکا ہو۔! بہرحال مجھے اپنی پرواہ بھی نہیں تھی، تھوڑے دن یوں بھی سہی۔

رات ہو گئی۔ رات کے کھانے پر بھی بہت سی چیزیں تھیں۔ ہم نے کھانے میں کوئی تکلف نہیں کیا۔ سردارے تو کھانے کی تعریفیں بھی کر رہا تھا۔ اور بار بار کہہ رہا تھا کہ اس سے قبل یہ بات ذہن میں کیوں

نہیں آئی۔!

رات کے تقریباً گیارہ بجے ہوں گے، جب ہمیں بلایا گیا۔ دو آدمی ہمارے پاس پہنچ گئے۔

چلو۔۔۔۔۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"کہاں۔۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"تمہیں طلب کیا گیا ہے۔"

"یہ طلب کرنے کا وقت ہے۔ ہم سونے جا رہے ہیں۔ صبح کو دیکھا جائے گا۔" سردارے نے کہا۔"

کرم۔۔۔۔ ہمیں سختی پر مجبور مت کرو۔"

"ارے بھائی تم خود سوچو۔۔۔۔"

"چلو سردارے۔ بہرحال ہم قیدی ہیں۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے استاد۔۔۔۔ مگر انسان بھی تو ہیں۔ ذرا انسانیت نہیں ہے ان لوگوں میں۔"

"چلو۔۔۔۔" میں نے کہا اور سردارے برے برے منہ بناتا ہوا میرے ساتھ چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اسی بڑے ہال میں پہنچ گئے۔ اس وقت یہاں کافی آدمی موجود تھے۔ سب طرف متوجہ تھے۔ ایک طویل القامت آدمی اپنی جگہ سے اٹھ کر ہمارے پاس آیا۔

"زندگی گزارنے کے بے شمار راستے ہیں۔ بری زندگی ہی کیوں اپنائی جائے۔" اس نے ک

جی۔۔۔۔؟" میں تعجب سے بولا۔

"کیا تم غیر قانونی طریقے سے یہاں آئے؟"

"یہی سمجھ لیں۔"

"اگر حکومت کو پتہ چل جائے تو وہ تمہیں واپس بھیج دے گی۔"

"حالات کے سامنے کس کی چلتی ہے۔" میں نے شانے ہلائے۔

"تاہم۔۔۔۔ میں نے تمہارے ساتھ رعایت کی سفارش کی ہے۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

نہیں سمجھا۔"

"دراصل۔۔۔۔ تمہاری گفتگو سن لی گئی ہے۔"

"کونسی گفتگو۔؟" میں نے چونک کر کہا۔

"سناؤں" اس نے ہاتھ اٹھایا۔ اور پورے ہال میں خاموشی چھا گئی۔ اس کے بعد میری اور سردا گفتگو ہال میں گونجنے لگی، جو ہم نے قید کے کمرے میں کی تھی۔ اور پھر اس کے بعد کسی اور کی آواز کا ترجمہ بھی سنایا گیا۔

"اوہ۔۔۔۔ تو۔۔۔۔ تو۔۔۔۔" میں نے کسی قدر بوکھلانے کی اداکاری کی۔

"ہاں۔۔۔۔ اس کمرے میں ڈکٹو فون تھے۔ بہرحال۔۔۔۔ تمہاری بیگناہی ثابت ہو گئی۔ نے تمہاری رہائی کی سفارش کی ہے اس کے علاوہ میں نے یہ بھی سفارش کی ہے کہ تمہیں یہاں جائے۔ یہ میرا کارڈ ہے۔ میں تمہارے لئے ملازمت کی کوشش بھی کروں گا۔ دو تین دن میں کہیں نمبر پر رنگ کر لینا۔"

"اوہ۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔ لیکن جناب۔۔۔۔ ہم۔۔۔۔ ہم یہاں سے جانا نہیں چاہتے۔

"نہیں دوستو۔۔۔۔ یہاں کسی غیر ضروری شخص کو نہیں رکھا جاتا۔ تم فکر مت کرو۔ لو

کچھ رقم رکھو۔ کام چلاؤ۔ اگر تمہاری ملازمت کا بندوبست نہ ہو سکا تو تمہیں اور رقم مل جائے گی۔"

میں نے گہری سانس لی۔۔۔۔ اور پھر ممنون انداز میں اس شخص کا شکریہ ادا کیا۔ "لیکن ایک درخواست ہے۔ آئندہ اگر اس شخص سے ملاقات ہو، یا تم کسی طور اس کی نشاندہی کر سکو، تو ہم تمہارے شکر گزار ہوں گے۔ اس کے علاوہ تمہیں قیمتی انعامات دیئے جائیں گے۔"

"بہتر ہے۔" میں نے کہا۔ "اب تم جہاں کہو، تمہیں پہنچا دیا جائے۔"

"بس اس عمارت سے باہر نکال دیا جائے۔ اس کے بعد ہم خود کہیں دفعان ہو جائیں گے۔" سردارے نے طنزیہ انداز میں کہا اور تمام لوگ ہنسنے لگے۔

"ٹھیک ہے۔ جیسی تمہاری مرضی۔ جاؤ انہیں باہر پہنچا دو۔"

سڑک پر آکر میں نے گہری سانس لی۔ سردارے خاموشی سے میرے ساتھ چل رہا تھا۔! "ٹیکسی پکڑو استاد۔ بڑی تھکن محسوس ہو رہی ہے۔" کافی دور پیدل چلنے کے بعد سردارے نے کہا۔

"چلتے رہو سردارے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اوہ۔ خیریت۔۔۔۔؟" سردارے میرے لہجے پر چونک پڑا۔

"کیا خیال ہے تمہارا اس بارے میں؟"

"کس بارے میں؟"

"ان لوگوں نے ہمیں اتنی آسانی سے آزاد کر دیا۔"

"اب تو استاد کو داد دینا بھی ہلکا لگتا ہے۔" سردارے اعتراف کرنے والے انداز میں بولا۔

"نہیں سردارے غلط فہمی کے شکار ہو۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب استاد۔" سردارے سرسراتی آواز میں بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"یہی کہ وہ ہماری گفتگو سے احمق بن گئے۔"

"انٹرپول کے نمائندے تھے اتنے احمق نہیں ہو سکتے۔"

"پھر۔۔۔۔؟"

"ابھی تک تو اندازہ نہیں ہو سکا۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ ہمارا تعاقب ضرور کیا جائے گا۔"

"اوہ۔۔۔۔ تمہارا مطلب ہے کہ وہ ہماری طرف سے مطمئن نہیں ہوئے۔؟"

"نہیں سردارے۔"

"لیکن کیوں استاد۔۔۔۔ ہم نے جس زبان میں گفتگو کی تھی۔ ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے یہ بات کافی تھی اور انہوں نے وہی گفتگو سنا کر ہماری طرف سے اطمینان کا اظہار کیا تھا۔"

یہیں پر انہوں نے حماقت کی ہے۔"

"کیا مطلب؟" سردارے چونک پڑا۔

"سردارے۔۔۔۔ اگر وہ ہماری باتوں سے مطمئن ہو گئے تھے تو اس کے اظہار کی کیا ضرورت تھی؟"

"اوہ۔۔۔۔!"

"وہ ہمیں ہماری گفتگو سنا کر یقین دلانا چاہتے تھے کہ وہ ہماری طرف سے مطمئن ہو گئے ہیں۔ ہمیں باور کرانا چاہتے تھے کہ اب ہم ان کیلئے قطعی غیر اہم ہیں۔"

"استاد------ میں تمہاری ذہانت کو نہیں پہنچ سکتا۔" سردارے نے اعتراف کیا۔ "لیکن اس کا مقصد------؟"

"شاید ہمارے ذریعے وہ غلام سیٹھ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ------! ظاہر ہے انہیں تمہاری حیثیت کا احساس نہیں ہے۔"

"ہاں------ یہ بات میں مان سکتا ہوں۔"

"لیکن استاد------ انہوں نے تو ہم سے خود کہا ہے کہ غلام سیٹھ اگر نظر آجائے تو ان سے تعاون کیا جائے۔"

"اپنی نیک نیتی کے اظہار کے لئے------ ظاہر ہے ہم ان کے کہنے پر عمل تو نہیں کریں گے۔"

"خدا کی قسم استاد------ مجھے تمہارے دماغ پر حیرت ہوتی ہے" سردارے نے کہا۔ "غلام سیٹھ نے تمہارا انتخاب بلاوجہ ہی نہیں کیا ہو گا۔ لیکن بہرحال یہ بات اس کے خیال میں بھی نہیں ہو گی کہ تم انٹرپول والوں سے بھی اس طرح ٹکرا سکتے ہو۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"ٹیکسی روک لوں استاد------" سردارے نے پھر پوچھا۔ اس کی نگاہیں سامنے سے گزرنے والی ٹیکسی پر لگی ہوئی تھیں اور اچانک میری آنکھیں چمک اٹھیں۔

"یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کونسا مسئلہ------؟"

"میں کہہ رہا تھا نا کہ ہمارا تعاقب بھی کیا جائے گا۔"

"ہاں------ کوئی ہے کیا------؟" سردارے نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں------ مگر ناکام ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"تم نے ٹیکسی روکنے کیلئے کتنی بار کہا ہے۔"

"یاد نہیں۔"

"مجھے یاد ہے۔ تین بار------ اور تینوں بار یہ بات تم نے خالی ٹیکسی کو گزرتے دیکھ کر کہی ہے۔ کیوں۔؟"

"ہاں۔"

"کیا تم نے ان ٹیکسیوں پر غور کیا ہے جو ہمارے سامنے سے گزری ہیں؟"

"نن------ نہیں------"

"ایک ہی ٹیکسی ہے سردارے------ جو بار بار ہمارے سامنے سے گزر رہی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہم اس میں بیٹھ جائیں۔"

"اوہ------ اوہ------ تو------ تو------" سردارے کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"چلو اس بار وہ گزرے تو اسے روک لینا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن استاد------ اوہ------ تو تمہارے خیال میں وہ......"

"ہاں۔ میرے خیال میں وہ انہی کا آدمی ہے۔"

"حد ہے۔" سردارے نے گہری سانس لی۔

"بہت بڑی بات نہیں ہے سردارے۔ انہوں نے ہماری اداکاری پر یقین نہیں کیا ہے۔ بلکہ ہمیں چارہ بنایا ہے۔ چوٹ صرف اتنی سی کھائی ہے انہوں نے کہ ہماری حیثیت کا تعین نہیں کر سکے۔"

"ٹھیک خیال ہے استاد------ مگر یہ تم ہی ہو جو تہہ تک پہنچ گئے۔ مگر اب پروگرام کیا ہے۔"

"بس اس بار ٹیکسی آئے تو روک لینا۔ کسی بھی ہوٹل میں چلیں گے۔"

"کسی میں بھی کیوں؟"

"احمق انسان------ ہمارے پاس تو کھانے کے پیسے بھی نہیں تھے' اتنے عمدہ ہوٹل میں......"

"اوہ------ ہاں------ میرا دماغ ماؤف ہے استاد------ یہ سب کچھ میری لائن کی باتیں نہیں ہیں۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔"

"ٹیکسی آرہی ہے استاد۔"

"روکو------" میں نے کہا اور سردارے نے ہاتھ اٹھا دیا۔ ٹیکسی تھوڑی دور جاکر رک گئی۔ ڈرائیور نے جلدی سے نیچے اتر کر دروازہ کھول دیا۔ ہم دونوں اندر بیٹھ گئے۔ "یس پلیز------" ڈرائیور نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"کسی بھی سستے سے ہوٹل میں لے چلو میرے بھائی۔" میں نے کہا۔

"یس سر------" ڈرائیور نے جواب دیا اور ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ اور پھر ایک معمولی سے ہوٹل کے سامنے اس نے ٹیکسی روک دی۔ میں نے بل ادا کیا اور ہم نیچے اتر کر اندر داخل ہو گئے۔ کمرہ حاصل کرنے میں کوئی وقت نہیں ہوئی۔ کمرے میں پہنچ کر سردارے نے گہری سانس لی تھی اور پھر اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ اور ایک کرسی میں گر گیا۔

میں بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ کئی منٹ تک ہم دونوں خاموش رہے۔ پھر سردارے نے ہی خاموشی توڑی۔ "اب کیا پروگرام ہے استاد؟"

"کوئی خاص نہیں سردارے۔"

"سیٹھ کو کہاں تلاش کرو گے۔؟"

"اسے تلاش کرنے کی کوئی خاص ضرورت تو نہیں ہے۔ وہ یقیناً نکل جائے گا' اس کے بعد کسی مناسب موقع پر اس سے ملاقات کر لیں گے۔ ویسے ایک بات اور بھی ہے۔"

"وہ کیا------؟"

"ہمیں اس بات پر مطمئن نہیں ہو جانا چاہئے کہ مقامی حکومت ہمیں دان کئے ہوئے بیلوں کی طرح چھوڑ دے گی۔ ہمیں صرف اس وقت تک کی آزادی ہے' جب تک انٹرپول والے ہم میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ انٹرپول والوں نے جس دن ہمیں چھوڑا۔ مقامی حکومت ہمیں رکھ لے گی۔"

"اوہ------ اس کا مطلب ہے کہ یہاں بھی سوئٹزر لینڈ والے حالات پیدا ہو گئے استاد؟"

"ہاں۔ تقریباً۔"

"بہرحال گھبرانا کس بات کا------ ہمیں ایک لائحہ عمل بنا لینا چاہئے۔"

"یقیناً!" میں نے پر خیال انداز میں کہا اور پھر میں نے خاموش ہو کر کرسی کی پشت سے گردن ٹکا دی۔

سردارے بھی خاموش تھا۔ کافی دیر تک ہم اسی انداز میں بیٹھے رہے۔ پھر میں نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بہرحال آرام کرو سردارے۔ صبح کو سکون سے سوچیں گے۔"

"او کے استاد۔"

"لڑکیاں تو یاد نہیں آرہیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں استاد——— ذہن کے کسی گوشے میں کوئی لڑکی نہیں ہے' حیرت انگیز بات ہے۔ ہے نا———؟" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

دوسرے روز صبح حسب معمول جاگے۔ منہ ہاتھ دھویا اور پھر ناشتہ منگالیا۔ خاموشی سے ناشتہ کیا اور پھر ناشتے سے بھی فارغ ہو گئے۔

"تیاریاں کرو سردارے۔"

"کیسی تیاریاں استاد۔؟"

"بس آج پورا دن آوارہ گردی کریں گے۔ اندازہ لگانا ہمارا تعاقب ہو رہا ہے یا نہیں۔؟"

"اوکے چیف——— لڑکیوں سے دوستی کی کوشش بھی کریں گے۔"

"جو دل چاہے کرنا۔ ہمیں ہر وہ حرکت کرنی چاہیے جو کوئی ایسا آدمی کر سکتا ہے۔ جسے کافی دن تک قلاش رہنے کے بعد ایک مناسب رقم مل جائے۔"

"ویری گڈ——— تو پھر اٹھو نا۔" سردارے نے کہا اور ہم اٹھ کر باہر نکل آئے۔! اور پھر اس کے بعد حقیقی معنوں میں آوارہ گردی شروع ہو گئی۔ کوئی مقصد نہیں تھا اس لئے کوئی ترتیب بھی نہیں تھی۔ لیکن میری نگاہیں اپنا متعاقب تلاش کر رہی تھیں۔ متعاقب کا اندازہ ہو گیا۔ لیکن اگر اتنی گہری نگاہ سے میں اس کا جائزہ نہ لے رہا ہوتا تو اندازہ لگانا تقریباً ناممکن تھا۔ کیونکہ تعاقب نہایت ہوشیاری سے کیا جا رہا تھا۔ کئی گاڑیاں تھیں۔ کبھی کوئی آگے آجاتی' کبھی کوئی۔ لیکن چونکہ ہم لوگ ابھی پیدل چل رہے تھے اس لئے ان لوگوں کو بڑی دقت ہو رہی تھی۔ چنانچہ میں نے کئی دلچسپ مناظر دیکھے گاڑیوں والے پیدل بھی چلنے لگتے تھے اور جب انہیں محسوس ہوتا کہ ہم ٹیکسی روکنے والے ہیں تو وہ گاڑی میں جا بیٹھتے۔

بہرحال یہ صرف میرا احساس تھا۔ ممکن ہے غلط ہو۔ لیکن میں نے اس کے بارے میں سردارے کو کچھ نہیں بتایا۔ ورنہ ممکن ہے وہ اپنے کچے پن سے احساس دلا دیتا کہ ہم اس تعاقب سے واقف ہو چکے ہیں اور اچانک ہی میرے ذہن میں تفریح کا پروگرام بن گیا۔ لیکن میں نے اس پروگرام میں سردارے کو بھی شامل کرنے کا فیصلہ کرلیا: "سردارے———" میں نے اسے آواز دی۔

"چیف———"

"مڑ کر قطعی نہیں دیکھنا۔ ہمارا تعاقب باقاعدگی سے ہو رہا ہے اور اب ہم اپنا تعاقب کرنے والوں سے لطف لیں گے۔"

"اوہ——— ہوٹل ہی سے تعاقب ہو رہا ہے استاد۔"

"یقیناً———"

"ویری گڈ——— تو اب کیا پروگرام ہے۔"

"کوئی ٹیکسی روکو۔"

"او کے———" سردارے نے کہا۔ اور پھر اس نے ایک ایسی ٹیکسی روکی جو اسی وقت خالی ہوئی

تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے سردارے کو داد دی تھی۔ ہم اس ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑے۔ تب تعاقب کرنے والوں کو سکون ہوا۔ اب نیلے رنگ اور سفید رنگ کی دو گاڑیاں ہمارے پیچھے تھیں۔

میں خاموش تھا۔ سردارے بھی محتاط انداز میں ان گاڑیوں کو دیکھ لیتا تھا۔ پھر ایک خوبصورت عمارت کے سامنے ہم نے ٹیکسی رکوالی۔ "تم یہیں بیٹھو سردارے۔ میں ابھی آیا۔"

"کوئی کام ہے چیف———؟"

"واپس آکر بتاؤں گا۔" اور میں عمارت میں داخل ہو گیا۔ بلاوجہ عمارت کے ہال اور بہت سے کمروں میں چکراتا رہا اور پھر نکل آیا۔ ٹیکسی میں بیٹھا اور ٹیکسی چل پڑی۔ "کیا پوزیشن ہے۔؟" میں نے آہستہ سے اردو میں پوچھا۔

"دو آدمی اندر گئے ہیں۔ اور ابھی اندر ہی ہیں۔" سردارے نے جواب دیا اور میں نے قہقہہ لگایا۔ "مقصد کیا تھا استاد؟"

"تفریح——— صرف تفریح——— ان لوگوں کو اتنا پریشان کریں گے کہ ہوش ٹھکانے آجائیں۔ اور سنو——— ان کا شبہ برقرار رکھنا ہے۔ اسی میں ہماری بچت ہے ورنہ پکڑے جائیں گے۔" میں نے کہا اور سردارے گہری سانس لیکر گردن جھٹکنے لگا!

☆ ☆ ☆

"چلو" میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا اور اس نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ بہرحال ہم سیر کرتے رہے اور ہمارے باڈی گارڈز ہمارے پیچھے لگے رہے۔ دن بھر آوارہ گردی کرنے کے بعد ہم واپس ہوٹل پہنچ گئے۔ ہم نے ان لوگوں کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی۔ ظاہر ہے اب تو وہ پیچھے لگ ہی گئے تھے۔ ہم لوگ خطرے میں تھے۔ اور تو کوئی بات نہیں تھی' بس اس چیز کا خدشہ تھا کہ کچھ بھی ثابت نہ ہو سکا' تب بھی مقامی پولیس ہمیں نہیں چھوڑے گی' کیونکہ ہمارے پاس کاغذات وغیرہ نہیں رہے تھے۔ لباس وغیرہ تبدیل کرنے کے بعد ہم بستروں پر لیٹ گئے۔ سردارے بھی کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں بھی انہی خیالات میں گم تھا اور پھر اچانک اچھل پڑا۔ یہی شکر تھا کہ سردارے نے ابھی تک کسی قسم کی گفتگو نہیں کی تھی۔ ورنہ گڑبڑ ہو جاتی۔ اس انداز میں' میں مسہری سے اچھل کر نیچے اترا تھا' اس پر سردارے چونک پڑا۔

اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ میں نے چھلانگ لگا کر اس کا منہ دبوچ لیا' اور سردارے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا' تب میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ جب اس نے میرا مقصد سمجھ لیا تو میں نے اس کا منہ کھول دیا۔ اور پھر دبے قدموں چلتا ہوا دروازے تک پہنچ گیا۔

سردارے کے انداز میں تجسس پیدا ہو گیا تھا۔ وہ بھی سنبھل کر مسہری سے نیچے اتر آیا۔ میں نے اچانک——— پوری قوت سے دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ لیکن راہداری سنسان پڑی تھی۔ تب ایک طویل سانس لے کر میں نے دروازہ بند کرلیا۔ سردارے اب بھی خاموشی سے میری حرکات دیکھ رہا تھا۔ دروازہ اندر سے بند کرنے کے بعد میں پلٹا۔ اور پھر میں نے سردارے سے اٹھنے کے لیے کہا۔ اور اس کا بازو پکڑ کر سنگھار ٹیبل پر پہنچ گیا۔ "سردارے۔ کمرے میں ڈکٹوفون تلاش کرو۔" میں نے ایک کاغذ پر لکھا اور سردارے نے گردن ہلا دی اور پھر اس کمرے کا ایک ایک کونا چھاننے لگے۔ زیادہ کاوش نہ کرنا پڑی۔ قالین کے نیچے دو باریک تار نظر آئے۔ جو باتھ روم کی چوکھٹ تک گئے تھے۔ اور باتھ روم کی چوکھٹ کے ایک

خانے میں ایک مائیک صاف نظر آگیا۔ سردارے نے ایک گہری سانس لے کر میری طرف دیکھا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے مائیکرو فون خانے سے نکال لیا۔ اس کے پیچھے کافی تار موجود تھا۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ ڈکٹوفون کو بیکار کرنے کا ایک عمدہ طریقہ مجھے معلوم تھا' میں نے جیب سے رومال نکالا۔ کچھ ردی کاغذ لیے اور باتھ روم کے ٹب کے پانی میں نکاس کا سوراخ بند کردیا اور پھر نل کھول دیا۔ ٹب میں پانی بھرنے لگا۔ پانی میں ڈال دیا اور مائک نیچے بیٹھ گیا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے طویل سانس لی تھی۔

"ان کی ایسی تیسی۔" میں نے باتھ روم کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"عمدہ ترکیب تھی استاد۔ اب انہیں سنائی نہ دے گا۔"

"ہرگز نہیں۔ چکر ہی میں رہیں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ اندازہ ہی نہیں کرپائیں گے کہ کیا ہوگیا۔ اگر ہم تار کاٹ دیتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ سلسلہ منقطع ہوگیا ہے۔ اب ایسی کوئی بات نہ ہوگی۔"

"اور آواز بھی نہیں سنائی دے گی؟" سردارے نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"غلط آدمی سے ٹکرا گئے ہیں بیچارے۔" سردارے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔ "خیر میں اس قدر خوش فہمی کا شکار نہیں ہوں۔"

"ارے میں تو ہوں اپنے استاد کی طرف سے۔"

"بہرحال سخت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے سردارے۔ درحقیقت ہم غلط لوگوں سے ٹکرا گئے ہیں۔"

"دیکھا استاد۔ کیا یہ لوگ ——"

"یہ بات نہیں ہے سردارے۔ دراصل قانون شکنی کوئی اچھا فعل تو نہیں ہے۔ قانون کسی بھی ملک کا ہو۔ سب کے لیے قابل احترام ہوتا ہے۔ میں اپنے جیسے لوگوں سے تو نمٹ سکتا ہوں۔ لیکن قانون کے محافظوں سے ——"

"ہاں استاد۔ یہ بات تو ہے۔" سردارے نے تشویش سے کہا۔

"میں تو غلام سیٹھ کی طرف سے فکر مند ہوں۔"

"میں اس شخص کو زیادہ نہیں جانتا استاد۔"

"کسے' غلام سیٹھ کو؟"

"ہاں۔"

"اوہ۔ سردارے۔ وہ شخص معمولی تو نہیں ہو سکتا۔ جس نے ساری دنیا میں اپنا کاروبار پھیلا رکھا ہے کون سا ملک ہے جہاں اس کے نمائندے موجود نہیں ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے؟"

"اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے سردارے کہ غلام سیٹھ کبھی کا یہاں سے نکل گیا ہو۔"

"اوہ ——" سردارے نے ہونٹ سکوڑے۔

"ویسے میں اس پر ریجھ گیا ہوں۔"

"کیوں استاد؟"

"یہاں سے نکلوں یا نہ نکلوں؟"

"جب تمہارا خیال ہے کہ باس یہاں سے نکل گیا ہوگا تو پھر یہاں رکنے سے فائدہ؟"

"ہوں۔" میں پر خیال انداز میں بولا۔ "ان لوگوں کو اپنے پیچھے لے چلو؟"

"یہ تو مناسب نہ ہوگا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ کسی طرح ان کے ذہنوں سے ہماری طرف سے شبہ نکل جائے۔ دراصل دو ۔۔۔ الجھن پڑ گئی ہے۔"

"دو طرفہ سے کیا مراد ہے استاد؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ اگر ان لوگوں کا شبہ ہماری طرف سے ختم ہو جائے' تو بھی بہرحال ہم مقامی ۔۔۔ں کے مجرم ہوں گے' میرا تو خیال ہے کہ مقامی پولیس بھی ہم میں دلچسپی لے رہی ہوگی۔ لیکن انٹرپول ۔۔۔ نے ہمیں چارے کے طور پر استعمال کرنے کے لیے ان سے ادھار مانگ لیا ہوگا اور اگر ہم مقامی پولیس ۔۔۔ تھ لگ گئے اور اس نے تحقیقات کی تو یقینی بات یہ کہ ساری کیفیت انہیں معلوم ہو جائے گی اور پھر ۔۔۔ ہے وہ ہمیں سوئٹزرلینڈ پولیس کے حوالے کردیں۔"

"اوہ۔" سردارے کی آنکھیں پھیل گئیں۔ "یہ صورت حال تو واقعی خوفناک ہے استاد۔"

"تو تم میری تشویش کو اب تک مذاق سمجھ رہے تھے۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہوگیا۔ اس ۔۔۔ں بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر کافی دیر تک ہم دونوں خاموش رہے۔ اس کے بعد میں نے ہی ۔۔۔

"بہرحال سردارے میں نے آخری فیصلہ یہی کیا ہے کہ انٹرپول والوں کو جب تک رکھ سکتے ہو شبہے ۔۔۔ کھو۔ اور اس دوران یہاں اس انداز میں گذارو جیسے ہم فاقہ مست ہیں۔ اس کے بعد یہاں سے نکل ۔۔۔ کی کوشش کریں۔"

"اوکے چیف۔ سردارے تیار ہے۔ لیکن بس ایک درخواست ہے۔"

"کیا؟" میں نے مسکراتے ہوئے سردارے کی طرف دیکھا۔

"استاد کی پیشانی کی شکنیں سردارے نہیں دیکھ سکا۔"

"کیا مراد ہے؟"

"میں تمہیں سپرمین سمجھتا ہوں۔ حالات تو الٹے سیدھے آتے ہی رہتے ہیں۔ ان سے متاثر ہوئے تو ۔۔۔ شاہو ابت ٹوٹ جائے گا۔"

"تمہاری ذات میں ایک چھوٹا سا بچہ پوشیدہ ہے سردارے۔ میں روایتی ہیرو نہیں ہوں۔ اور بہرحال ۔۔۔ ہے کا خواہش مند بھی ہوں۔ ہمیں بہرحال احتیاط مد نظر رکھنا ہوگی۔"

"اس سے کس کافر کو انکار ہے استاد۔"

"اچھا بس۔ اب آئندہ پروگرام سنو۔"

"ارشاد۔ ارشاد۔" سردارے ہمہ تن گوش ہوگیا۔

"ہم بھی ابتدا کر رہے ہیں۔ اور یہ ابتدا یوں ہوگی جب ہم یہاں سے نکلیں گے تو ڈکٹوفون اسی طرح چھوڑ دیں گے۔"

"سردارے کی کھوپڑی سرد ہے استاد۔"
"برف جھاڑ لو۔ ورنہ نقصان اٹھا جاؤ گے۔"
"پوری پوری کوشش کروں گا استاد۔"
"تو پھر سیدھی سی بات ہے۔ ہم ڈکٹوفون نکال کر اس جگہ بھی رکھ سکتے ہیں۔ ایسی شکل میں وہ اس خرابی ہی تلاش کرتے رہ جائیں گے۔ لیکن اگر وہ اسے پانی میں پڑا دیکھیں گے تو سوچیں گے کہ بہرحال ہم کی حرکتوں سے ہوشیار ہیں' چنانچہ وہ اور محتاط ہو جائیں گے۔"
"اوہ۔" سردارے نے گردن ہلائی۔ "یہ ٹھیک ہے۔ گویا اس طرح ان کا شبہ ہمارے اوپر برقرار رہے گا۔"
"ہاں۔ یہی مقصد ہے۔"
"ٹھیک ہے استاد۔" سردارے نے گردن ہلا دی۔
"پھر اب کیا پروگرام ہے استاد؟"
"تم بتاؤ۔"
"جب تفریح ہی کرنی ہے تو کھل کر کی جائے۔ فی الحال وہ ہمارے محافظ ہیں۔" سردارے نے کہا۔
"مطلب بتاؤ۔"
"ہائے استاد۔ تم نے چسکہ لگا دیا ہے۔" سردارے نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن میری ؟ ہم کرنسی سے ٹوٹ رہے ہیں۔ جو کچھ انہوں نے دیا تھا وہ ختم ہو رہا ہے۔"
"اوہ۔ اور یہاں اپنا کھاتہ بھی نہیں ہے۔"
"اگر ہو بھی تو ادھر کا رخ کرنا' ان بے چاروں کی موت بلانا ہے۔"
"یقیناً استاد۔"
"ہے کوئی ترکیب تمہارے ذہن میں؟"
"سردارے معذور ہے استاد۔"
"صرف کھوپڑی سے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تمہارے ذہن میں کچھ ہے استاد؟"
"بہت کچھ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کیا؟"
"آؤ۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور سردارے جلدی سے اٹھ گیا۔ "کتنی رقم ہے تمہارے پاس" اور سردارے نے اپنی جیب سے کرنسی نکال کر میرے سامنے ڈال دی۔ میرے پاس بھی نوٹ تھے۔
"گڈ۔ کافی ہیں۔" میں نے کہا۔ اور ہم دونوں باہر نکل آئے ہوٹل سے نکل کر میں نے ٹیکسی روکی ہم اس میں بیٹھ گئے۔ ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔
"کہاں چلوں صاحب؟"
"کسی بھی کلب میں جہاں جوا ہوتا ہو۔ اور عام لوگوں کے داخلے پر کوئی پابندی نہ ہو۔"
"بہتر۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔ سردارے چونک کر میری طرف دیکھنے لگا۔ اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سردارے بہت احمق ہے چیف۔"
"کیوں۔ کیوں سردارے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"بار بار بھول جاتا ہے کہ اس کے ساتھ کون ہے۔"
"کیا مطلب؟"
"تم کہیں بے بس نہیں ہو استاد۔ بے بسی دوسروں کے مقدر میں ہی لکھی ہے۔ وہ اور ہی ہوتے ہیں جو محسوس کرتے ہیں۔ لیکن استاد میں نے ایک بات دیکھی ہے۔"
"کیا؟"
"تم جیسے لوگ' دولت جن کی راہ تکتی رہتی ہے' دولت کے بھوکے نہیں ہوتے۔ تم اگر چاہو تو مختلف ... کتنی دولت حاصل کر سکتے ہو۔ سچ اس دولت کی انتہا نہ ہو۔"
"جانے دے سردارے ان باتوں کو۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔
"کیوں استاد۔ سنجیدہ کیوں ہو گئے؟"
"دولت کی ضرورت بھی کیا ہے سردارے؟"
"میرا کون بیٹھا ہے سردارے۔ بس اتنا کافی ہے کہ عیش سے گذر جائے۔" میں نے کہا اور سردارے ... ہو گیا۔ شاید اسے یہ موضوع چھیڑ کر افسوس ہو رہا تھا۔ وہ بالکل خاموش ہو گیا۔
...ں نے بھی ذہن پر بار رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ چند منٹ کے بعد میں نے سردارے کو مخاطب کیا۔ "...ے۔"
"جی چیف۔"
"ائیر کرافٹ والوں نے ہمیں بہت بڑی حیثیت دی ہے۔ ہمارے ساتھ ہر وقت باڈی گارڈز رہنے لگے ..."
"اوہ۔ واقعی استاد؟"
"ہاں۔"
"موجود ہیں؟"
"یقیناً۔ اور یہ اچھی بات ہے۔"
"کیوں؟"
"ابھی وہ اندازہ تو لگا لیں کہ ہمارے ذرائع آمدنی کیا ہیں۔"
"خوب اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"
"ہرگز نہیں۔"
"ویری گڈ۔ ویسے قسم لے لو استاد۔ اس زندگی میں بڑا لطف آ رہا ہے۔"
"اچھا؟"
"ہاں۔ سیدھی سادی زندگی میں کوئی دلکشی نہیں ہوتی۔" "اب کم از کم کچھ لوگوں سے تسلسل تو ہے اور ... بھی خاصی خطرناک۔"
"ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔
تھوڑی دیر کے بعد ڈرائیور نے ٹیکسی "البانو" کے سامنے روک دی۔ "یہاں جائیں گے صاحب؟"

"ہمارے مطلب کی جگہ ہے؟"
"سوفیصدی۔"
"بس تو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور اتر کر بل ادا کرنے لگا۔
"سر اگر آپ جیت کر واپس آئے تو خادم کو یاد رکھیں گے؟"
"اوہو۔ تم کب تک رکو گے۔ ہم واپسی کا کوئی تعین نہیں کر سکتے۔"
"رات کے کسی بھی حصے میں۔" ڈرائیور بولا۔
"اور اگر ہار گئے تب؟"
"میری تقدیر بھی اپنے کھیل میں شامل کرلیں۔ اگر ساتھ نہ دیا تو واپسی کا کوئی کرایہ نہیں لوں گا۔"
"منظور۔ دس فیصد تمہارا۔"
"او کے باس۔ میرا نام بشکن ہے۔"
"او کے بشکن۔" میں نے کہا۔ اور ہم دونوں مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوگئے۔ کلب میں دا
ٹکٹ خریدا اور اندر پہنچ گئے۔ جدید ترین ملک کا جدید ترین کلب تھا۔ ہم نے چند منٹ ایک جگہ رک
اپنے باڈی گارڈز کا انتظار کیا۔ اور اگر ہمارا اندازہ غلط نہیں تھا تو ہمارے بعد آنے والے دونوں آد
ہمارے تعاقب میں تھے۔ دونوں عمدہ قسم کے لباسوں میں ملبوس تھے۔ نوجوان تھے۔ اور کافی اسارٹ
آرہے تھے۔ انہوں نے ہماری طرف نگاہ بھی نہیں اٹھائی۔ اور یونہی سرسری سی نگاہ پورے ہال پر ڈ
ہوئے' بار کاؤنٹر کی طرف چلے گئے۔ یہاں انہوں نے کچھ مشروب لیے اور کاؤنٹر پر کہنیاں ٹکا کر مشروب
چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگے۔ "ٹھیک ہے سردارے۔ یہ انٹرپول کے روایتی جاسوس ہیں۔ آؤ۔ ا
کریں' ہمیں اس سے کیا۔" میں نے کہا اور ہم دونوں آگے بڑھ گئے۔
جوئے کے جدید ترین انتظامات تھے۔ ہر قسم کی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ جن پر اعلیٰ پیمانے پر جوا
تھا۔ لیکن میرے پاس محدود رقم تھی' اس لیے میں صرف کام کی بات کر سکتا تھا۔ سردارے نے کرنسی د
کوپن لیے اور ہم کوپن جیبوں میں بھر کر آگے بڑھ گئے۔ اب ہم اس حصے میں تھے جہاں تاش ہو رہے
دو تین میزوں پر ہم نے کھیل دیکھا۔ اور پھر ایک میز پر رک گئے۔ یہاں عمدہ گنجائش تھی۔ دو ا
عمر کے مرد تین نوجوان اور ایک بوڑھی عورت کھیل رہے تھے۔ خاصی رقمیں تھیں ان لوگوں کے
شاید ابھی کھیل شروع ہوا تھا۔ بوڑھی عورت زیادہ ہنسنے والی تھی اور بات بات پر ہنس رہی تھی لیکن کو
اس کے سامنے ہی زیادہ تھے اور کافی مالیت کے تھے جس سے اس کی حیثیت کا اندازہ ہوتا تھا۔
"میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں مادام۔" میں نے اجازت طلب کی اور وہ چونک کر ہمیں دیکھنے لگے۔ ا
انہوں نے خوش اخلاقی سے کہا۔ "تشریف رکھیے۔"
اور میں بیٹھ گیا۔ میں نے کوپن جیبوں سے نکال کر میز پر لگائے۔ بہرحال ان کی تعداد اس قدر نا
بھی نہیں تھی کہ سامنے والوں کو کوفت ہوتی۔ سردارے دیکھنے والوں میں شامل ہوگیا۔
کارڈ لیے اور کھیل شروع ہوگیا۔ یہ ہاتھ میں نے نہایت اناڑی پن سے کھیلا۔ اور خاصی رقم نکل
پھر دوسرے ہاتھ میں بھی میں نے کوپنوں کا ایک ڈھیر گنوا دیا۔ لیکن اب ان میں اضافے کی ضرورت
چنانچہ میں تیسرے ہاتھ کا انتظار کرنے لگا' اور اس ہاتھ میں' میں نے گڈی پر ہاتھ پھیر دیا۔
کسی کو احساس بھی نہیں ہوا' لیکن میرے پاس' میری مرضی کے مطابق کارڈ سیٹ ہو رہے تھے

ں چاہتا تو اس بار سامنے والوں کو اچھی خاصی چوٹ دے سکتا تھا' لیکن ابھی نئی جگہ تھی' حالات سمجھتا
ہستہ آہستہ کام کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے نہایت احمقانہ انداز میں ایک بڑی رقم جیتی۔
لیکن ہارنے والوں کو قطعی افسوس نہیں ہوا تھا۔ بلکہ انہوں نے مسکراتی نظروں سے میری طرف دیکھا
ہایت آسان بات تھی کہ میں انہیں زبردست نقصان پہنچا سکتا تھا لیکن میں نے نہایت اناڑی پن کا
دیا تھا۔ بہرحال میں نے کچھ نہ کہا' اور چوتھا ہاتھ شروع ہوگیا۔
اس بار میں نے آدھی رقم ہار دی۔ اور کھیلنے والوں کے دلوں میں قہقہے مچلنے لگے۔ ان کی دانست میں یہ
احمق پھنسا تھا لیکن یہ دوسرا ہاتھ بھی مجھے جیتنا تھا۔ کیونکہ اب میں آہستہ آہستہ بڑے کھیل کی طرف
۔ چنانچہ میز پر صرف چند کوپن رہ گئے اور میں ایسے ڈھیلے انداز میں کھیلنے لگا' جیسے میری حالت خراب
راسی خراب حالت میں میں نے شو مانگ لیا۔
یکن میرے کارڈ دیکھ کر دل اچھل کر حلق میں آگئے تھے میں جیت گیا تھا اور اب میرے سامنے کوپنوں
یر تھا کہ میں اٹھ بھی سکتا تھا۔ لیکن کلب کے قانون کے مطابق پندرہ ہاتھ لازمی ہوتے ہیں۔ خاص
ے جیتنے والوں کے لیے' ہارنے والا جب دل چاہے اٹھ سکتا ہے۔
ہرحال۔ اب یہ پندرہ ہاتھ ان لوگوں کے لیے مصیبت بننے والے تھے۔ میں نے بہرحال اپنی پوزیشن
ضبوط کرلی تھی۔ چنانچہ تین ہاتھ میں نے معمولی کھیلے۔ چوتھے ہاتھ میں جم گیا۔ اور اس بار دونوں
الے جان کی بازی لگادی۔ انہوں نے ساری رقم داؤ پر لگادی۔ مقابلے پر میں ہی تھا۔
ور پھر رقم میری کیوں نہ ہوتی۔ ان کے چہرے تاریک ہوگئے اور پھر انہوں نے کھڑے ہو کر جیبیں
یں۔ اس کے بعد دوسرے تھے۔ ہنسنے والی بڑی بی کا چہرہ ستا گیا تھا۔ اب وہ بالکل نہیں ہنس رہی
دونوں ضعیف العمر اشخاص بے حد محتاط کھیل رہے تھے۔ بہرحال میرے پاس رقم کافی ہوگئی تھی۔
ں نے انہیں آخری عمر میں زیادہ صدمہ دینا پسند نہ کیا۔ اور پندرہ ہاتھ پورے کر کے اٹھ گیا۔ اب
ر سردارے کی جیبیں کوپنوں سے بھری ہوئی تھیں۔
ٹے ہوئے مجھے اپنے باڈی گارڈز یاد آئے۔ اور میں نے انہیں تلاش کیا۔ دور کیوں ہوتے' وہ ہماری
میز پر اس طرح کھڑے تھے کہ ہمیں دیکھتے بھی رہیں۔
سردارے۔" میں نے سردارے کو پکارا۔
ں باس۔"
ہارے دوست کہاں ہیں؟"
موجود ہیں باس۔"
کھیل کے دوران تم نے ان پر نگاہ رکھی تھی؟"
ہاں نہیں باس۔"
ہوں نے ہمیں جیتتے ہوئے دیکھا؟"
چھی طرح۔"
ری گڈ۔ آؤ۔ کوپن بدل لیں۔ میں نے کہا اور ہم کوپن کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئے۔ کاؤنٹر کلرک نے
ہمارے کوپن دیکھے تھے۔ پھر اس نے ٹیکس وغیرہ کاٹ کر نوٹوں کی گڈیاں ہمارے حوالے کردیں
کلب میں اتنی رقم کسی نے نہیں جیتی تھی شاید۔ اس نے ہمیں مبارکباد دی اور ہم نے اسے بھاری

بخشش۔

پھر ہم باہر چل پڑے۔ اور اپنے عقب میں ہم نے ان دونوں کو محسوس کیا۔ "سردارے۔" میں سردارے کو پکارا۔

"بشکن کو تلاش کرو۔" لیکن تیز نگاہ والے بشکن نے ہمیں خود ہی دیکھ لیا۔ اس نے اسٹارٹ کی اور ہمارے پاس پہنچ گیا اور پھر اس نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔

"ہیلو بشکن۔" میں نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"ہیلو فرینڈ۔ بیٹھو۔" بشکن نے زندہ لہجے میں کہا۔

"بات بنی نہیں بشکن۔" میں نے اسی لہجے میں کہا۔ اور تھکے تھکے سے انداز میں گاڑی میں

"اوہ۔ ڈیر۔ یہ تو نوٹوں کا کھیل ہے۔ آدمی زندگی کے کھیل میں بھی ہار جاتا ہے۔ یہ کونسی ہے۔"

"لیکن بشکن۔"

"فکر نہیں کرنا چاہیے ماسٹر۔ تم شاید میرے بل کے بارے میں سوچ رہے ہو۔ اس کے با ہماری بات پہلے ہی ہو چکی تھی میں تمہیں کسی بار سے ایک ایک پیگ بھی پلا سکتا ہوں۔ اس حیثیت بشکن کی نہیں ہے۔"

"اوہ۔ شکریہ بشکن۔ تم بے شک عمدہ دوست ہو۔" میں نے سردارے کی طرف دیکھتے سردارے نے بھی تعریفی انداز میں گردن ہلا دی۔

"یہ تو قسمت کے کھیل ہیں ماسٹر۔ داؤ تم نے ہی نہیں، میں نے بھی لگایا تھا۔" بشکن نے

"کیا مطلب؟"

"میں نے تمہارا انتظار کیا ماسٹر۔ اور میں چاہتا تو کچھ رقم اور کما لیتا۔ مگر میں نے سوچا، تمہار ساتھ اپنا لک شامل کروں۔ شاید کام بن جائے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا بشکن۔" میں نے تعجب سے کہا۔

"اوہ۔ کوئی بات نہیں ہے ماسٹر۔ بس ہمیں کچھ رقم کی ضرورت تھی۔"

"تو تم نے میری بات سے کیا اندازہ لگایا بشکن؟" میں نے کہا۔

"اب میں نہیں سمجھا جناب؟"

"رقم تو میں نے جیتی ہے۔"

"جیتی ہے؟" بشکن حیرت سے بولا۔

"ہاں۔ چلو۔ تم ہمیں سے شراب پلاؤ گے، وہیں بیٹھ کر حساب کر لیں گے۔"

"اوہ۔" بشکن آہستہ سے بولا۔ "لیکن پھر کونسی بات نہیں بنی؟"

"بس زیادہ مزہ نہیں آیا۔"

بشکن خاموش ہو گیا۔ اب وہ شاید اس رقم میں کھو گیا تھا جو ہم نے جیتی تھی۔ اور اس کے سامنے ٹیکسی روک دی۔ اور ہم تینوں بار میں داخل ہو گئے۔ ہم نے ایک کیبن پسند کیا میں نے اپنے محافظوں کی طرف بھی توجہ نہیں دی تھی۔ ظاہر ہے وہ ساتھ ہوں گے انہیں تلا ضرورت تھی۔

بشکن نے آرڈر دے دیا۔ اور میں نے پردہ کھینچ کر گڈیاں نکال لیں۔ ایمان داری سے ساری گڈیاں میز پر ڈھیر کر دی گئیں۔ اور بشکن کا شاید دماغ چکرا گیا۔ وہ منہ پھاڑ کر گڈیاں دیکھنے لگا۔

"یہ ہماری اصل رقم تھی بشکن۔" میں نے ایک گڈی نکالتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ ونڈر فل۔ ونڈر فل۔"

"اس میں سے دس فیصد تمہاری۔" میں نے دوسری گڈیوں کی طرف اشارہ کیا۔ "اوہ۔ مگر۔ یہ تو بہت رقم ہے ماسٹر۔"

"جتنی بھی ہے۔"

"تب آپ مجھے پانچ فیصد دے دیں۔"

"ہم بے ایمان نہیں ہیں۔" میں نے بڑے نوٹوں کی کئی گڈیاں الگ کرتے ہوئے کہا۔

"م۔ ماسٹر۔ ماسٹر۔ یہ میری ضرورت۔ میری توقع سے کہیں زیادہ ہیں۔" بشکن کا چہرہ خوشی سے کھلا پڑ رہا تھا۔

"قسمت کی بات ہے بشکن۔ انہیں جیب میں رکھ لو۔ تم نے اپنی قسمت ہماری قسمت کے ساتھ شامل کر دی تھی۔ ممکن ہے ہم بھی تمہاری قسمت سے ہی جیتے ہوں۔"

بشکن اب بھی ہچکچا رہا تھا۔ لیکن سردارے نے میرے اشارے پر گڈیاں اس کی جیب میں ٹھونس دیں۔

"بہت بہت شکریہ ماسٹر۔" بشکن نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "یقین کرو بشکن کو ان کی سخت ضرورت تھی۔"

"دوست کی حیثیت سے بشکن۔ ان میں سے اور جتنی چاہو لے لو۔"

"بائی گاڈ ماسٹر۔ یہ ہماری ضرورت سے زیادہ ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے اپنے سامنے کی شراب حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا۔ "ہاں سردارے اب کیا پروگرام ہے؟"

"جیسی مرضی۔" سردارے نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"رات تنہا گزارنے کا ارادہ ہے ماسٹر؟"

"دل تو بہت چاہتا ہے بشکن۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب پھر اٹھو۔" بشکن نے کہا اور سردارے کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ پھر ہم اٹھ گئے۔ بشکن نے ٹیکسی اسٹارٹ کی اور چل پڑا۔ اس بار اس نے ایک لمبا سفر کیا اور پھر وہ ایک خوبصورت عمارت پر رکا اور اتر کر دروازہ کھول دیا۔ عظیم الشان عمارت میں رہائشی فلیٹ تھے۔ کئی منزلہ عمارت تھی۔ لیکن بشکن تیسری منزل پر اتر گیا۔ ہم بدستور اس کے ساتھ تھے۔ تب بشکن نے ایک دروازے پر لگی بیل بجائی۔ دروازہ کھولنے والی ایک ادھیڑ عمر عورت تھی۔

"میڈم ہیریسا کے مہمان۔ کہہ دینا بشکن لایا تھا۔"

"آیئے جناب۔" عورت نے کہا۔

"او کے ماسٹر۔ آپ یہاں خوش رہیں گے۔ بشکن صبح دس بجے باہر مل جائے گا۔"

"شکریہ بشکن۔" میں نے کہا اور ہم بوڑھی کے ساتھ اندر داخل ہو گئے۔ انتہائی خوبصورت فلیٹ

تھا۔ ہمیں اس کے ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا گیا۔ میں نے سردارے کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور ہم صوفوں پر گئے۔

"میں ابھی آئی جناب۔" بوڑھی نے کہا۔

"ارے تم کیا کرو گی بڑی بی۔ کوئی ڈھنگ کا کام کرو۔" سردارے نے اردو میں کہا۔ بوڑھی باہر نکل تھی۔ میں نے صوفہ سے پشت لگالی۔

"استاد۔" سردارے نے آواز دی۔

"ہوں۔" میں نے اسی انداز میں آنکھیں بند کئے کئے کہا۔

"شرم آرہی ہے استاد۔" سردارے نخرے انداز میں بولا۔

"تو پھر میں کیا کروں؟"

"بھاگ چلیں استاد۔"

"اچھا بکواس مت کرو۔"

"اوہو۔ اوہو۔ بس میں آپ کا موڈ معلوم کرنا چاہتا تھا استاد۔ اگر آپ کی خواہش ہے تو بہ مجال——" سردارے شرارت سے باز نہ آیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ بہرحال میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تھو دیر کے بعد بوڑھی اندر داخل ہوئی۔ اس کے ساتھ چار لڑکیاں تھیں۔ چاروں جرمن تھیں اور اچھی خا شکل و صورت کی مالک تھیں۔

"ہیلو۔" انہوں نے باری باری اپنا تعارف کرایا۔ ہم دونوں غور سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ بہرحال باقاعدہ پروگرام سے تو آیا—— نہیں تھا' مقصد صرف وقت گذاری تھا چنانچہ میں نے کیٹی کو اشارہ اور وہ میرے پاس آبیٹھی۔

"میرے بارے میں کیا حکم ہے استاد؟" سردارے نے اردو میں پوچھا۔

"بکواس سے باز نہیں آؤ گے؟"

"استاد۔ استاد تم ہی فیصلہ کردو۔ زندگی بھر احسان مند رہوں گا۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آر سردارے نے کہا اور مجھے بھی شرارت سوجھ گئی۔

"میرا فیصلہ مان لو گے؟"

"بسرو چشم۔ بسرو چشم۔" سردارے نے بڑے خلوص سے کہا۔ اور میں بوڑھی کی طرف مخاطب ہوگ

"میڈم۔ آپ کا کیا نام ہے؟"

"میرا؟" بوڑھی نے کہا۔

"ہاں۔"

"زولیٹا زون پام۔" بوڑھی نے جواب دیا۔

"میرا ساتھی عجیب فطرت کا مالک ہے۔" میں نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ا سردارے کا چہرہ تاریک ہوگیا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کی شامت آگئی۔

"کیا بات ہے جناب؟" بوڑھی نے کہا۔

"اسے عمر رسیدہ عورتیں پسند ہیں۔ جانتی ہیں وہ اپنی زبان میں کیا کہہ رہا تھا؟"

"کیا کہہ رہا تھا؟" بوڑھی کو بھی کچھ شک ہوگیا۔

"اس کی خواہش ہے کہ وہ آپ کے ساتھ رات گذارے۔"

"مم۔ میں۔ میرے ساتھ۔" بوڑھی بدحواس ہوگئی۔ "مذاق کر رہے ہیں مسٹر۔ مم میں۔" بوڑھی پریشان ہوگئی۔

"کیا حرج ہے۔ وہ کہتا ہے یہ لڑکیاں آپ کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔"

"نہیں مسٹر۔ بائی گاڈ نہیں۔ ہمارا عمر ختم ہوگیا۔ اور۔ اور پھر۔ میں۔ اسے۔ میں شریف عورت ہوں۔ تم ہی سنبھالو اسے۔" بوڑھی جلدی سے ڈرائنگ روم کے دروازے سے باہر نکل گئی۔ لڑکیوں کے نے دور تک اس کا تعاقب کیا تھا۔

"استاد۔" سردارے نے حلق سے گہری سانس خارج کی۔

"دیکھا کیا ہوا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بڑا خطرناک مذاق کرتے ہو بعض وقت۔ اگر وہ تیار ہو جاتی تو۔ تو میرا ہارٹ فیل ہو جاتا۔ دل بڑا کمزور گیا ہے استاد۔" سردارے نے کہا۔

"بھئی مجھے تو وہی پسند آئی تھی تمہارے لیے۔"

"میری ایک رائے ہے استاد۔"

"وہ بھی بکو۔"

"کیوں نہ ان بے چاروں کو بھی اوپر بلالیں۔ نہ جانے کب سے ہمارے پیچھے پیچھے دم ہلاتے پھر رہے ہیں۔ لڑکیاں بھی تین ہیں وہ بھی کیا یاد کریں گے۔"

"ٹھیک ہے تم بلا لاؤ انہیں۔"

"میں؟ یہ کام مشکل ہے۔"

"تب پھر انہیں چوکیداری کرنے دو رات بھر۔ اور اب تم جلدی کرو۔ لڑکیاں پریشان ہو رہی ہیں۔" میں نے کہا۔

"مس اوویلاؤ۔" سردارے نے ایک لڑکی کو مخاطب کیا۔ اور لڑکی مسکراتی ہوئی اس کے پاس پہنچ گئی۔

"لیڈ۔ بی لاؤ۔" اس نے مسکراتے ہوئے اپنے نام کی تصحیح کی۔

"ٹھیک ہی ہے۔ ان دونوں سے کہہ دو واپس جائیں۔" سردارے بولا۔ اور لڑکی نے جرمن زبان میں اپنی ساتھیوں کو شاید واپسی کے لیے کہا۔ دونوں لڑکیاں مسکراتی ہوئی واپس چلی گئیں تھیں۔

"مس اوویلاؤ۔" سردارے نے اپنی ساتھی لڑکی کو بڑے پیار سے پکارا۔

"لیڈ۔ بی۔ لاؤ۔" اس نے پھر تصحیح کی۔

"ہرگز نہیں۔ اوویلاؤ۔" سردارے نے کہا۔

"جیسی تمہاری مرضی۔"

"کیا ہم اسی ڈرائنگ روم میں انڈے دیں گے؟"

"لو۔ نہیں ڈیئر۔ آؤ آرام کریں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں نے سردارے کو آنکھ مار سردارے شرمانے کی بھونڈی اداکاری کرتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ "جی۔ آپ کا کیا خیال ہے؟" میں اپنی ساتھی سے پوچھا۔

"حکم دیں جناب۔"
"نام نہیں بتایا آپ نے؟"
"بتا چکی ہیں' آپ بھول گئے۔"
"اوہ۔ کیٹی۔ ہاں۔ تو ڈیئر کیٹی اب میں بھی آرام کروں گا۔"
"آیئے۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ ڈرائنگ روم سے نکل آیا۔
رات قابل ذکر نہ رہی۔ دونوں جرمن لڑکیاں ٹھیک ہی تھیں۔ سردارے نے بھی کوئی خاص بات نہ بتائی۔ ہم نے انہیں اچھی خاصی رقم دی اور پھر ان سے دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے نیچے اتر آئے۔ اور خوب تھا اپنی بات کا پکا بشکن بھی۔ نہ جانے کب آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ البتہ ہمیں اپنے دوست کم نظر نہ آئے۔ شاید ہماری مصروفیات پر لاحول پڑھ کر چلے گئے تھے۔
بشکن ہمیں دیکھتے ہی ہماری طرف لپکا۔ "ہیلو۔ ہیلو۔" اس نے گرمجوشی سے کہا۔
"ہیلو بشکن۔ ٹھیک۔ ہم اس کی ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے بولے۔"
"رات کیسی رہی؟" بشکن نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔
"عمدہ۔" میں نے مختصر جواب دیا۔
"آپ کہیں باہر سے آئے ہوئے ہیں جناب؟"
"ہاں۔ کیوں؟"
"بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟" اور میں نے اسے اپنے ہوٹل کا نام بتایا۔ جب تک یہاں موجود ہیں صاحب' میری خدمات ہی حاصل کریں۔"
"ٹھیک ہے۔"
"اب کہاں چلوں؟"
"بس ہمارے ہوٹل پہنچا دو۔"
"وہ ہوٹل تو ایسا ہی ہے صاحب۔ آپ کسی اچھے سے ہوٹل میں کیوں نہیں ٹھہرتے؟"
"بس وہی ٹھیک ہے بشکن ہم اس سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔
"اوہ۔ مگر میرا خیال ہے۔"
"اس رقم کا کیا ٹھکانہ۔ ممکن ہے آج رات تک خرچ کر دیں۔"
"اوہ۔ ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔" بشکن بلاوجہ ہنسنے لگا۔ پھر اس نے ہمیں ہوٹل چھوڑ دیا۔ سردار نے اسے ایک نوٹ دیا۔
"ارے نہیں جناب۔ آپ نے مجھے بہت دے دیا ہے۔ اب جب تک آپ یہاں رہیں گے' میں آ سے کچھ نہیں لوں گا۔"
"لے لو بشکن۔ ابھی لے لو۔ ممکن ہے بہت جلد ایسا وقت آجائے کہ ہم تم سے کھانا بھی طلب کریں۔"
بشکن حاضر ہے' صاحب۔ بس اب میں کچھ نہیں لوں گا' اور اب میں کس وقت آجاؤں؟"
"شام کو چھ بجے۔"
"اس وقت تک ہوٹل ہی میں رہیں گے؟"

"ہاں۔"
"اوکے۔ میں شام کو پہنچ جاؤں گا۔" بشکن نے کہا اور ٹیکسی اسٹارٹ کر کے چل پڑا۔ ہم دونوں کمرے کی طرف چل پڑے۔ اور پھر کمرے میں پہنچ گئے۔ سردارے نے دروازہ بند کیا۔ میں چاروں دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ پھر میں جلدی سے باتھ روم کی طرف گیا۔ ٹب تو پانی تھا نہ ڈکٹوفون۔
میں نے مسکراتے ہوئے سردارے کی طرف دیکھا' جو میری پشت پر پہنچ گیا تھا۔ اس نے اشارہ سے اور میں نے گردن ہلا دی۔ لیکن سردارے بھی محتاط تھا' اس کے بعد ہم نے نہایت احتیاط سے حسب ل ایک ایک انچ جگہ کا جائزہ لیا۔ میزیں اور بستر بھی اوپر نیچے سے دیکھے۔ لیکن اس بار سب ٹھیک تھا۔ لوگوں کو احساس ہو گیا تھا کہ ہم کچے لوگ نہیں ہیں۔"
"میرا خیال ہے سب ٹھیک ہے سردارے۔"
"ہاں استاد بظاہر تو۔"
"نہیں۔ اب وہ اس قسم کی حماقت نہیں کریں گے۔"
"ہوں۔" سردارے نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ لیکن استاد۔ بہرحال وہ ہماری طرف سے زیادہ ہو گئے ہوں گے۔ اور اب وہ اور گہری چالیں چلیں گے۔"
"خوفزدہ ہو سردارے؟"
"ذلیل مت کرو استاد۔ تم نے سردارے کو کبھی خوفزدہ دیکھا ہے؟"
"پھر کیا بات ہے؟"
"کچھ بھی نہیں استاد۔ بس میں سوچ رہا تھا کہ مقابلے کا یہ انداز کس قدر دلچسپ ہے۔ لیکن اب ہمیں سخت مقابلے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔ ایک طرح سے یہ ان کے لیے چیلنج ہے۔"
"بالکل ٹھیک۔"
"ہمیں محتاط رہنا ہو گا۔"
"بے حد ضروری ہے۔"
"تب استاد' ایک بات کہوں۔"
"کہہ دو۔"
"مسٹر بشکن کے بارے میں کیا خیال ہے؟"
"اوہ۔ میں پرخیال انداز میں سردارے کی شکل دیکھنے لگا۔
"کیا یہ ان کا آلہ کار نہیں ہو سکتا؟"
"غور کر رہا ہوں سردارے۔ لیکن ہم نے ایک ایسی ٹیکسی روکی تھی۔ جو اسی وقت خالی ہوئی تھی۔"
"میں تسلیم کرتا ہوں استاد۔ لیکن بعد میں؟ ظاہر ہے وہ لوگ ہمارے پیچھے تھے۔ وہ صاحب اقتدار ہیں' سکتا ہے انہوں نے بشکن سے بعد میں رابطہ قائم کیا ہو۔ وہ اسے مجبور بھی کر سکتے ہیں۔"
"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "بہرحال سردارے' وہ اتنا عمدہ آدمی ہے' اس لیے ہم اس کے ساتھ تو کچھ نہیں کریں گے۔ سوائے اس کے کہ اس سے محتاط رہیں۔"
"ٹھیک ہے استاد۔"

"لیکن اب سوال یہ ہے کہ یہاں پڑے پڑے کیا کریں؟"

"کیا مطلب؟"

"غلام سیٹھ اس بار لمبے ہی چکر میں پڑ گیا ہے۔ اگر اسے یہاں کوئی آسانی ہوتی تو وہ کسی نہ کسی طرح سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش ضرور کرتا چنانچہ اب غلام سیٹھ سے ملاقات کی توقع فضول ہی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" سردارے نے کہا۔

"چنانچہ یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

"اوہ۔" سردارے نے ہونٹ سکوڑ لیے۔

"کیوں۔ تمہارے ذہن میں کچھ اور ہے؟"

"ہرگز نہیں استاد۔ بس ایک خیال ہے۔"

"کیا؟"

"یہاں کے حالات سوئٹزر لینڈ سے مختلف ہیں۔ یہاں ہم ان لوگوں کی نگاہ میں ہیں۔"

"مجھے احساس ہے سردارے۔ بہرحال ابھی تو کوئی پروگرام بھی ہمارے ذہن میں نہیں ہے۔ لیکن پروگرام بھی بنائیں گے، اسی طرح بنائیں گے کہ ان باتوں کا خیال رکھا جائے۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ سردارے کے سپرد اس کی ڈیوٹی کرو۔"

"فی الحال صرف آرام۔" میں نے کہا۔ اور خود بھی مسہری پر لیٹ گیا۔ اور درحقیقت ہم دن بھر کرتے رہے۔ شام کو تقریباً سات بجے جاگے تھے۔ طبیعت بوجھل تھی، غسل کیا اور پھر حسب معمول کی۔ ہر لمحہ محتاط رہنے کی ضرورت تھی، ورنہ مصیبت میں پھنس جاتے۔

لیکن اب ان لوگوں نے چھوٹے کام چھوڑ دیئے تھے۔ یقیناً وہ کسی بڑی تاک میں ہوں گے ا بہرحال اُن کے ہر داؤ سے بچنا چاہتا تھا، نہانے کے بعد طبیعت کافی بشاش ہو گئی تھی۔ ہم نے چائے منگ چائے کے دوران میں نے سردارے سے پوچھا۔ "اب کیا پروگرام ہے سردارے؟"

"جو استاد کا؟"

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔"

"اگر کوئی اور کام نہ ہو تو پھر ایک ہی ضروری کام رہ جاتا ہے۔ اور پھر رات کی بات۔"

"ہوں۔" میں مسکرا دیا۔ اور سردارے مسخرے پن سے میرے پاس آ بیٹھا اور میرے پاؤں دبا

"ارے۔ ارے۔ یہ کیا بدتمیزی ہے۔"

"استاد کی خدمت کر رہا ہوں۔ فیض ہی ملے گا۔"

"اچھا اٹھ جاؤ۔" میں نے کہا اور خود بھی کھڑا ہو گیا۔ لباس وغیرہ ہم تبدیل کر ہی چکے تھے۔ کرنسی میں ٹھونسی، اور دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ لیکن دروازے پر میں ٹھٹھک گیا۔

"کیوں استاد؟"

"ہمیں عقبی دروازے سے نکلنا چاہیے۔"

"اوہ۔ کیوں؟"

"افوہ۔ تمہیں بشکن یاد نہیں رہ گیا۔"

"سوری استاد۔ ہاں ٹھیک ہے۔" سردارے نے دانتوں میں زبان دبا کر کہا۔ اور پھر ہم ہوٹل

وازے سے باہر نکل آئے۔

"شکن دھوکا کھا جائے۔ ٹھیک ہے لیکن مجھے یقین تھا کہ میرے نگراں اس رخ سے غافل نہیں ہوں میں نے انہیں تلاش کرنے کی کوشش کی، لیکن اس وقت ناکام رہا۔ بہرحال ہم لمبا فاصلہ طے کرکے ک پر نکل آئے اور سڑک پر آنے کے بعد بھی کافی دور تک پیدل چلتے رہے۔ "ہاں۔ اب بتاؤ سردارے پروگرام ہے۔"

"کہہ چکا ہوں۔ استاد کے سامنے بولنے کی جرات نہیں کر سکتا۔" سردارے نے کہا۔ "کل والی جگہ تو نا حماقت ہے۔"

"اوہ۔ پھر استاد؟"

"تم وہیں جانے کے خواہشمند ہو؟"

"ابھی تو وہاں بہت سے اچھے چہرے ہیں استاد۔"

"لیکن سردارے۔ نہ جانے کیوں ان لوگوں سے کراہیت ہوتی ہے۔ نہ جانے کیوں ان کے ساتھ وقت ارتے ہوئے ایک کمینے پن کا سا احساس ہوتا ہے یقین کرو ہم خود کو برص کا مریض سمجھنے لگے ہیں۔ ایک یا مجبور انسان جو شدید بھوک میں مبتلا ہو کر غلاظت کے ڈھیر میں خوراک تلاش کرنے لگتا ہے۔"

"اوہ۔ تو پھر لعنت بھیجو استاد۔"

"نہیں۔ اگر تم میری وجہ سے ———"

"ارے نہیں استاد۔ اس سے پہلے کبھی غور نہیں کیا۔ لیکن ٹھیک ہی کہہ رہے ہو استاد۔ واقعی۔ اقعی۔ استاد اب تو سردارے تمہارے ہی ذہن سے سوچنے لگا ہے۔"

"تو پھر طے ہوئی یہ بات؟"

"ہاں، اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟"

"پھر کہاں چلیں؟"

"یہ بھی استاد کی مرضی پر منحصر ہے۔"

"تب پھر آؤ۔ انہی لوگوں کو تلاش کریں، جن کے ساتھ زندگی ہوتی ہے۔ لیکن انہیں تلاش کرنا پڑے گا۔"

"اوہو۔ کالی دیوی کے پجاریوں کو؟"

"ہاں۔"

"ویری گڈ استاد۔ درحقیقت ان لوگوں میں ہیرے ملتے ہیں۔ اور ہیرے، بہرحال شیشے کے ان چمکدار گینوں سے کہیں عمدہ ہوتے ہیں۔" سردارے نے آمادگی کا اظہار کیا اور ہم کالے سونے کے تاجروں کی تلاش میں چل پڑے۔ جگہ جگہ پھرتے رہے، سڑکوں پر آوارہ گرد نظر آئے۔ اور بہرحال ان سے بلیک پول کا پتہ معلوم ہو گیا۔

بلیک پول کا علاقہ فرینکفرٹ کے مشرقی حصے میں شہر سے تقریباً تیس میل دور واقع تھا۔ سنسان سڑک کا ایک حصہ عبور کرکے تاڑ کے درختوں کے طویل سلسلے کے بعد یہ علاقہ تھا۔ بلیک پول ایک جھیل کا نام تھا جس کے گرد خیموں کی آبادی تھی۔ بہرحال رات کے وقت ٹیکسی والے یہاں آتے ہوئے الجھتے تھے لیکن ہم نے ایک ٹیکسی ڈرائیور کو تیار کرلیا اور اس نے ہمیں اس حصے میں پہنچا دیا۔ راستے میں ہم نے بہت سی کاریں

آتے جاتے دیکھی تھیں۔ جس کا مطلب تھا کہ وہاں آمدورفت رہتی ہے۔ یوں ہم خیموں کے شہر پہنچ
"استاد۔" سردارے نے آہستہ سے کہا۔
"ہوں۔"
"یہ تو دو سرا پی گوڑے ہے۔"
"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"
"کمال ہے۔ ہم اس علاقے سے دور رہے۔ اور دیکھو استاد غول کے غول موجود ہیں۔ سردار
ہپی لڑکیوں کے ایک غول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"ویری گڈ۔ آؤ۔" میں نے کہا اور ہم اور سردارے خیموں کے اس شہر کی آوارہ گردی کر
یہاں بجلی موجود تھی' لیکن اس کا استعمال محدود تھا۔
خیموں کے درمیان اندھیرا تھا' یا پھر مشعلیں روشن کی گئی تھیں آوارہ گردوں کے گروہ مجمع لگائے
تھے۔ ہوا چل رہی تھی۔
سردارے ان ساری چیزوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا تھا خیموں کے درمیان بازار بھی تھے' جہاں کھانے
پینے کی چیزیں اور دوسری ضروریات موجود تھیں۔
پورے علاقے کا سرسری جائزہ لینے کے بعد میں نے گردن ہلائی اور سردارے کو پکارا۔ "گر
پاس۔" سردارے حسب معمول سرگوشی کے عالم میں بولا۔
"میرا خیال ہے یہاں رہائش کا انتظام بھی ہو سکتا ہے۔"
"یقیناً ہو سکتا ہے استاد۔"
"پھر شہر کے ہنگاموں سے دور چند روز کے لیے یہ جگہ کیوں نہ آباد کی جائے۔"
"نہایت فہیمانہ خیال ہے۔"
"ہمارے دوستوں کو بھی پریشان نہ ہونا پڑے گا۔"
"ہاں۔ بے چارے یہاں چرس پئیں گے اور ہماری نگرانی کرتے رہیں گے۔ وہاں شہر میں بلاوجہ پریشا
ہوتے پھرتے تھے۔" سردارے نے ہمدردی سے کہا۔
"میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اب کیا بیچوں؟" اپنے عقب میں ہمیں بڑبڑاہٹ سنائی دی۔ اور
چونک پڑے۔ پلٹ کر دیکھا۔ تو ہڈیوں کا ایک ڈھیر نظر آیا' جسے انسان کہا جا سکتا تھا۔ بے حد دبلا پتلا۔ چار
طرف ہڈیاں ابھری ہوئیں۔ وہ ہم سے مخاطب نہیں تھا' کچھ مجنونانہ سا انداز تھا۔
"اب تک کیا بیچتے رہے ہو بھائی؟" سردارے نے اس سے پوچھا۔
"ایں؟" اس نے ہمیں دیکھا۔ "اب تک کیا بیچا ہے؟" سردارے نے اپنا سوال دوہرایا۔
"سب کچھ بیچ چکا ہوں۔ پہلے والدین کی' خاندان کی عزت بیچی۔ پھر شرافت' اپنی خودی' اپنی آن
پھر جو سامان ساتھ تھا' وہ بیچا۔ اور پھر آہ۔ ضرورت کے گہرے سوراخ کبھی نہیں بھرتے اس کے بعد۔ اس
بعد خون بیچا۔ سارا خون بیچ دیا۔ اب ان ہڈیوں سے خون بھی نہیں نکلتا۔"
اس نے انگلی سے سینے کی ہڈیاں بجائیں۔
نہ جانے کیوں خوف سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ عجیب سوز تھا اس شخص کی آواز میں
کا نہ جانے کون سا حصہ متاثر ہو گیا تھا' مگر۔ اب۔ اب کیا بیچوں۔ اب تو کچھ بھی نہیں ہے۔ کاش ہڈیوں

ن بھرا ہوا ہوتا۔ کاش۔ کاش۔" وہ آہستہ آہستہ کراہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔
سردارے کی زبان بھی بند ہو گئی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے جانے والے کو دیکھ رہا تھا۔ "اسے روکو
ے۔" میں نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔
اور سردارے کو جیسے ہوش آگیا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف دوڑا۔ "سنو۔ سنو۔" اس نے مدقوق
ں کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔
"اوہ۔" وہ رک گیا اور چندھیائی ہوئی نگاہوں سے سردارے کو دیکھنے لگا۔
"میں اس قابل نہیں ہوں۔ دوست۔ پہلی بات یہ کہ میں نشے میں نہیں ہوں' دوسری بات یہ کہ قلاش
کیا ان دونوں خوبیوں کے بعد بھی تم میری کمپنی پسند کرو گے؟"
"ہاں۔" سردارے نے جواب دیا۔
"شاید تم بھی ہوش میں ہو۔ ہوشمند لوگ ایسی ہی احمقانہ باتیں کرتے ہیں۔" اس نے ہنسنے کی کوشش
د نقیہہ آوازیں اس کے منہ سے نکلیں اور وہ ہل کر رہ گیا۔ "آؤ۔" سردارے نے اس کا بازو پکڑتے
کہا۔ اور وہ اسے لے کر میرے پاس آگیا۔ "کیا تم اپنا تعارف نہیں کراؤ گے۔ دوست؟" میں نے نرمی
ا۔
"دیکھو۔ میرا دل چاہ رہا ہے کہ تم سے بہت سی باتیں کروں۔ بڑی ادبی گفتگو کر سکتا ہوں میں' بہت سی
ں سنا سکتا ہوں' لیکن اس وقت مجھے بولنے میں بھی قباحت ہو رہی ہے۔ میں تمہارا بہترین دوست بن
گا۔ لیکن میری دوستی کی قیمت اس وقت چند سکے ہیں۔ صرف اتنے کہ ان سے کھانے پینے کی کوئی چیز
ی جا سکے۔ کیا تمہاری جیب میں یہ سکے ہیں۔ اگر ہیں تو جلدی سے مجھے دو۔ اور میری دوستی خرید لو۔ اور
ہمارے پاس بھی کچھ نہیں ہے تو جاؤ۔ میرا اور اپنا وقت برباد مت کرو۔ میں بھلا اس وقت دوستی کے
ہوں؟"
"تم یہاں بیٹھو۔ میں تمہارے لیے کھانے کو کچھ منگواتا ہوں۔"
"اوہ۔ واقعی؟ کیا تم درست کہہ رہے ہو؟" وہ حیرت سے منہ پھاڑ کر بولا۔
"سردارے جو کچھ بھی ملے جلدی لے آؤ۔"
"اوکے۔" سردارے نے کہا۔
"کچھ لینے جا رہے ہو دوست؟" وہ بے صبری سے بولا۔
"ہاں۔ کیوں؟" سردارے ٹھٹھک کر بولا۔
"جو بھی لاؤ جلدی۔ پلیز ذرا جلدی۔ ایسا نہ ہو کہ واپس آؤ۔ تو میں اس جہان میں ہی نہ ہوں۔ کچھ ایسی
یت ہو رہی ہے میری جھوٹ نہیں بول رہا۔"
"بس ابھی آیا۔" سردارے نے کہا۔ ہمدرد انسان دوڑتا ہوا گیا تھا۔ میں نے اسے اپنے پاس بٹھالیا۔
"بس۔ اب انتظار شروع ہو گیا ہے۔ امید بندھ گئی ہے۔ یہ لمحات زیادہ سخت ہوتے ہیں۔ مجھے خاموش
کی اجازت دو گے۔" اس نے ہونٹوں کے کھنچاؤ کے درمیان کہا۔ شاید مسکرانے کی کوشش کی تھی۔
"ٹھیک ہے۔ تم اس ٹیلے سے ٹیک لگاؤ۔ خاموش رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا
اس نے مٹی کے اس ڈھیر سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں' جس کے نزدیک ہم کھڑے ہوئے تھے۔ میں
اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ چند ساعت وہ آنکھیں بند کئے اسی طرح بیٹھا رہا۔ اور پھر اسی طرح بولا۔

"بڑے ہمدرد انسان ہو۔ اس دنیا میں کیسے جی رہے ہو؟"
"کیوں؟ مشکل ہے؟" میں نے پوچھا۔
"ناممکن۔ مشکل بہت معمولی لفظ ہے۔"
"تمہارے تجربے تلخ ہیں؟"
"میری بات مت کرو۔ میں تو انسانوں کی صف سے ہی نکل گیا ہوں۔" اس نے کہا اور پھر آ
کھول کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس کی نگاہیں اس راستے کی طرف اٹھ گئیں جدھر سردارے گیا تھا۔
"بس آتا ہی ہوگا۔" میں نے اسے تسلی دی۔
"سنو۔ تم مجھے بیکر کے نام سے پکار سکتے ہو۔"
"گڈ۔ میرا نام ایڈورڈ ہے۔ اور میرا ساتھی پینٹو۔"
اس نے سرہلانے کی کوشش کی اور پھر دونوں ہاتھوں سے پیشانی تھام لی۔ شاید سرہلانے سے
تھا۔ چند منٹ اور گذر گئے پھر دور سے سردارے دوڑتا ہوا نظر آیا۔ اور میں نے اس کے آنے کی خوش
سنائی۔
سردارے نے خوراک کے پیکٹ اس کے سامنے کھول دیئے۔ اور بیکر نے کانپتے ہاتھوں
شروع کردیا۔ اس وقت وہ واقعی حواس کھو بیٹھا تھا اور دنیا و مافیہا کو بھول کر کھا رہا تھا۔
"بہت بھوکا ہے سردارے۔" میں نے اردو میں کہا۔
"ہاں۔" سردارے نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اور پھر بولا۔ "نہ جانے کب سے بھوکا ہے اتنا
خوراک نقصان نہ دے جائے۔"
"کیا بھی کیا جاسکتا ہے۔ کھانے دو۔"
ہم دونوں خاموش رہے۔ اور پھر خوب شکم سیر ہو کر اس نے پانی مانگا۔ سردارے نے پانی کی بو
اسے پانی دیا۔ پانی پیتے ہی وہ نیم مردہ سا ہو کر زمین پر لیٹ گیا۔
"اب اس سے کوئی بات چیت مشکل ہے۔ ہمیں دوسرے انتظامات کرنا چاہئیں۔"
"اگر یہ ہوش میں ہوتا تو ہم اس سے یہاں کے بارے میں معلوم کرتے۔ بہرحال تم جاکر پتا
یہاں خیمے وغیرہ مل جاتے ہیں۔"
"اوکے باس۔" سردارے مستعدی سے بولا۔ اور پھر وہ مزید کچھ کہے سنے بغیر وہاں سے
سردارے اس معاملے میں لاکھ روپے کا آدمی تھا۔ جب کام کرنے پر آتا تو اس کی کارکردگی انتہائی
ہوتی تھی۔
میں تشویش ناک نگاہوں سے بیکر کو دیکھنے لگا۔ پڑھا لکھا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ گفتگو سے ہی ا
تھا۔ صورت شکل بھی اس زمانے میں اچھی ہوگی جب چہرے پر گوشت ہوگا۔ اب تو کچھ نہیں
بہرحال انسانیت کی اس بے قدری پر میں لرز کر رہ گیا تھا۔ یوں تو قدم قدم پر زندہ مردے نظر آتے
بعض اوقات ایسی شکلیں بھی نظر آجاتی ہیں جنہیں ذہن نظرانداز نہیں کرسکتا یہی کیفیت اس شخ
تھی ورنہ میں اب متاثر ہونے والوں میں سے نکل گیا تھا۔
تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد سردارے واپس آتا نظر آیا۔ اس کے پاس کینوس کا اسٹریچر بھی تھ
قریب آکر اس نے ایک گہری سانس لی۔

"کیا رہا؟" میں نے پوچھا۔
"خیمے حاصل کرنا تو بہت آسان کام ہے استاد۔ بڑی آسانی سے مل گیا۔" اس نے بتایا۔
"یہ اسٹریچر؟"
"ادھار مل گیا ہے۔ البتہ ان کے پاس کوئی آدمی نہیں تھا۔ مگر کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم دونوں اسے لے
گے۔" سردارے نے اسٹریچر زمین پر رکھتے ہوئے کہا۔ "ویری گڈ۔ یہ تم نے عمدہ کام کیا ہے
ارے۔" میں نے سردارے کی مدد سے بیکر کو اسٹریچر پر ڈالتے ہوئے کہا۔ بیکر اب بالکل بے ہوش ہوگیا

"ویسے وقت ہوتی۔"
"ہاں۔ مگر تم بور تو ہوئے ہوگے سردارے؟"
"کیوں استاد؟"
"تفریح کرنے آئے تھے۔ اور یہ مصیبت گلے پڑ گئی۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہوگیا۔ اس
کی یہ خاموشی کچھ عجیب سی تھی۔ میں نے پھر اسے مخاطب کیا۔ "کیا خیال ہے۔ میں نے غلط تو نہیں کہا۔"
"کیا کہوں استاد۔ بس یوں سمجھ لو کبھی کبھی خود کو انسان سمجھنے کو دل چاہتا ہے۔ لیکن پھر جب اپنی ذات
کی گہرائیوں میں جھانکتا ہوں تو شرم آجاتی ہے اور میں خود کو یقین دلانے لگتا ہوں کہ انسانیت سے میرا کیا
واسطہ۔ لیکن۔"
"ارے۔ تم سنجیدہ ہوگئے سردارے۔"
"نہیں باس۔ غلط تو نہیں کہہ رہا۔" سردارے نے افسردگی سے کہا اور میں بھی خاموش ہوگیا۔ خود
میری کیفیت بھی تو سردارے سے مختلف نہیں تھی۔ سردارے تو پھر بھی کسی حد تک ٹھیک تھا۔ لیکن میں۔
ہمارا خیمہ زیادہ دور نہیں تھا۔ یہاں چھوٹے بڑے ہر قسم کے خیمے تھے۔ سردارے نے تین آدمیوں کی
گنجائش کا خیمہ لیا تھا۔ اندر کینوس کے تین فولڈنگ بیڈ تھے۔ ایک ٹیبل اور چند کرسیاں۔ ویسے تینوں بستر
بچھانے کے بعد خیمے میں گنجائش نہیں رہتی تھی' بس اسی وقت تینوں بستر بچھائے جاتے تھے' جب سونا ہی ہو۔
بہرحال عمدہ جگہ تھی۔ پینے کے پانی کا کولر بھی رکھا ہوا تھا ہم نے بیکر کو ایک بستر پر ڈال دیا۔ اور پھر اسے
چادر بھی اوڑھا دی۔ تب سردارے نے میری طرف دیکھا۔
"آؤ۔" میں نے کہا۔
"کہاں استاد؟"
"کیوں؟ کیا پروگرام ہے۔ کیا اب خیمے میں ہی رہو گے؟"
"ممکن ہے اسے ہوش آجائے۔"
"ٹھیک ہے اس کا' ہم کیا کریں۔"
"استاد۔"
"اوہ۔ یہ مر نہیں گیا۔ کھا پی کر بے ہوش ہوگیا ہے۔ اب اتنی آدمیت بھی خود پر اچانک لادی نہیں
جا سکتی کہ گردن ٹوٹ جائے آؤ۔ وہ آرام سے ہے۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ اور ہم دونوں خیمے سے باہر نکل
آئے۔
سردارے خاموش تھا۔ ہم دونوں خیموں کے درمیان چلتے رہے۔ تب میں نے اس خاموشی سے اکتا کر

سردارے کو جھنجھوڑا۔ "یہ تم نے خود پر سوگ کیوں طاری کر لیا ہے۔"

"اوہ۔ سوگ نہیں استاد۔ سوچ رہا ہوں۔"

"کیا سوچ رہے ہو۔ وہ اب ٹھیک ہے۔ ہوش آنے پر کل اس سے گفتگو کریں گے۔"

"اس وقت اس کے بارے میں نہیں، تمہارے بارے میں سوچ رہا ہوں استاد۔"

"کوئی فضول ہی بات ہوگی۔ اسے ذہن سے نکال دو۔ کسی سے رابطہ قائم کرو۔ اب تفر چاہیے۔" میں نے کہا اور سردارے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

پھر ہم دونوں لوگوں کے اجتماع میں گھسنے لگے کئی گروہ دیکھنے کے بعد ایک جگہ کھڑے ہوگئے۔ یہا اچھی شکلیں نظر آئی تھیں حسب معمول منشیات کا استعمال ہو رہا تھا۔ لڑکے اور لڑکیاں نشے میں م رہے تھے۔ ایک دراز قد ہپی کے گلے میں ایک پرانا سا گٹار دیکھ کر میں نے ایک ترکیب سوچی۔

ان لوگوں کی ہمدردیاں اور دلچسپی حاصل کرنے کے لیے گٹار بہترین سہارا ہے۔ لیکن ابھی میں رہا تھا کہ وہی ہپی میدان میں آگیا اور اس نے گٹار بجانا شروع کر دیا۔ ایک دوسرا بے سرا ایک اس گیت گانے لگا۔ اور دیوانے اسی پر مست ہوگئے۔ رات کافی گذر گئی۔ ہوش و حواس رخصت ہو چکے اس لیے کافی رات گئے تک ہمیں کوئی ایسا شخص نہ مل سکا، جسے جلیس بنایا جا سکتا۔ سردارے بھی اب تک بور ہونے لگا تھا۔

"استاد۔" اس نے مجھے پکارا۔

"ہاں۔"

"کیوں رات کالی کر رہے ہو۔ میرا خیال ہے چل کر آرام کریں۔"

"ہم بوڑھے ہوگئے ہیں سردارے۔" میں نے کہا۔

"کیوں استاد؟"

"شکار کرنے میں ست ہوگئے ہیں اور ناکام رہنے لگے ہیں۔"

"شکار کو اب بھی دبوچا جا سکتا ہے استاد۔ لیکن ان کے قرب سے کیا فائدہ جو صحیح صورت بھی نہ سکیں۔" سردارے نے کہا۔

"گویا جنگل میں رات ہوگئی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہی بات ہے۔"

"تو آؤ، واپس چلیں۔"

"چلو استاد۔" سردارے خود بھی تھکا تھکا نظر آ رہا تھا۔ ہم دونوں واپس اپنے خیمے کی طرف چل پڑ اور تھوڑی دیر کے بعد خیمے پر پہنچ گئے۔

بیکر آرام سے سو رہا تھا۔ اس کی سانسیں معتدل تھیں۔ سردارے نے جھک کر اسے دیکھا۔ ا سیدھے ہو کر ایک گہری سانس لی۔

"اب یہ نارمل ہے استاد۔" اس نے کہا۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور ہم دونوں اپنے بستر سونے کے لیے لیٹ گئے۔

عجیب سی رات تھی۔ حالانکہ موسم خوشگوار تھا۔ نہ سردی تھی نہ گرمی، لیکن رات کچھ خوش تھی۔ یا پھر ہماری ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں تھی۔ میں کافی دیر تک جاگتا رہا۔ پھر نہ جانے کب آنکھ لگی

جب تک جاگا تھا، محسوس کیا تھا کہ سردارے بھی جاگ رہا ہے۔ لیکن نہ ہی اس نے مجھے مخاطب کیا اور یں نے اسے۔

رات کی کسر دن میں پوری ہوگئی۔ جب تک دل چاہا سوتے رہے خوب وقت گذر گیا تھا، تب آنکھ لی۔ سردارے بھی کروٹیں بدل رہا تھا۔ میں آنکھیں کھول کر خیمے کی چھت کو تکتا رہا۔ ذہن پوری طرح کے اثر سے آزاد ہوا تو بیکر یاد آیا۔ میں نے چونک کر اس کے بستر کی طرف دیکھا اور پھر جلدی سے اٹھ کر گیا۔ بیکر اپنے بستر پر موجود نہیں تھا۔

"مجھے ڈھونڈ رہے ہو دوست۔" بائیں سمت سے آواز آئی۔ اور میں نے چونک کر دیکھا۔ بیکر کینوس اسٹول پر بیٹھا ہوا مسکرا رہا تھا۔

ہڈیوں کے اس ڈھانچے کی مسکراہٹ بہت دلکش تھی۔ پیشانی چوڑی تھی۔ دھندلائی ہوئی آنکھوں میں ت تھی۔ اور چہرے پر کسی حد تک شرافت بھی۔ وہ اٹھ کر میرے قریب آگیا۔ اور پھر میرے پیروں کے س بیٹھ گیا۔

"کیسے ہو بیکر؟"

"ٹھیک ہوں دوست۔"

"رات تو تمہاری حالت کافی بگڑ گئی تھی۔"

"ہاں۔" اس نے مختصراً کہا۔

"اب تو کوئی بات نہیں ہے۔"

"نہیں میرے محسن۔ اب ٹھیک ہوں۔ اور کئی دن تک ٹھیک، رہ سکتا ہوں۔" اس نے مسکراتے ئے کہا۔

"بہرحال مجھے خوشی ہے۔"

"اس دور کے بدلے ہوئے لوگ ہو۔ عام لوگوں سے مختلف۔ مجھے خیمے میں لانے میں تمہیں کافی دقت وئی ہوگی۔"

"کوئی خاص نہیں۔"

"میں نے وہ اسٹریچر دیکھا ہے۔"

"اوہ۔ بہرحال تمہارے لیے وہ ضروری تھا۔"

"ایک بات کہوں۔ فریب تو نہ سمجھو گے؟"

"نہیں۔" میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"میں کچھ وقت تمہارے ساتھ گذارنا چاہتا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ تمہارے اوپر بوجھ نہ بنوں۔ لیکن ——"

"تم ہمارے اوپر بوجھ نہیں ہو بیکر۔"

"شکریہ میرے دوست۔" میں تمہارے خادموں کی حیثیت سے تمہارے ساتھ رہوں گا۔ تمہیں مجھ ے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ جو کام کراؤ گے کروں گا۔"

"بچوں کی طرح باتیں مت کرو بیکر۔ ہم نے تمہیں دوستوں میں جگہ دی ہے۔ خادموں میں نہیں۔ اور ائی ان ساری باتوں سے مبرا ہوتی ہے۔" میں نے کہا اور اس نے گردن جھکا لی۔ اسی وقت سردارے جاگ

اٹھا۔ جاگتے ہی اس کی نگاہ ہم دونوں پر پڑی تھی اور وہ بیکر کو اس طرح بیٹھے دیکھ کر خوش ہو گیا۔
"ہے۔ بیکر۔" اس نے امریکنوں کے سے انداز میں ہانک لگائی۔
"ہیلو مسٹر بنتو۔" بیکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سردارے نے بستر سے چھلانگ لگا دی۔
"تم ٹھیک ہو بیکر؟"
"ہاں۔ آپ لوگوں کی مہربانی سے۔"
"ویری گڈ۔ ساری تھکن دور ہو گئی تمہیں ٹھیک دیکھ کر۔"
"آپ دونوں بڑے مہربان ہیں جناب۔" بیکر نے احسان مندی کے جذبات سے کہا۔ "ضروریات ز سے فارغ ہو لیا جائے۔ پھر باتیں کریں گے سردارے۔ اس کے بعد تمہیں ناشتے کا بندوبست بھی کرنا ہے
"اوکے باس۔" سردارے نے کہا۔ اور پھر ہم تینوں اپنے اپنے مشاغل سے فارغ ہو گئے۔ سردا ناشتے کا بندوست کرنے چلا گیا تھا۔
"آپ دونوں میں کیا رشتہ ہے جناب؟"
"بس دوستی کا رشتہ۔ اور یہ رشتہ بہت سے رشتوں سے مضبوط ہوتا ہے۔"
"ہاں۔ شاید۔"
"شاید کیوں۔ تم اس بات سے متفق نہیں ہو؟"
"اس کی وجہ ہے۔"
"کیا؟"
"مجھے کوئی دوست نہیں مل سکا۔"
"اوہ۔ یہ دکھ کی بات ہے۔"
"ہاں۔ آپ دونوں کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے۔"
"پوری زندگی میں دل کی گہرائیوں سے چاہنے والا ایک دوست بھی مل جائے بیکر۔ تو سمجھ لو، بیکار نہیں دوست ایسی ہی اہمیت کا حامل ہے۔"
"ہاں۔ میں اس بات کا وزن محسوس کر سکتا ہوں۔ ویسے آپ دونوں؟"
"ہم وطن۔ اور ہم مذہب بھی ہیں۔"
"خوب۔ سفر کا مقصد؟"
"آوارہ گردی۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"لیکن آپ روایتی آوارہ گرد نہیں معلوم ہوتے۔"
"روایتی؟"
"ہاں۔ کیا آپ ترلوکا کے پیرو ہیں؟"
"نہیں۔ اور تم؟"
"پہلے متاثر ہوا تھا۔ اب نہیں ہوں۔" اس نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔ "تم سے تمہار سنیں، بنتو واپس آجائے۔ وہ بھی اتنی ہی دلچسپی رکھتا ہے۔"
بیکر خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں اداسیاں لہرا رہی تھیں۔ بہرحال میں ابھی تک اس۔ نہیں ہوا تھا۔ نہ جانے یہ تبدیلی میرے اندر کیوں آگئی تھی۔ حالانکہ مجھے المیوں سے نفرت تھی۔ میرا

ایک المیہ تھی۔ اور جب مجھے احساس ہوتا ہے کہ میرے المیے کو سمجھنے والا کوئی نہیں ہے، تو پھر مجھے ساری ے نفرت ہو جاتی تھی۔
نہیں کہا جا سکتا تھا کہ بیکر کب اس نفرت کا شکار ہو جائے لیکن اور بات بھی ہے۔ آج تک مجھے ایسی ں ٹکراتی رہی تھیں جو میرے ساتھ زندگی گزارنے کی خواہش مند ہوتی تھیں۔ مردوں میں ایک بھی ایسا لا تھا۔ اور اگر ملا تھا تو سردارے اور سردارے کی مثال سامنے تھی۔ میں آج تک اس سے بیزار نہیں ہوا بلکہ اب میں اس کے بغیر زندگی گزارنے کا کوئی خیال بھی نہیں رکھتا تھا۔ یہ خود سردارے کی اپنی خوبی میری نہیں۔ ممکن ہے بیکر بھی میرے لیے ایسا ہی ثابت ہو۔ بہرحال ابھی تو میں اس سے ہمدردی رکھتا

تھوڑی دیر کے بعد سردارے ناشتے کا سامان لے کر آگیا۔ اور ہم تینوں ناشتہ کرنے بیٹھ گئے۔ بیکر کی کھوں میں احسان مندی کے آثار تھے۔
پھر ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے۔ بیکر خاموش تھا۔
"کیا خیال ہے بیکر؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔
"جو حکم ماسٹر۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔
"میرا مطلب ہے کسی اور شے کی ضرورت؟"
"اوہ۔ کسی اور شے سے کیا مراد ہے ماسٹر؟"
"میرا مطلب ہے چرس وغیرہ۔"
"ناپائیدار چیز ہے مسٹر ایڈورڈ۔"
"کیا مطلب؟"
"پہلے خود میں بھی یہی سوچتا تھا، دوسروں کی مانند کہ چرس دنیا کی سب سے اہم و سب سے ضروری شے ہے۔ اس کے بغیر زندگی بے مزہ، بے مصرف ہے۔ اور یہ کہ۔ انسان کے لیے روٹی کیا اہمیت رکھتی ہے۔ ں زندگی ہے۔ لیکن۔ یہ اس وقت کی بات ہوتی ہے، ماسٹر جب روٹی موجود ہوتی ہے اور اس کی کمی نہیں تی۔ میں نے پچھلے پانچ دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔"
"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔
"ہاں۔ غذا کا ایک دانہ بھی نہیں۔" بیکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور ماسٹر یہ کیفیت نئی نہیں ہے۔ چھلے کئی ماہ سے یہی حالت ہے۔ دراصل مجھے بھیک مانگنا نہیں آتا۔"
"درست ہے۔"
"اس کے بعد میں نے خون بیچنا شروع کر دیا اور کام چلنے لگا۔ لیکن ان دنوں مجھے شدت سے احساس ہو تا کہ روٹی بہرحال ایک اہم ضرورت ہے۔ جب پیٹ میں روٹی نہ ہو تو چرس بھی بے مزہ ہوتی ہے۔ عجیب ب تجربات سے گزرتا رہا ہوں ماسٹر۔ میں نے خون بیچا۔ چرس خریدی چرس بد مزہ لگی تو روٹی خریدی۔ اور حل میں روٹی کی حیثیت کا قائل ہوتا گیا۔ لیکن کمبخت خون ہی ختم ہو گیا۔ اب چرس ایک ایسی حیثیت ئی ہے کہ روٹی سے پیٹ بھرا ہوا تو ——— ٹھیک ہے۔"
"خوب۔ ضرورت نہیں محسوس ہوتی؟"
"ہوتی ہے مسٹر ایڈورڈ۔ لیکن۔"

"لیکن کیا؟"

"سچا انسان وہی ہے جسے شکست کا احساس ہو جائے تو پھر وہ شکست مان لے۔"

"کیا مطلب؟"

"ایک عرصے سے کشمکش چل رہی تھی۔ نشہ آور ادویات اور روٹی میں۔ آخر شکست ہو گئی۔" "کیے؟" روٹی بڑی حیثیت رکھتی ہے۔"

"خوب۔"

"اور اس کا احساس ان پانچ دنوں میں ہوا۔ جب ہر اعضائے تن نے صرف روٹی طلب کی۔ جسم کا کوئی عضو تو ایسا نہیں تھا جس نے چرس مانگی ہو۔" بیکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور اب روٹی مل جانے کے بعد؟"

"اس کی خواہش سر ابھار رہی ہے لیکن میں شکست تسلیم کر چکا ہوں۔ ویسے میں تمہیں نہ روکوں گا ماسٹر تم اگر چاہو تو استعمال کر سکتے ہو۔ میں اپنا ضبط آزماؤں گا۔"

"ویری گڈ۔" "ہم بھی عادی نہیں ہیں بیکر۔"

"اپنی کہانی سناؤں ماسٹر؟"

"ہاں۔ ضرور۔ ہمیں بے حد دلچسپی ہے۔"

"بات یہ ہے ماسٹر۔ کہ یہ پانچ دن میرے لیے بہت سے فیصلوں کے دن تھے۔ اور بالآخر فیصلے کر لیے گئے۔"

"کیسے فیصلے؟"

"میرے ڈیڈی بھی ٹھیک کہتے تھے۔"

"اوہ۔ کیا کہتے تھے وہ؟"

"بات یوں سمجھ نہیں آئے گی' تفصیل سنو' میں ڈنمارک کا باشندہ ہوں۔ آج سے دس سال پہلے گھر سے نکل کھڑا ہوا تھا' اس وقت میرے بے شمار دوست تھے۔ ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کے سرو——— انہوں نے کچھ اصول تراشے تھے۔ مجھے بھی وہ اصول دلکش محسوس ہوئے اور میں نے انہیں اپنا لیا۔ میرے ڈیڈی ڈنمارک کے ایک بہت بڑے تاجر ہیں۔ پرانے خیالات کے انسان' نئی قدروں کے مخالف۔ لیکن اندازہ ہوا کہ وہی ٹھیک کہتے تھے۔ وہی درست ہیں۔"

"کیا کہتے ہیں وہ؟"

"میرے دو بھائی بھی ہیں اور ایک بہن۔ سب کے سب ٹھیک ٹھاک۔ لیکن ان لوگوں کے چکر میں پڑ کر میں بھٹک گیا۔ میں نے اپنے ڈیڈی سے ان اصولوں پر گفتگو کی' جو میرے دوستوں کے تراشے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ انسان کو ابتدا سے جو بنیادی راستے ترقی کی طرف لائے ہیں' وہی ٹھیک ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ترقی بہر حال انسانی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتی ہے اور انسان نے اس کے بارے میں جو سوچا وہی بہتر تھا۔ اور اسی سے انسانیت کو فروغ ملا ہے۔ اگر انسان ان ہنگاموں سے دور رہ کر صحیح زندگی گذارتا تو وہ ترقی کے راستے نہ اپناتا۔"

"بہت خوب۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "ذرا وضاحت سے بات کرو۔ بیکر تمہاری گفتگو بہت دلچسپ ہے۔"

"یوں سمجھو میرے دوست۔ میں ایک سرمایہ دار کا تیسرا بیٹا ہوں۔ عیش و عشرت کی زندگی کا انسان

کچھ میسر تھا۔ ذہن بھٹک گیا۔ کچھ ایسے دوستوں میں شامل ہو گیا جو راہ سے بھٹکے ہوئے تھے۔ ان کا نظریہ کچھ اور تھا۔ ان کا خیال تھا کہ انسان نے تہذیب کے غلاف میں چھپ کر اپنی شخصیت مسخ کر لی ہے۔ شکل بدل گئی ہے۔ وہ' وہ نہیں رہا جو تھا' چنانچہ اسے اسی طرف لوٹنا چاہیے۔ ان لوگوں کے اصول مجھے لئے اور میں ان میں شامل ہو گیا۔ وہ دنیا کے غم بھلانے کے لیے نشے میں غرق رہتے تھے اور میں ان کے تھا۔ لیکن پھر میرے ڈیڈی سے میری بات ہوئی۔ وہ مجھے ناکارہ سمجھنے لگے تھے۔ انہوں نے دلائل دیئے انسان جس راستے پر جا رہا ہے' وہی درست ہے۔ اور ہمارے درمیان سخت گفتگو ہوئی' انہوں نے کہا کہ ازل سے روٹی کی تلاش میں ہے۔ یہ اس کا سب سے اہم مسئلہ ہے لیکن میں نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ پھر میں نے اپنا وطن چھوڑ دیا۔ نہ جانے کہاں کہاں مارا مارا پھرا۔ میرے ڈیڈی نے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ شکل میں ان کے پاس میرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ ہاں اگر میں اپنے خیالات کو باطل سمجھ لوں اور سے شکست کھا جاؤں تو وہ مجھے پھر سے گلے لگا لیں گے۔ سو تم دیکھو میرے دوست۔ میں کہاں پہنچ گیا

"ویری گڈ۔ تم ڈنمارک کے باشندے ہو۔"

"ہاں۔"

"تمہیں اپنے ڈیڈی کے بارے میں معلوم ہے؟"

"کیا؟"

"وہ اب بھی وہیں ہیں؟"

"آبائی وطن ہے۔ وہاں سے کہاں گئے ہوں گے۔"

"تمہیں ان کی کوئی خبر نہیں ملی؟"

"کبھی معلوم کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔"

"کتنا عرصہ ہو گیا گھر سے نکلے ہوئے؟"

"تقریباً دس سال۔"

"اس دوران نہ تمہیں اپنے ڈیڈی کی خبر ملی اور نہ تم نے انہیں اپنے بارے میں کچھ بتایا؟"

"بالکل نہیں۔"

"تو اب تمہارا کیا ارادہ ہے بیکر؟

"کچھ نہیں میرے دوست۔" بیکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم اپنے نظریات کی شکست تسلیم کر چکے ہو۔"

"ہاں۔"

"کیا تم اپنے ارادے میں مضبوط ہوتے ہو؟"

"کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"لیکن تم نے تسلیم کر لیا ہے کہ روٹی چرس سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔"

"ہاں۔ میں نے تسلیم کر لیا ہے۔"

"تو اپنے باپ کی بات کیوں نہیں مان لیتے۔"

"یہ شکست اسی خیال کی حامل ہے۔"

"تب ٹھیک ہے گھر واپس پہنچ جاؤ۔"

"نہیں میرے دوست۔ میں شکست خوردہ شکل لے کر کسی کے سامنے نہیں جاؤں گا۔ اور پھر حالت دیکھ رہے ہو۔ کاش میں تمہیں اپنی اصل تصویر دکھا سکتا۔ میں ایک سلیقے کا خوش پوش انسان تھا اگر میں اپنے باپ کے سامنے گیا۔ تو اپنے بھائیوں اور دوسروں کی نگاہوں کی تاب نہ لا سکوں گا۔ جو میرے لیے مضحکہ ہوگا۔ وہ کہیں گے کہ یہی میرا مسلک تھا اور اتنی ہی ہمت تھی میرے اندر۔"

"پھر کیا ارادے ہیں؟"

"زندگی کا رخ ایک بار پھر بدلا ہے۔ خیالات نے پھر ایک راستہ اختیار کیا ہے۔ تم اس راہ کے پہلے [illegible] ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں زیادہ پریشان نہیں کروں گا۔"

"ہوں۔ میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اور پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "بیکر۔"

"جی۔" بیکر کی آواز میں کسی قدر گھبراہٹ تھی۔

"کیا تم دل سے ہمیں دوست کہہ سکتے ہو؟"

"دوست۔ نہیں دل سے نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ میں اپنی دوستی کا کوئی حق ادا نہیں کر سکتا۔ ہاں میں سے تمہیں محسن کہہ سکتا ہوں۔"

"چلو محسن ہی سہی۔ کیا ہمارا احسان ادا کرنے کی ہمت رکھتے ہو؟"

"مجھے دیکھ رہے ہو۔ میں کیا کر سکتا ہوں، خود دیکھ لو۔"

"ایک کام ضرور کر سکتے ہو بیکر۔"

"مجھے بتاؤ؟"

"ایک وعدہ بولو۔ کیا تم ہم سے کوئی وعدہ بھی نہیں کر سکتے؟"

"کیسا وعدہ؟"

"سنو۔ میری خواہش ہے کہ جب تک میں تم سے نہ اکتا جاؤں تم میرے پاس سے جانے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"اوہ۔ عجیب وعدہ ہے۔"

"کر سکتے ہو؟"

"میں۔ میں تمہارے اوپر بوجھ نہیں بننا چاہتا۔"

"میں جب تمہیں بوجھ محسوس کروں گا تم سے معذرت کر لوں گا۔"

"تم کیوں ایسا چاہتے ہو؟"

"سچ بتا دوں؟"

"ہاں۔" اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تو سنو بیکر۔ میں بھی بدی کے راستے کا مسافر ہوں لیکن نیکی کے خوبصورت راستوں پر لگے ہوئے پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو آج بھی میری طلب ہے۔ ان راستوں سے نہیں گزر سکتا، میرے حالات مجھے اس کی اجازت نہیں دیں گے لیکن میں ان راستوں جانے والے کی شناخت ضرور کر سکتا ہوں۔ میں اس خوش نصیب کے راستے کے پتھر ضرور ہٹا سکتا ہوں راستوں کا راہی ہے۔ اور میری حیثیت صرف اتنی ہی ہے۔ تم بدی کی راہ سے اکتا کر صحیح راستے کی طرف جا رہے ہو۔ تمہارے راستے میں بیشمار نوکدار پتھر ہیں۔ کہیں یہ پتھر تمہاری راہ پھر نہ بدل دیں اس لیے تمہارا نیکی کے راستوں کا محافظ بننا چاہتا ہوں۔"

میرے لہجے میں نہ جانے کیا بات پیدا ہو گئی تھی۔ بیکر اور سردارے مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔"

میں وعدہ کرتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں میرے دوست۔ بیکر اچانک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ ہم دونوں ...ات تھے۔ ہم نے اسے رونے سے نہ روکا۔ نہ جانے اس کے ذہن کی کونسی گرہ متاثر ہو گئی تھی۔ رونے سے اس کے دل کا غبار ہلکا ہو گیا۔ اور پھر وہ تازہ ہو گیا۔

"آؤ یار۔ باہر چلیں۔ عجیب سوگواری طاری ہو گئی ہے۔" میں نے تجویز پیش کی اور ہم تیار ہو گئے۔ بیکر بھی ہمارے ساتھ تھا۔

خیموں کی زندگی جاگ اٹھی تھی۔ بازار بارونق ہو گئے تھے۔ رات کا سمیٹا ہوا سامان پھر دوکانوں پر سج گیا تھا۔ ہر چیز دستیاب تھی۔ آوارہ گردوں کے گروہ خرید و فروخت کر رہے تھے۔ ان میں متمول بھی تھے اور تباہ حال بھی بہت سے بھیک مانگتے ہوئے دیکھے گئے۔

ہم ان سب کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے رہے، اور پھر اچانک کچھ شور سا ہوا۔ اس شور میں کسی کار کے ہارن کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ میوزیکل ہارن تھا۔ جس سے کئی طرح کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ کار کے انجن کی آواز بھی زوردار تھی۔ اور انسانوں کے اس ہجوم میں بھی اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ ڈرائیونگ کرنے والا یا تو دیوانہ تھا یا پھر کوئی بڑا خود سر یا پھر اسے اپنی ڈرائیونگ پر زبردست اعتماد تھا۔ دیکھتے ہی ایک عجیب و غریب کار ہمارے سامنے سے گزری۔ اور تھوڑی دور جا کر اس میں بریک لگ گئے۔ بریکوں کی چرچراہٹ بھی کافی زوردار تھی۔

"استاد۔ ذرا میری آنکھوں میں دیکھنا۔" سردارے اچانک میری طرف رخ کر کے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے بولا اور میں چونک پڑا۔

"کیوں۔ کیا ہوا؟"

"ان میں شاید کوئی عورت پڑ گئی ہے۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"ایمان سے استاد ذرا دیکھنا تو۔"

"سردارے۔" میں نے اسے ڈانٹا۔

"تو تم ہی بتا دو کیا اس انوکھی گاڑی میں کوئی لڑکی نہیں تھی؟"

"اوہ۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آنکھوں میں تنکے کے بجائے عورت پڑ گئی ہے، کی اصطلاح مجھے بہت پسند آئی تھی۔

"آؤ دیکھیں تو سہی ان تیس مار خانوں کو۔ بڑے کروفر میں ہیں۔" میں نے کہا۔ اور ہم تینوں آگے بڑھ گئے۔ بہت سا مجمع اس کار کے گرد جمع ہو گیا تھا۔

اب ذرا کار غور سے دیکھی۔ عمدہ قسم کی گاڑی تھی۔ لیکن اس کا حلیہ عجیب بنا دیا گیا تھا۔ تقریباً دس رنگوں میں رنگی ہوئی تھی۔ بے شمار جملے لکھے ہوئے تھے اور مختلف زبانوں میں تھے۔ سردارے ان جملوں کو پڑھنے لگا۔

"پیار کرو۔ صرف مجھ سے نہیں، سب سے۔"

"جنگ سے نفرت کرو۔ جنگ تپے ہوئے ناکارہ ذہنوں کی جھنجلاہٹ ہے۔ جنت تمہاری مٹھی میں ہے۔ زبان کا مصرف پیار ہے۔"

ایسے ہی بے شمار جملے۔ اور اندر جو خاتون تھیں' وہ خود بھی تکنی کلر تھی۔ تقریباً پونے چھ فٹ قد' لمبا سڈول اور گداز بدن۔ چست پتلون جس کے پائنچے ڈھیلے تھے۔ ایک طرف سے سرخ' دوسری طرف سیاہ' چست قمیض جس کا گریبان انتہائی حد تک کھلا ہوا تھا۔ سفید سینے پر چمکدار حروف میں "سیٹی ٹورا" ہوا تھا۔ قمیض تقریباً چھ رنگوں کے ٹکڑوں سے بنی ہوئی تھی جس میں جگہ جگہ دل اٹکے ہوئے تھے۔ پیشانی سیاہ رنگ کی چوڑی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ بائیں گال پر بھی سرخ رنگ کا دل پینٹ کیا ــــــ ہوا تھا۔ کار کھلی چھت کی تھی اس لیے اس کے عقبی حصے میں رکھا سامان بھی نظر آ رہا تھا۔ یہ سامان پلاسٹک کے خیمے' دو سوٹ کیس اور ایک انتہائی نفیس گٹار پر مشتمل تھا۔

"استاد زندہ باد۔" سردارے نے نعرہ لگایا۔ "کیا بکواس ہے؟"

"زوردار چیز ہے استاد۔"

"ہاں ہے تو۔"

"ارے اس مجمع میں ہمارے علاوہ اور کوئی اس قابل ہے کہ اس سے دوستی کر سکے؟" سردارے سینہ پھلا کر کہا۔

"ہاں۔ واقعی تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تک کیا مطلب؟"

"ٹرائی کرو۔" میں نے سردارے کو آنکھ مار دی۔

"اوہ۔ نہیں۔ استاد کے ہوتے ہوئے۔"

"نہیں۔ میں تمہارے حق میں دستبردار۔"

"ارے نہیں۔ میں تو اسے "استانی" سمجھتا ہوں۔" سردارے نے اس قدر مضحکہ خیز لہجے میں کہا میرے قہقہے نہ رکے۔ "چنانچہ استاد کی استانی کا میں صرف احترام کر سکتا ہوں۔"

"اچھا فضول باتوں سے احتراز کرو۔" میں نے کہا۔

بیکر بھی چوندھیائی آنکھوں سے لڑکی کو دیکھ رہا تھا جس نے ایک خوبصورت سگریٹ کیس سے سگریٹ نکالی اور اسے ایک پیک میں پھنسا کر پیک ہونٹوں میں دبالی۔ پھر اس نے ایک خوبصورت لائٹر سے سگریٹ سلگایا' اور چرس کی بو چاروں طرف پھیل گئی۔ تب وہ اچھل کر کار سے نیچے اتر آئی۔

اور اس کے اچھلتے ہی بہت سے لوگ اچھل پڑے۔

"ہے۔ بس جاؤ۔ اپنا اپنا کام کرو۔ میں یہاں سرکس دکھانے نہیں آئی۔" لڑکی کی آواز ابھری۔

سرکس نہیں۔ تمہیں دیکھ رہے ہیں زندگی۔" ایک دراز قد اور شیطانی چہرے والے آوارہ گرد نے کہا۔

"اوہ۔ واقعی؟" لڑکی مسکرائی۔

"ہاں۔ کہاں سے آئی ہے تو۔ کیا چرس کے کھیت میں اگی تھی؟"

"سونگھ کر دیکھ لو۔" لڑکی نے لگاوٹ سے کہا۔

"دیکھ لو ــــــ" آوارہ گرد خوش ہو گیا۔

"یہاں آؤ۔ لڑکی نے ہاتھ پھیلا دیئے اور آوارہ گرد منہ سے خوشی کی آواز نکال کر اس کی طرف اور پھر بجلی سی کوند گئی۔ لڑکی نے اس کا بازو پکڑ کر اسے گھما دیا۔ اور آوارہ گرد ایک قلابازی کھا کر بری زمین پر آ رہا وہ چاروں شانے چت تھا۔

چاروں طرف سے قہقہے ابل پڑے۔

"اٹھو۔ کیسے مرد ہو۔" لڑکی نے جھک کر اسے اٹھایا۔ کھڑا کیا۔ پھر اس نے اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر دور اچھال دیا۔

"اناللہ۔" سردارے نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" میں مسکرا دیا۔

"آؤ استاد چلیں۔" سردارے بولا۔

"کیوں۔ کیوں۔" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"استانی کچھ زیادہ جچی نہیں۔"

"آخر کیوں؟" میں نے قہقہہ لگایا۔

"بس ذرا غلط قسم کے شوق رکھتی ہیں۔ آؤ چلیں۔"

"ابے رک تو سہی۔ اچھی لڑکی ہے۔"

"قطعی نہیں۔ قطعی نہیں استاد۔" سردارے نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "دیکھیں تو سہی سردارے۔ آخر کیا چیز ہے۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ لڑکی واقعی مجھے پسند آ گئی تھی۔ اور سردارے خاموش ہو گیا۔ لڑکی نے ایک جگہ سے سامان خریدا اور پھر کار میں آ بیٹھی۔ پھر اس نے کار آگے بڑھا دی۔ چاروں طرف سے لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر اسے دیکھ رہے تھے۔ لیکن کار کچھ زیادہ دور نہیں گئی۔ اس نے ایک خالی جگہ میں کار روک دی۔ اور پھر اس نے کار سے پلاسٹک کا خیمہ نکالا۔ اور اسے زمین پر اچھال دیا۔ انتہائی پھرتیلی لڑکی تھی۔ اس نے میخیں گاڑیں اور پھر خیمہ نصب کر دیا۔ بڑا شاندار خیمہ تھا۔ ہلکا لیکن کافی کشادہ یہاں تک کہ اس میں کار گیراج بھی موجود تھا۔ ہم لوگ بھی ٹہلتے ہوئے دوسرے لوگوں کے پاس پہنچ گئے۔ جو اس عمدہ خیمے کو دیکھ رہے تھے۔

"خوب لڑکی ہے۔" سردارے نے کہا۔

"ہاں۔ کسی اچھے گھرانے کی بگڑی ہوئی۔ لیکن اسے لکھ لو ماسٹر' کسی دن اس کے جسم پر بھی صرف کھال منڈھی ہو گی اور اسے اپنی حماقت کا احساس ہو گا۔" بیکر نے کہا۔

"ممکن ہے۔" سردارے ہونٹ ٹیڑھے کر کے بولا۔

لڑکی خیمے میں چلی گئی تھی۔ اور اس نے خیمے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔

"آؤ سردارے۔ چلیں۔" میں نے کہا۔

"دل لوٹ لیا ہے استاد' استانی نے ــــــ" سردارے مسخرے انداز میں بولا۔

"آؤ۔ بکواس مت کرو۔" میں نے سردارے کو دھکا دیا اور سردارے چل پڑا۔

"مسٹر ینتو بہت دلچسپ انسان ہیں۔" بیکر ہنستے ہوئے بولا۔

"ہاں۔ بس یونہی ہے۔"

جس جگہ ہمارا خیمہ تھا۔ وہاں سے لڑکی کے خیمے کا فاصلہ کافی تھا۔ لیکن اس کا خیمہ یہاں سے نظر آتا تھا۔ دن میں کئی بار میں نے اس خیمے کی طرف دیکھا' وہاں مجمع ہی لگا پایا۔ شام کی چائے کے بعد سردارے نے باہر نکلنے کا مطالبہ کر دیا۔ اور میں بھی تیار ہو گیا۔ بیکر البتہ کسل مند تھا۔ "کیوں بیکر۔ تم ہمارے ساتھ نہیں چلو گے؟"

"مجھے آرام کرنے دو ایڈورڈ۔"

"او کے۔" میں نے کہا اور پھر ہم دونوں خیمے سے نکل آئے۔

"کیا فیصلہ کیا استاد؟" سردارے نے راستے میں پوچھا۔

"کس بارے میں؟"

"استانی کے بارے میں۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے۔"

"کیوں؟"

"دیکھے نہیں تھے اس کے ہاتھ۔"

"اوہ۔ تو تم خوفزدہ ہو استاد؟"

"ہو سکتا ہوں۔" میں نے سردارے کو گھورا۔

"ہرگز نہیں۔ لیکن پھر کیا بات ہے؟"

"بہت سے لوگ اس کے گرد چکرانے لگے ہوں گے۔ ایک کا حشر تم نے دیکھ لیا۔ یوں بھی کار سے اور اس کے رکھ رکھاؤ سے تم نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ معمولی لڑکی نہیں ہے۔"

"اس کی جسارت سے بھی استاد۔"

"ہاں۔ جسارت کو بھی ذہن میں رکھو۔"

"ایسی شکل میں 'اپنی کیا دال گلے گی۔"

"ارے نہیں استاد۔ اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

"نہ مانو۔ تمہارے نہ ماننے سے کیا فرق پڑتا ہے۔" میں نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ لیکن دلی ہی دل میں' میں بھی اس کے بارے میں سوچ رہا تھا' درحقیقت زبردست لڑکی ہے۔ لیکن ضروری نہیں ہے کہ ہاتھ آ ہی جائے۔"

ہم اس کے خیمے کے سامنے سے گزرے تھے۔ اور پھر ہم دور تک چلے گئے۔

"بند ہو گئی ہے خیمے میں۔" سردارے نے تبصرہ کیا۔

"اسے تمہارے آنے کا علم نہیں ہوگا۔"

سردارے نے میرے اس طنز پر توجہ نہیں دی تھی۔ بہرحال ہم لوگ تنہا نہیں تھے۔ نہ جانے کتنے اس شعلہ جوالا کے چکر میں سرگرداں تھے۔ تھی بھی خوب۔ ایک تو شخصیت' پھر انداز' کون متوجہ نہ ہوتا۔ لیکن رات کو کچھ عجیب رنگ جما۔ ہم لوگ بھی اس وقت موجود تھے' جب وہ خیمے سے برآمد ہوئی۔ اور پھر اس کی تیز آواز دور تک گونج اٹھی۔

"اے سرپھرو۔" اے نروان کے متوالو۔ آؤ۔ پلاسٹک کے اس خیمے کے گرد جمع ہو جاؤ۔ میں اپسرا ہوں' آسمان سے اتری ہوں۔ میں تمہیں آسمان کے گیت سناؤں گی۔ وہ گیت جو چڑیاں گاتی ہیں اور جن سے محبت کے نغمے پھوٹتے ہیں۔ ترلوکا کے پیروؤں میں تمہیں اس عظیم مدبر کی تعلیمات سکھاؤں گی۔ آؤ میرے پروں کے سائے میں وقت کی کڑی دھوپ سے پناہ لو۔ دیکھو میں دیوی آئیسیس ہوں' دیکھ لو میں شکلادا ہوں۔ میرے پہلو میں سکون ہے۔ اور سکون کی یہ رات تم میری معیت میں گزارو۔"

اس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ انتہائی حسین لباس پہنے ہوئے تھی وہ اس وقت' عجیب ساخت کا لباس

…جب اس کے بازو پھیلے تو بے شمار نرم نرم پر لہلہانے لگے' پلاسٹک کے خیمے کے سامنے تیز روشنی تھی اور …کے چہرے پر بہت سے چمکدار رنگ لہرا رہے تھے۔

عجیب سا سحر طاری کر دیا تھا اس کی آواز نے۔ سرپھرے بچ بچ جوق در جوق جمع ہونے لگے۔ اور پھر …تل دھرنے کو جگہ نہ رہی چاروں طرف سے لوگ جمع ہونے لگے۔ طرح طرح کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

تب اس کے ہاتھ میں گٹار نظر آیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور چیز بھی۔ یہ چرس کا بڑا ذخیرہ تھا۔ …اس نے چند لوگوں کے حوالے کر دیا اور وہ تبرک کی طرح چرس دوسروں میں تقسیم کرنے لگے۔ پھر لوگ …کے عقیدت مند کیوں نہ ہو جاتے۔ ہر زبان اس کی مدح سرائی کرنے لگی۔ چرس کی گولیاں ہم تک بھی …پہنچیں اور ہم نے انہیں قبول کر لیا۔ اور پھر چاند نکل آیا۔ چاند کی جوان روشنی میں عجیب سحر انگیز تماشہ …شروع ہو گیا۔ دھوئیں کے کثیف بادل فضا میں منڈلانے لگے۔ آوارہ گردوں کی خوش فعلیاں بڑھ گئیں۔ اور …اس نے گٹار کے تاروں پر انگلیاں پھیریں۔ اور لوگ مست ہو گئے اور پھر گٹار سے ایک نغمہ بلند ہونے …لیکن اس میں اس کی آواز بھی شامل تھی۔ خاصی عمدہ آواز تھی۔

چاندنی کے بیٹو۔ ہوا کے بگولو۔

دیکھو۔ میں آسمان سے اتری ہوں۔

ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں کے رتھ پر۔

لائی ہوں میں تمہارے لیے پیغام۔ آسمان کا۔

جیو۔ اور جینے دو۔

یہی ہے زندگی۔ یہی ہے زندگی۔

زندگی۔ ایک خوشبو۔

زمین کی چادر پر بکھری ہوئی۔

خوشبو قید نہیں ہوتی۔ تم زندہ ہو۔ آزادی کے گیت گاؤ۔ ناچو۔ ناچو۔ ناچو۔ مست ہو جاؤ۔ اس نے …ردار آواز لگائی۔ اور پھر اس طوفان کو کون روکتا۔ نشے میں ڈوبے ہوئے' تھرکنے والے جوش میں آ گئے۔ …اور ایک رقص بے ہنگم شروع ہو گیا۔ اب وہ صرف گٹار بجا رہی تھی۔

"سردارے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"چلیں استاد۔" سردارے نے عجیب سا منہ بنا کر کہا۔

"کیوں؟"

"مار لیا میدان اس کمبخت نے۔ اب کون اس کے خلاف ہوگا۔"

"عورت واقعی زوردار ہے سردارے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"اور تمہیں اب بھی جوش نہیں آ رہا استاد۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں۔" سردارے نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"جوش آ گیا ہے سردارے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"آ گیا ہے۔" سردارے اتنی زور سے چیخا کہ اس کی آواز پھٹ گئی اور وہ کھانسنے لگا۔

"حماقت کی باتیں مت کرو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گٹار کہاں سے ملے؟"

"گٹار۔" سردارے نے میری شکل دیکھی۔

"ہاں۔"

"انتظار کرو استاد۔ میں ابھی آیا۔" سردارے نے کہا اور اس سے قبل کہ میں اس سے کچھ پوچھوں وہ دوڑ گیا۔

کہاں سے لائے گا سردارے گٹار۔ میں سوچنے لگا۔ لیکن سردارے کا بھی جواب نہیں تھا۔ پندرہ منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ میں نے ایک اور طوفان دیکھا۔ سردارے کے ہاتھ میں ایک خوبصورت گٹار تھا اور وہ بری طرح دوڑ رہا تھا۔ اور چند ہپی اس کے پیچھے اسے گالیاں دیتے ہوئے دوڑ رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

سردارے میرے قریب پہنچ گیا۔ یہاں خاموشی تو تھی نہیں کہ اس ہنگامے سے کوئی رخنہ پڑتا۔ کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ سردارے میرے نزدیک پہنچ گیا۔ "سنبھالو استاد!" اس نے گٹار میرے ہاتھوں میں ٹھونستے ہوئے کہا۔ اور خود دونوں ہاتھ اٹھا کر ان ہپیوں کے سامنے کھڑا ہو گیا جو اب نزدیک آ گئے تھے۔ میں نے سردارے کی یہ عجیب و غریب حرکت دیکھی اور میرے دل میں بیساختہ قہقہہ مچل گیا۔ گٹار حاصل کرنے کا کیسا عمدہ طریقہ سوچا اس گدھے نے۔ ویسے اس کے تعاقب میں دوڑنے والے ہپی صورتوں سے خطرناک نہیں معلوم ہوتے تھے' اس لیے مجھے تشویش نہیں ہوئی۔ سردارے ہاتھ اٹھائے ان سے کہہ رہا تھا۔

"اس سے قبل کہ ہمارے درمیان جھگڑا شروع ہو' میری بات سن لو۔ اے آشتی کے علمبردارو۔ میری بات سن لو۔ میں چور نہیں ہوں' یہ گٹار میرے پاس قرض ہے۔ ابھی تمہیں واپس کر دیا جائے گا۔"

"تم گدھے ہو۔" ایک چست اور گداز پتلون آگے بڑھ آئی۔ اور سردارے نے چونک کر اس کی سریلی آواز سنی۔ "تصدیق سے قبل کوئی بات نہیں کہنی چاہیے حسین خاتون! مجھے آپ کے جذبات کا احساس ہے لیکن کیا آپ لوگ میری بات نہیں سنیں گے؟"

"کیا بات ہے؟" ایک سوکھا سا نوجوان آگے بڑھ آیا۔

"ہمیں یہ گٹار صرف تھوڑی دیر کے لیے درکار ہے۔" سردارے نے نرمی سے کہا۔ "لیکن کیا قرض مانگنے کا یہ طریقہ درست ہے۔؟" نوجوان نے پوچھا۔

"اونہہ۔ کیا تم ترلوکا کے معتقد ہو؟" سردارے برا سا منہ بنا کر بولا۔ "ہاں ہاں۔ کیوں؟"

"کیا اس نے فرسودہ رسومات سے بغاوت کا سبق نہیں دیا؟"

"ٹھیک ہے۔" نوجوان کچھ ڈھیلا پڑ گیا۔

"تو کیا میں موجودہ نسل کے مہذب بھیڑیوں کی مانند تم سے گٹار کے لیے درخواست کرتا؟" سردارے نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "کیا میں ان طریقوں کو استعمال کرتا جن سے ہمیں نفرت ہے۔ چہرے پر یاس کے لبادے ڈال کر اور دل میں تمہیں لوٹ لینے کی آرزو رکھ کر تم سے گٹار مانگتا۔ کیا میں ترلوکا کی تعلیمات سے بغاوت کرتا؟"

نوجوان کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ سارے دوڑنے والے جن کی تعداد دس بارہ سے کم نہیں تھی رک گئے۔

"مجھے تھوڑی دیر کے لیے اس کی ضرورت ہے۔ گٹار کے تاروں میں پیار کے نغمے قید ہیں۔ یہ نغمے

...لڑی چاہتے ہیں۔ لیکن تم اس عورت کو دیکھو جو ایک خوبصورت گٹار کا مذاق اڑا رہی ہے۔"

"اوہ۔ آئی ایم سوری۔" نوجوان شرمندہ نظر آنے لگا۔

...سردارے کی بدمعاشی پر میرا دل بے اختیار قہقہے لگانے کو چاہ رہا تھا' لیکن میں ضبط کیے ہوئے تھا۔ میں آگے بڑھ ان سب کے قریب پہنچ گیا۔ اگر تم لوگ چاہو تو گٹار ابھی واپس لے لو۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔ ہم شرمندہ ہیں۔" سب نے کہا جن میں لڑکی بھی شامل تھی۔

"شکریہ۔ میں تھوڑی دیر میں یہ آپ کو واپس کر دوں گا۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ سب مشینی انداز میں بولے۔ اب وہ خوبصورت لڑکی کے نغمے کی طرف متوجہ ...اور قدم قدم مجمع کی طرف کھسک رہے تھے۔ میں نے گٹار کا جائزہ لیا اور پھر سردارے سے اردو میں ...

..."یہ کیا بدمعاشی ہے سرلورے؟"

"ضرورت بدمعاشی کی ماں ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"کیا یہ لوگ گٹار بجا رہے تھے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اور نہایت بے سرا بجا رہے تھے۔ سر میں بجا رہے ہوتے تو تو شاید میں جسارت نہ کر سکتا۔ میں ان ...کے مجمع میں داخل ہوا اور گٹار لے بھاگا۔ سب آ جاتے تو کافی گڑبڑ ہو جاتی۔ شکر ہے باقی لوگ زیادہ برق رفتار ...تھے۔ یہی لوگ یہاں تک پہنچ سکے۔"

"عجیب آدمی ہو۔" میں گہری سانس لے کر بولا۔

"تو پھر میں کہاں گٹار مانگتا پھرتا استاد!"

آوارہ گردوں کی بدمستیاں جاری تھیں۔ پراسرار لڑکی نے خوب سحر پھیلایا تھا۔ ویسے وہ گٹار بھی اچھا خاصا بجا رہی تھی میں نے تار درست کیے اور پھر ایک اسپینش نغمہ گٹار کے تاروں سے پھوٹ نکلا۔ مجھے اندازہ تھا کہ یہ آوارہ گردوں کا پسندیدہ ترین نغمہ ہے۔ انتہائی تیز اور دوران خون پر ٹھوکریں مارنے والا نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ پہلے قریبی اور پھر دور دور کے آوارہ گرد متوجہ ہونے لگے اور اس کے بعد تو سارا ہی مجمع ٹوٹ گیا۔ سب میرے گرد جمع ہو گئے تھے اور لڑکی اکیلی رہ گئی تھی۔ ویسے وہ خاصے مضبوط اعصاب کی مالک تھی۔ اس نے اپنا گٹار رکھ دیا اور گردن اٹھا کر مجھے دیکھنے لگی۔

آوارہ گرد تھرکنے لگے تھے چرس کا نشہ اور گہرا ہو گیا تھا۔ کچھ لوگ بھدی آواز میں یہ نغمہ گانے بھی لگے تھے۔ میرے ہاتھ گٹار پر رقص کر رہے تھے اور نگاہیں اس پونے چھ فٹ پر منڈلا رہی تھیں۔

لڑکی کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ ویسے اس نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ نغمہ جاری رہا اور وہ ہاتھ باندھے کھڑی رہی۔ پھر نغمہ ختم ہو گیا۔ اور بدمست آوارہ گرد ڈھیلے ڈھیلے ہاتھوں سے تالیاں بجانے لگے۔ وہ مجھ سے دوسرے نغمہ کی فرمائش کر رہے تھے۔

"ہے۔ مس۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر لڑکی کو اشارہ کیا۔ "تمہارا گٹار کہاں گیا؟" میری آواز اس کے کانوں تک پہنچ گئی تھی۔ اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ اور پھر اس نے اپنا گٹار اٹھایا اور میری طرف چل پڑی۔ مجمع میں اس نے کافی چرس تقسیم کی تھی اس لیے آوارہ گردوں کے دلوں میں اس کا احترام تھا۔ مجھ تک پہنچنے کے لیے اسے کھلی جگہ دے دی گئی۔ اور وہ مسکراتی ہوئی میرے پاس آ گئی۔ "مجھ سے کچھ کہا تھا؟"

"ہاں"

"پھر سے کہو' میں سن نہیں سکی۔"
"تمہارا نغمہ کہاں کھو گیا؟"
"بتادوں؟" وہ آنکھیں بند کر کے مسکرائی۔
"گٹار سنبھالو۔ تمہارے مداح منتظر ہیں"
"کیا تم مقابلہ کرو گے؟" لڑکی اسی نرم لہجے میں بولی۔
"کیا حرج ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرے جملے پورے ہی ہوئے تھے کہ لڑکی نے پوری قوت سے اپنا گٹار گھما دیا۔ خاصا وزنی تھا۔ گو میں کسی ایسی بات کے لیے تیار نہیں تھا' لیکن بعض اوقات لاشعور بھی کمال کر جاتا ہے۔ میں گٹار کی ضرب سے بچ گیا۔ لیکن نشے میں ڈوبا ہوا ایک آوارہ گرد دلدوز آواز میں چیخ کر اوندھے منہ جا گرا تھا۔

لڑکی نے پھر گٹار تولا اور دانت بھینچ کر غراتی ہوئی میری طرف لپکی۔ آوارہ گردوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ اس نے پھر حملہ کیا' لیکن اب تو میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ میں اس کے حملے بہ آسانی خالی جانے دیتا رہا۔ وہ پاگل ہو گئی تھی۔ بڑی وحشیانہ فطرت کی مالک تھی۔ کئی بار کوشش کرنے کے بعد وہ رک گئی۔
"جاؤ۔ چلے جاؤ۔ ورنہ۔ ورنہ میں پورا پستول تم پر خالی کر دوں گی۔" اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔
"اوہو' پستول بھی رکھتی ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"موسیو۔ موسیو۔ ہمارا گٹار۔ کہیں اس پر ضرب نہ لگ جائے۔" گٹار والا نوجوان ڈرتے ڈرتے میرے قریب پہنچ گیا۔ اس بے چارے کو اپنے گٹار کی خیریت خطرے میں نظر آنے لگی تھی۔ "اوہ' ہاں۔" میں نے گٹار اس کے حوالے کر دیا۔
"گویا یہ گٹار بھی تمہارا اپنا نہیں تھا۔" لڑکی حقارت سے بولی۔
"ہاں میڈم۔ ہم غریب لوگ ہیں۔ آپ گٹار بجا رہی تھیں۔ ہم نے سوچا' آپ قدر داں ہوں گی۔ اگر ہمارے نغمے پسند آئے تو ہمیں نوازیں گی۔ اس لیے ہم نے یہ کوشش کی تھی۔ آپ ناراض ہو گئیں سوری' آؤ پنٹو۔" میں نے سردارے سے کہا۔ اور ہم دونوں گردن جھکائے وہاں سے پلٹ پڑے۔
"کیا گڑ بڑ ہے استاد!" سردارے نے دانت پیس کر بولا۔
"بکواس مت کرو۔ خاموشی سے چلے آؤ۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔
"تم ڈر گئے۔ تم ڈر گئے استانی سے۔" سردارے نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔ "ابے تیری استانی کی ایسی تیسی۔ چلتا رہ۔"
"آخر بات کیا ہے استاد۔ بتا تو دو۔"
"پھر فضول بکواس۔ کیا بتاؤں؟"
"تم نے اس کے سامنے مظلوم بننے کی کوشش کی ہے۔"
"اس کی فطرت کی وجہ سے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"کیا مطلب؟"
"سمجھا کر یار۔ یہ عورت کی فطرت ہوتی ہے۔ وہ مرعوب ہونے والوں میں سے نہیں تھی۔ تھوڑی سی وحشیانہ فطرت کی مالک ہے۔ لیکن یہ انداز اسے پگھلا دے گا۔"
"اوہ گویا داؤ چل کر آئے ہو۔"

شش تو کی ہے۔"
یکھیں استاد! تم اس میدان کے کتنے بڑے کھلاڑی ہو۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔
نے برا سا منہ بنا لیا۔ سردارے فضول بکواس کر رہا تھا۔ ضروری تو نہیں تھا کہ میری یہ کوشش سولہ
ہوتی۔ ہم اپنے خیمے میں واپس آ گئے۔ بیکر گہری نیند سو رہا تھا۔ اسے کرنسی دے دی گئی تھی اس لیے
غیرہ کا بندوبست اس نے کر لیا تھا۔ خود کھا لیا تھا اور ہمارے لیے کھانا احتیاط سے ایسی جگہ رکھ کر سو گیا
ہیں کھانا تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔ چنانچہ ہم نے کھانا کھایا۔ اور پھر آرام کرنے لیٹ گئے۔
میرے نزدیک ہی لیٹ گیا تھا۔
کچھ ہوا استاد۔ اپنی سمجھ میں نہ آیا۔" اسنے آہستہ سے کہا۔
نہیں آ رہی؟" میں نے پوچھا۔ "آئے گی بھی نہیں۔"
ں؟"
خود سمجھ لو استاد۔ آخر اسے ہو کیا گیا تھا؟"
ناپسند معلوم ہوتی ہے بس' اور کچھ نہیں ہمیں اس کے حلئے سے ہی اندازہ لگا لینا چاہیے تھا۔"
مطلب؟"
ڑی کے رنگ' اس کے لباس کے رنگ' پلاسٹک کا خیمہ' بگڑی ہوئی رئیس زادی ہے اور اپنی
داشت نہیں کر سکتی۔ شاید اس کے گھر والے بھی اسے نہ روک سکے ہوں گے۔"
۔" سردارے نے گہری سانس لی۔
پھر اوپر سے اس کا قد و قامت اور حسن"
استاد۔ لاجواب ہے۔"
میں اسے مخاطب نہ کرتا تو شاید وہ خاموش ہی رہتی۔"
از بھی بڑا خطرناک تھا استاد! دھوکے میں رکھ کر مارنا چاہتی تھی۔ مار بھی کھا سکتے تھے۔"
س میں کیا شک ہے۔" میں نے اعتراف کیا اور سردارے بیساختہ ہنس پڑا۔ "کیوں؟" میں نے

ی عجیب بات ہوئی استاد۔ اگر اس کا گٹار تمہارے سر پر پڑ جاتا۔"
ں اوقات عجیب باتیں بھی ہوتی ہیں۔"
لب کیا خیال ہے استاد؟"
س بارے میں؟"
نے اس پر کوئی اثر چھوڑا؟"
نہیں۔ اگر دو چار نغمے اور ہو جاتے تو۔ مگر مشکل تھا۔"
مطلب؟"
س قسم کی لڑکیاں بہت کم متاثر ہوتی ہیں۔"
نہ۔ نہ ہو' جہنم میں جائے۔" سردارے نے کہا۔ میں خاموش ہو گیا۔ پھر سردارے کئی منٹ تک
س نے بھی کروٹ بدل لی اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لڑکی واقعی عجیب تھی اور کافی دلکش تھی۔
ی بھی معاملے میں اب شدت پسندی تو نہیں رہی تھی۔ نہ ہی کوئی ایسی بات تھی کہ لڑکی میری

نیندوں میں مداخلت کرتی۔ سو گیا۔ اور پھر خاصے دن چڑھے آنکھ کھلی۔ بیکر واقعی بڑا مخلص اور ۔ ثابت ہو رہا تھا۔ منہ ہاتھ دھونے کے لیے پانی اور ناشتہ سب تیار تھا۔ ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ لو سی نگاہوں سے ہماری طرف دیکھنے لگا۔ "کیا بات ہے بیکر؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی بات نہیں ہے ماسٹر! بس تمہارے ساتھ رہتے ہوئے میں عجیب سی کیفیات کا شکار ہو گیا۔"

"کیوں؟"

"یہ دنیا میرے لیے الجھ گئی ہے۔"

"آخر کیوں؟"

"یہاں کے لوگ کس قدر متضاد ہیں کچھ وہ' جو نفرت' درندگی اور کمینگی کی انتہا کو پہنچ گئے ہیں وہ بھی ہیں جو احسان بھی کرتے ہیں اور شکریہ بھی ادا کرتے ہیں۔"

"صرف تمہارے سوچنے کا انداز بدل گیا ہے۔ بیکر۔ دراصل تم نے جس دنیا کو اپنانے کی تھی' وہ انسانیت کا مذاق اڑانے والی دنیا ہے۔ اس دنیا کے لوگوں نے جو اصول اپنائے ہیں ان کے سوچتے ہیں کہ وہی اصول درست ہیں حالانکہ ہر ذی روح ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ ہم ۔ دوسرے پر احسان کرنا چاہیے۔ ہم سب ایک دوسرے کے لیے ہیں۔ تنہا اور الگ زندگی' ۔ زندگی' دنیا کو' انسانیت کو خاتمے کی طرف تو لے جا سکتی ہے' اسے کچھ دے نہیں سکتی۔"

اور بیکر کے چہرے پر مردنی چھا گئی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہمیں دیکھنے لگا۔ اس کی یہ ۔ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو لڑھکنے لگے۔

"ارے۔ کیا ہو گیا بیکر؟" میں چونک پڑا۔

"کچھ نہیں۔ کچھ نہیں ایڈورڈ!" اس نے کہا اور ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔ "بیکر۔ بیکر مجھے بتاؤ تو سہی کیا ہو گیا؟"

"اس کا مطلب ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میں نے زندگی کے بہترین سال ضائع کر د۔ مطلب ہے کہ میں نے بلاوجہ ہی لوگوں کو دکھ دیا۔ اس کا مطلب ہے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے

"بیکر۔ سنبھالو خود کو۔ بتاؤ تو سہی' ہم پریشان ہیں۔"

"سوری ایڈورڈ۔ سوری' آئی ایم ویری سوری۔ لیکن مسٹر ایڈورڈ۔ پھر میں نے ان لوگوں۔ کیوں کیا۔ میں نے۔ میں نے اپنی دنیا کیوں چھوڑ دی؟"

"اوہ۔" بات میری سمجھ میں آنے لگی۔

"بابا بھی تو یہی کہتے تھے۔ ان کے بھی تو یہی خیالات تھے۔"

"ٹھیک تھے بیکر۔ بالکل ٹھیک تھے۔"

"لیکن اگر دنیا کا رنگ صحیح ہے تو پھر انسان بھٹکا ہوا کیوں ہے؟ اس کا جواب دو۔" بیکر نے انداز میں کہا۔

"ہم ان اقدار کے سہارے آسان زندگی بسر کر سکتے ہیں بیکر! جنہیں انسانیت کی اقدار کہا جا بدقسمتی سے ہماری سوچ انفرادی ہے۔ ہمارے درمیان اختلاف ہے۔ وہ جو بنے ہوئے ہیں۔ خو سب سے بڑا مدبر کہتے ہیں۔ اور وہ جو بگڑے ہوئے ہیں' ان کے مخالف ہیں۔ دونوں اپنی جگ بنیادی سوچ کھو بیٹھنے کے نتیجے میں یہ دنیا الجھ گئی ہے اور ان دونوں کے اختلاف نے بھیانک شک

بتاؤ نزلوکا کی تعلیمات انسانیت کو کیا سبق دے رہی ہیں سوائے اس کے کہ انسان کو انسانیت سے لے جاؤ کہ وہ خود کو انسان سمجھنا۔ انسان کہنا چھوڑ دے۔ اور پھر وہ دوبارہ وحشی جانوروں کے سے زندگی بسر کرنا شروع کر دے۔ یہ انسانیت کے دشمن انسان کو پھر سے جنگلوں میں دھکیل دینا چاہتے

لیکن خود۔ خود دوسرے انسان کیا چاہتے ہیں۔ کیا وہ انسان کے وجود کے درپے نہیں ہیں۔ کیا وہ انسان ں کر دینا چاہتے؟"

وگ بہت کچھ چاہتے ہیں۔" لیکن انسانیت ہمیشہ زندہ رہے گی۔ ایک نہ ایک دن انسان صحیح راستے پر آ جائے گا۔ پھر ہم بھٹکنے والوں کے مددگار کیوں نہیں۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے تو خاموش تماشائی رہ کر انتظار کیوں نہ کریں اور۔ ہمارا دل جس راستے کو بہتر تصور کرتا ہے' اس پر رینگنے کی کوشش کیوں نہ

"

ہاں۔ یہ بہتر ہے۔" بیکر نے کہا۔

بس اتنا ہی کافی ہے۔" میں نے کہا اور پھر پیار سے بیکر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "کبھی کبھی ے ہوئے ہمارے سامنے ایسے دوراہے آ جاتے ہیں بیکر۔ جن میں ایک پر خوشنما پھول کھلے ہوتے ہیں پر خطر کانٹوں سے بھرا ہوتا ہے۔ اگر خوشنما پھولوں کے راستے کا اختتام کسی تاریک گڑھے پر ہو تو وہاں ایسی ہی بہتر ہوتی ہے۔"

نہیں ایڈورڈ۔ نہیں۔ میں واپسی کی ہمت نہیں پاتا۔" بیکر نے درد بھرے انداز میں کہا۔

ہمت پیدا کی جاتی ہے بیکر۔ بہرحال جلد بازی نہیں۔ سوچو' آؤ۔ باہر کی سیر کریں۔ چلو اٹھو۔" اور ہم ساتھ باہر نکل آئے۔

بلک پول میں خاصا رش تھا حالانکہ ایسے علاقوں کے دن بے رونق ہوتے ہیں لیکن یہاں خاصی رونق رہی تھی۔ پلاسٹک کا خیمہ اب بھی مرکز نگاہ تھا۔

ہم نے بھی ایک نگاہ اس پر ڈالی لیکن اس طرف کا رخ نہیں کیا۔ میں لڑکی پر رات کے واقعے کا ردعمل چاہتا تھا بشرطیکہ اس سے مڈبھیڑ ہو جائے۔ خود اس کی طرف جانا ذرا عجیب لگتا تھا لیکن سردارے سے یہ ثت نہ ہو سکی۔ "استاد!" اس نے مجھے مخاطب کیا۔

دل۔"

ستانی کی طرف نہیں چلو گے؟"

ہوں ہڈیاں کھجا رہی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

خدا کی قسم! استاد۔ یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ تم اس سے ڈر گئے ہو گے۔ ایسی خونخوار بھی ے۔"

چھوڑ سردارے! کام کی باتیں کرو۔ صورت حال خاصی الجھ گئی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

کیا مطلب استاد۔"

غلام سیٹھ کو میری الجھن پتہ چل گئی ہو گی"

تو' پھر؟"

وہ ایسی ہی مشکل میں گرفتار ہے کہ میری طرف توجہ نہیں دے سکا۔"

"ہاں استاد۔ یہی اندازہ ہوتا ہے۔"
"میں سوچ رہا ہوں سردارے۔ اس کے لیے کیا کروں؟"
"ہوں۔" سردارے بھی سنجیدہ ہو گیا۔
"معاملہ انٹرپول کا ہے۔ اس ادارے کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں ہیں لیکن بہرحال ہوں کہ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہوئی ہے۔ اس ادارے کی جڑیں محدود نہیں ہوتیں۔"
"ممکن ہے غلام سیٹھ واپس چلا گیا ہو استاد!" سردارے نے کہا۔
"ہاں، ممکن ہے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔
"ہمارے باڈی گارڈز بھی نظر نہیں آ رہے۔" سردارے نے دور دور تک نظریں دوڑاتے ہوئے
"یہاں ان کی تلاش مشکل ہے۔ افراد بدل گئے ہوں گے اور ظاہر ہے ہم انہیں شکلوں سے پہچان سکتے۔"
"بہرحال پرواہ کرنے کی کیا ضرورت ہے استاد! ہم اپنے اوپر فکریں کیوں لادیں، ہم اس کے محافظ ہیں۔ اس کے ہاتھ ہم سے لمبے ہیں۔ ہمارے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ہم اپنی حفاظت کر لیں استاد۔ تم اس کے بارے میں اس انداز سے کیوں سوچتے ہو؟ غلام سیٹھ تمہارا دوست اس لیے ہے کہ کے لیے کار آمد ہو۔ اگر تم اس کے لیے کار آمد نہ ہوتے تو میرا خیال ہے، وہ تم سے بات کرنا بھی کرتا۔" نہ جانے سردارے نے کس موڈ میں یہ بات کہی لیکن میں اس کے الفاظ سے سوچ میں ضرور گیا تھا۔ بکرا اپنے ہی خیالوں میں کھویا ہوا تھا ہم سیر کرتے جھیل کے کنارے آ پہنچے تھے۔ یہاں کافی رش بے شمار لوگ جھیل میں نہا رہے تھے۔ آوارہ گردوں کی بہت بڑی تعداد وہاں موجود تھی۔ ہم بھی ایک رک گئے۔
"طبیعت مچل رہی ہے استاد!" سردارے نے کہا۔
"کیا مطلب؟"
"نہالوں؟"
"جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے بے خیالی میں کہا اور پھر چونک کر سردارے کو گھورنے لگا۔ جھیل کافی لڑکیاں موجود تھیں۔ چکنے اور سڈول بدن والی۔ اور سردارے کی طبیعت اسی لیے مچل گئی تھی۔
سردارے تیزی سے جھیل کی طرف بڑھ گیا اور پھر وہ لباس اتار کر جھیل میں اتر گیا۔ عمدہ پیراک تروتازہ بدن کا مالک، میں نے بے شمار نگاہیں اس پر دیکھی تھیں۔ نہ جانے کیوں میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ سردارے کے بدن پر پڑنے والی تعریفی نگاہیں میرے وطن کی تعریف میں پنجاب کے بانکے تو پیدا ہی دل موہ لینے کے لیے ہوتے ہیں۔ میرے وطن کی مٹی ایسی ہی جاندار ہوتی ہے خیالات میں ڈوبا۔ سوکھے سڑے جسموں کو دیکھنے لگا۔ ہر قسم کے لوگ تھے، تندرست و توانا قوی، دبلے مریل، لیکن جو تندرست تھے ان کے جسموں میں بھی وہ کشش، وہ ملاحت نہیں تھی، جو سردارے بدن میں تھی۔ نہ جانے کیوں کافی دیر تک سردارے کے بارے میں سوچتا رہا۔ گو وہ اب میری نگاہوں او جھل ہو گیا تھا لیکن بس ذہن اسی میں الجھا ہوا تھا۔ "ہیلو۔!" ایک آواز کان کے قریب سنائی دی اور ہاتھ شانے پر آ ٹکا۔ چونک کر گردن اٹھائی۔ گول چہرہ، آنکھوں پر چوکور عینک، نچلا ہونٹ موٹا اور بیدپر اور آواز میں ایک دلکش کھنک۔ باقی سب کچھ بھی ٹھیک تھا۔ غسل کے لباس میں بدن کی پیمائش میں

نہیں ہوئی۔
مکمل طور پر جائزہ لے کر میں مسکرا دیا۔
"ہیلو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"مس۔؟" میں نے گردن جھکائی۔
"جینٹ شیرمین۔"
"ایڈورڈ۔" میں نے اپنا تعارف کرایا۔
"کیسے ہو؟" وہ بے تکلفی سے بولی۔
"ہاں۔"
"میں کیسی لگتی ہوں؟" اس نے دوسرا بے باک سوال کیا۔
"اچھی ہو۔" میں نے جواب دیا۔
"تم چاہو تو تمہاری ساتھی بن سکتی ہوں۔" لیکن پلیز۔ ایک بات سن لو۔"
"ہوں۔" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔
"کال گرل نہیں ہوں۔ دل میں ایسا خیال مت لانا۔ نہ میرے پاس کرنسی ختم ہوئی ہے۔ اپنا بوجھ خود ی ہوں۔ اس لیے کسی معاملے میں میری ہتک کرنے کی کوشش نہیں کرو گے۔ اب بتاؤ۔ کیا کسی ساتھی رت محسوس کر رہے ہو؟"
"ضرورت پیدا ہو گئی ہے، ورنہ اس سے قبل نہیں سوچا تھا۔"
"یعنی؟"
"کہہ چکا ہوں، اچھی ہو۔ دل کو لگتی ہو۔" میں نے بھی بے تکلفی سے کہا۔
"جب تک ساتھ رہوں گی بری نہ ثابت ہوں گی۔ ملاؤ ہاتھ" اس نے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ ساری ہی لڑکیاں میرے ہی مقدر میں لکھی گئی تھیں۔ میں نے اس سے ہاتھ ملایا۔ اور وہ میرا ہاتھ دبا کر مسکرا ں کی ہتھیلیاں جل رہی تھیں، آنکھوں میں بھی سرخ ڈورے کھنچے ہوئے تھے۔ اس سے اس کی کی حد تک اندازہ ہوتا تھا۔ "سوئمنگ نہیں کرو گے؟"
"کرنا چاہتی ہو؟"
"ہاں۔"
"تب چلو۔" میں نے آمادگی ظاہر کر دی اور اس نے مسکرا کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہم دونوں جھیل کے طرف بڑھ گئے۔
"ارلو نہیں تھا؟" راستے میں اس نے پوچھا۔
"ہے۔"
"؟"
"تم نہیں تھیں۔"
"لاش بھی نہیں کیا۔؟" وہ مسکرائی اور اس کے گالوں میں گڑھے پڑ گئے۔ "نہیں۔"
"ب تو میں نے ٹھیک کیا۔"
س نے پوچھا۔

"خود تمہیں تلاش کرلیا۔ میرا شکریہ نہ ادا کرو گے؟" وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولی۔

"کیا رکھا ہے اس فضول لفظ میں۔" میں نے طویل سانس لیکر کہا۔

"خوب۔" وہ کنارے پر پہنچ گئے۔ "چلو لباس اتارو۔ انڈر ویئر ہے؟"

میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے لباس اتار دیا۔ اور بیس کٹ پر رکھوا دوسرے بے شمار لباس بڑی ترتیبی سے رکھے ہوئے تھے۔ جینٹ میرے بدن کو تعریفی نگاہوں رہی تھی۔

"بڑا خوبصورت جسم ہے۔" اس نے میرے سینے کے بالوں میں انگلی لگاتے ہوئے کہا انگریزوں کے بدن ایسے جاندار نہیں ہوتے۔"

"آؤ۔" میں نے کہا۔ اور پھر ہم دونوں نے جھیل میں چھلانگ لگا دی اور ساتھ ساتھ تیر جینٹ خاصی اچھی تیراک تھی۔ وہ میرے ساتھ ساتھ مچھلی کی طرح الٹی سیدھی تیر رہی تھی۔ ر جھیل کے دوسرے حصے میں نکل گیا تھا شاید مجھے ایکبار بھی نظر نہیں آیا۔ بہرحال کافی دیر تک ہم تیر پھر جینٹ نے کنارے کا رخ کیا۔ "کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"بس آؤ۔ اب جھیل سے نکلیں۔"

"تھک گئیں؟"

"ہاں۔" اس نے ناز بھرے انداز میں کہا۔ اور میں بھی کنارے پر نکل آیا۔ جینٹ نے ایک تعریفی نگاہوں سے میرے بدن کو دیکھا اور مسکرا کر گردن جھٹکنے لگی۔

"کیا بات ہے جینٹ؟"

"میں ان نگاہوں کی حقیقت کا اندازہ لگا رہی تھی جو تم پر پڑ رہی ہیں۔"

"اوہ پھر کیا خیال ہے؟"

"ان کا قصور نہیں ہے۔"

"لباس پہن لوں؟" میں نے پوچھا۔

"ہرگز۔ ہرگز نہیں۔"

"مجھے فخر کرنے دو کہ میں نے تمہیں دوست بنانے میں پہل کی۔" جینٹ نے مسکراتے ہ میں بھی مسکراہٹ نہیں روک سکا تھا۔ لڑکیاں عموماً احمق ہوتی ہیں' خواہ کتنی ہی اسمارٹ بنے کریں۔

"آؤ ڈارلنگ۔ کچھ کھائیں گے۔" جینٹ نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا جھیل سے کچ پول اوپن ایئر ریسٹورنٹ تھا۔ میں نے پہلے بھی یہ ریستوران دیکھا تھا' لیکن اس طرف نہیں آیا تھ ہم ریستوران پہنچ گئے اور کھلی فضا میں بڑی میزوں کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

جینٹ نے مجھ سے پوچھے بغیر آرڈر دے دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارے سامنے سبزوا سوپ' ابلا ہوا گوشت اور تلے ہوئے آلو آ گئے۔ اس کے ساتھ سیب کی شراب بھی تھی۔ جینٹ کھانے کی درخواست کی اور میں بھی بے تکلفی سے مصروف ہو گیا۔ تیرنے سے خاصی ورزش ہ مجھے بھوک لگنے لگی تھی۔

جینٹ نے کچھ کھانے کے بعد شراب کا ایک گھونٹ لیا اور بلوریں جگ رکھ دیا۔ پھر ہونٹ

ل "اپنے بارے میں کچھ اور بتاؤ ایڈورڈ!"

ں مختصر ہوں' کوئی پھیلاؤ نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

یں۔ اب اتنے مختصر بھی نہیں ہیں آپ۔" جینٹ کے گالوں کے گڑھے پھر ابھر آئے۔ "شاید ر پر نہ ہوں۔"

ناہیں بالکل؟"

یں "ایک ساتھی اور ہے۔"

رد؟"

ں۔"

ہاں گیا؟"

جھیل میں اترا تھا۔ نہ جانے اب کہاں ہے۔" میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑاتے ہوئے کہا۔

ہاں کہاں ہو آئے؟"

ئی تعین نہیں۔"

نا نہیں چاہتے؟"

ہپانا بھی نہیں چاہتا۔" میں نے گہری سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹکتے ہوئے کہا۔

ر۔؟"

جھ ہو تو بتاؤں۔"

ر انسان کی زندگی میں ایک کہانی ضرور ہوتی ہے۔"

بے شک۔ کچھ دلچسپ' کچھ غیر دلچسپ۔"

ی کا تعین تو سننے والے کرتے ہیں۔" جینٹ نے چپس منہ میں رکھتے ہوئے کہا اور پھر چونک کر یوں۔ تم کھا نہیں رہے پیچھے کیوں ہو گئے؟"

کھا رہا ہوں۔" میں نے ابلے ہوئے گوشت کا ایک ٹکڑا منہ میں رکھا اور پھر سیب کی شراب کا ایک حلق سے اتار لیا۔

م بھی سوچ رہے ہو گے کیسی احمق لڑکی ہے۔" وہ چند منٹ کے بعد بولی۔ "کیوں؟"

خواہ مخواہ تمہارے ذاتی معاملات کرید رہی ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے اس جملے پہلی بار کھٹک گیا۔ یہ احمق لڑکی احمق بنانے تو نہیں آئی۔ کیا مجھ سے مل بیٹھنا کوئی خاص وجہ رکھتا ر پھر یہ جس انداز سے مجھے کرید رہی ہے۔ گویا اسے خود بھی احساس ہے۔ اور یہ احساس قابل ذکر اگر دل میں کوئی بات نہیں تھی۔ اوہ۔ ممکن ہے۔ ممکن ہے' یہ۔ یہ کوئی نیا حربہ ہو ہمارے "

یا پوری طرح سنبھل گیا۔ میرا ذہن جاگ اٹھا اور آنکھوں کی زندگی لوٹ آئی۔ اب میں گہرائیوں میں سکتا تھا۔ گدلے پانی کی تہہ میں حقیقتیں تلاش کر سکتا تھا۔

یا نے شراب کے کئی گھونٹ لیے اور پھر جینٹ کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔

م نے جواب نہیں دیا؟"

یا جواب دوں؟"

"کیا میرے یہ سوالات احمقانہ نہیں ہیں؟"
"نہیں۔"
"کیوں؟"
"ظاہر ہے' جب ہم بے غرض کسی سے ملتے ہیں ہمارے درمیان صرف خلوص اور دوستی ہو
ہم اپنے دوست کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات کے خواہش مند ہوتے ہیں۔"
"ہاں۔ یہی بات ہے لیکن لوگ پھر بھی اپنے بارے میں نہیں بتاتے۔"
"کیا بتاؤں جینٹ۔ میری زندگی قابل ذکر نہیں ہے بس غلط راستوں کے راہی ہیں۔ ان راستہ
بارے میں جانتے ہیں لیکن پھر بھی انہیں اپنائے رکھنے پر مجبور ہیں۔"
"اوہ' بڑی معنی خیز گفتگو ہے۔" جینٹ نے کہا۔
"عام سی بات ہے۔"
"لیکن میں نہیں سمجھی؟"
"کوئی اور موضوع نہیں سوچ سکتیں؟" میں نے اداسی سے کہا۔
"اوہو' تم اداس ہو گئے ایڈورڈ۔"
"ہاں جینٹ! میری زندگی بہت انوکھی ہے۔ یوں سمجھ لو' بچپن سے صحیح راستے نہیں ملے۔ مجھے
تھا کہ زندگی گزارنے کے یہ ڈھنگ اچھے نہیں' لیکن انجانی قوتیں مجھے ان راستوں پر دھکیلتی رہیں ا
میری کوئی منزل نہیں ہے' بھٹکتا پھرتا ہوں۔ شاید منزل مل جائے۔ سانسوں کو قائم رکھنا بھی ضروری۔
"اوہ' ڈارلنگ۔ تم اداس ہو۔ سوری۔ میں یہ نہیں چاہتی تھی۔"
"راکھ کے ڈھیر میں سیاہ کوئلے ہی مل سکتے ہیں جینٹ۔ چمکدار ہیرے نہیں۔" میں نے ہونٹ
کہا۔

"اوہ ڈیئر۔ جانے دو۔ مجھے بہت افسوس ہے۔"
"کوئی بات نہیں جینٹ! ٹھیک ہے سب ٹھیک ہے۔" پھر جینٹ نے اس بارے میں کوئی سوال
کیا اور ہم دونوں خاموشی سے "کھاتے پیتے" رہے۔ پھر عقب سے سردارے کی آواز سن کر میں چونک
"مس جینٹ! یہ میرے ساتھی ہیں۔ ہیلو استاد! یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ تمہارا کام بھی بن گیا۔"
اس نے اردو میں ادا کئے تھے۔
میں نے گردن گھما کر دیکھا۔ سردارے کے ساتھ ایک دبلی پتلی دراز قامت لڑکی تھی جس کے
بال بیحد خوبصورت تھے۔
"ہیلو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ دونوں ہمارے نزدیک آ گئے۔
"مسٹر ایڈورڈ اور مادام۔ مادام۔"
"جینٹ۔" میں نے جینٹ کا تعارف کرایا۔
"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" سردارے نے جینٹ سے کہا۔ "یہ میری دوست ٹیٹ برا
اور میں پنٹو ہوں مس جینٹ!"
"ایڈورڈ کے دوست؟" جینٹ نے پوچھا۔
"ہاں دوست اور ساتھی۔" سردارے بولا۔

سردارے اور اس کی دوست بھی ہمارے نزدیک بیٹھ گئے اور جینٹ نے ان دونوں کے لیے ان کی پسند
آرڈر دے دیا۔
"استاد۔ وہ قیامت بھی اس وقت جھیل پر نازل ہے۔" سردارے نے اردو میں کہا۔ "کون؟"
"ارے وہی رنگین جادوگرنی۔ شاید سینی ٹورا۔" سردارے نے جواب دیا۔
"اوہو' ابھی پہنچی ہے کیا؟"
"ہاں۔"
"تھوڑی دیر قبل ہم بھی جھیل میں تھے۔"
"یہ مچھلی جھیل میں سے ہی پکڑی ہے نا۔؟" سردارے نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں۔ کنارے سے۔" میں نے جواب دیا۔
"عمدہ ہے استاد۔ مزے آ گئے۔" سردارے خوشی سے بولا۔
"یہ غلط ہے بھئی۔ تم نے ایسی زبان میں گفتگو شروع کر دی ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"
ٹ نے مداخلت کی۔
"سوری جینٹ۔" میں نے معذرت کر لی۔
"آپ بلیک پول میں ہی مقیم ہیں مس جینٹ؟" سردارے نے سوال کیا۔
"ہاں۔ ویسے میں رہتی فرینکفرٹ میں ہی ہوں۔"
"اوہ' آپ کے ساتھ دوسرے لوگ بھی ہوں گے؟"
"نہ یہاں۔ نہ وہاں۔ بالکل تنہا ہوں۔ ایک فرم میں ملازمت کرتی ہوں۔ ایک ماہ کی چھٹی ملی ہے آرام
نے کے لیے کہیں اور جانے کی بجائے بلیک پول کے پرفضا موسم میں وقت گزارنا مناسب سمجھا۔ ستا
معیاری۔"
"ہاں' عمدہ جگہ ہے۔ آپ کب سے یہاں ہیں؟"
"چھ سات دن ہو گئے۔"
"کس طرف ہیں؟" سردارے نے پوچھا۔
"ڈاسن گرے کے نزدیک' میرا خیمہ ہے۔" جینٹ نے جواب دیا۔
"آپ بہت خاموش ہیں مس ٹیٹ" سردارے کو جینٹ سے مصروف دیکھ کر میں ٹیٹ کی طرف
ہو گیا اور ٹیٹ آہستہ سے مسکرا دی۔ کسی قدر سنجیدہ سی لڑکی تھی۔ "آپ لوگوں کی گفتگو سن رہی
ہ۔"

"میرا دوست کیسا لگا آپ کو؟" میں نے پوچھا۔
"دلچسپ اور باتونی۔" ٹیٹ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"ہاں وہ زندگی سے بھرپور ہے۔"
"مجھے مردے پسند نہیں۔"
"لیکن آپ مسکرانے میں احتیاط برتتی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "ایسی بات نہیں
ایڈورڈ۔ آپ مجھ میں بھی زندگی کی کمی نہیں پائیں گے۔" ٹیٹ نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے

"یہ عمدہ بات ہے۔ سانس لے رہی ہو۔ تو زندگی کی باتیں کرو۔ سانسیں بند ہو جائیں گی تو ساری کہانیاں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ ہم ان کہانیوں کو وقت سے پہلے ختم کرنے میں پہل کیوں کریں۔"

"بڑی خوبصورت بات کہی آپ نے۔" ٹیسٹ نے کہا اور پھر کافی دیر تک ہم ریستوران میں بیٹھے رہے۔ پھر اٹھنے کی طے ہوئی اور جینٹ نے بل طلب کر لیا۔ بل ادا کرنے کے سلسلے میں کافی ردوقدح ہوئی لیکن جینٹ سنجیدہ ہو گئی۔

"اگر آپ نے مجھے بل ادا نہ کرنے دیا تو میں آپ سے پھر کبھی نہیں ملوں گی۔" اس نے کہا۔

"اوہ مس جینٹ! اگر آپ اتنی سنجیدہ ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ اور جینٹ نے بل ادا کر دیا۔ ہم پھر جھیل کی طرف چل پڑے کیونکہ ہمارے کپڑے وہیں تھے۔

جھیل پر سچ مچ سارا ہجوم ایک جگہ جمع ہو گیا تھا۔ وہ سب سینٹی ٹورا کو دیکھ رہے تھے، جوان کی نگاہوں سے بے نیاز کسی مچھلی کی مانند جھیل میں تیر رہی تھی۔ درحقیقت اسے دیکھ کر آنکھیں کھل جاتی تھیں۔ حسین، ایسا سڈول جسم شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ بلاشبہ لاکھوں میں ایک تھی اور آنکھیں بس اس پر چپک کر رہ جاتی تھیں۔

"کیا ان لوگوں نے اس سے قبل کسی عورت کو تیرتے نہیں دیکھا؟" جینٹ برا سا منہ بنا کر بولی۔

"شاید۔"

"آؤ چلیں ڈارلنگ! تم اپنا لباس پہن لو۔ میرا لباس ذرا دور ہے۔"

"او کے۔ او کے۔" میں نے کہا اور جینٹ چلی گئی۔ میں نے اور سردارے نے بھی لباس پہنا۔ دوسری طرف ٹیسٹ بھی لباس پہن آئی تھی۔

"کیا پروگرام ہے سردارے؟"

"استاد۔ یہ عورت تو قیامت ہے۔" سردارے سسکاری بھرتے ہوئے بولا۔

"سینٹی ٹورا؟"

"ہاں۔"

"خطرناک بھی ہے، اس کا خیال ذہن سے نکال دو۔"

"اوہ، نہیں استاد۔ میں ایسے الٹے سیدھے خیالات کو ذہن میں جگہ نہیں دیتا۔"

"اچھی بات ہے۔"

"تم پروگرام کی بات کر رہے تھے استاد؟"

"ہاں۔"

"تمہیں بھی مل گئی ہے، مجھے اجازت۔"

"کہاں رہو گے؟"

"ٹیسٹ کے خیمے میں۔ وہ بھی تنہا ہے۔"

"سنو۔ میں نے سردارے سے سرگوشی کی اور وہ چونک کر میری شکل دیکھنے لگا۔ "ممکن ہے۔ وہ کریدنے کی کوشش کرے۔ تم جانتے ہو، ایسی شکل میں تمہیں کس قدر محتاط رہنا ہے۔"

"کیا؟" سردارے کا منہ شدت حیرت سے کھل گیا۔

"ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے سردارے!"

ئی شبہ ہوا ہے استاد؟"

روقت چوکنا رہنا بہتر ہوتا ہے۔ خاص طور سے اس وقت جب دشمن زیادہ دور نہ ہوں۔"

ں خیال رکھوں گا۔" سردارے نے کہا۔ میں نے دیکھا اس کے چہرے پر سنجیدگی طاری ہو گئی ہے۔ تک افسوس بھی ہوا کہ سردارے کا موڈ چوپٹ ہو گیا۔ لیکن بہرحال اسے ہوشیار کرنا بھی ضروری تھا ت کے سامنے اکثر لوگ باآسانی احمق بن جاتے ہیں۔

ٹ لباس پہن کر آ گئی۔ اور میں نے سردارے کو الوداع کہا۔ سردارے ٹیسٹ کے ساتھ آگے بڑھ ٹ دلکش انداز میں مسکرا رہی تھی۔ میں بھی اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔ "تمہارا ساتھی دلچسپ آدمی

ں۔" بے حد دلچسپ۔"

یادہ تمہارے ساتھ نہیں رہتا؟"

اتھ ہی رہتا ہے۔"

ک ہی خیمے میں؟"

ں۔ کیوں؟"

یسے ہی وہ اس انداز میں تمہیں الوداع کہہ گیا ہے، جیسے اب تم سے نہیں ملے گا۔"

رات۔ وہ اپنی محبوبہ کے خیمے میں گزارے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہو۔ اس کی محبوبہ کا خیمہ الگ ہے؟"

من لڑکی سے آج ہی اس کی ملاقات ہوئی ہے۔"

، میں سمجھی وہ اس کی ساتھی ہے۔"

ں۔"

پنے خیمے میں تم دونوں ہی رہتے ہو؟"

ں۔ ایک اور بھی ہے۔"

ن؟"

ر۔" میں نے جواب دیا۔

بھی برٹش ہے؟"

ں۔ ڈنمارک کا باشندہ۔ اس سے بھی ہماری یہیں ملاقات ہوئی ہے۔"

مارے ساتھ ہی رہتا ہے؟"

ہ۔" میں نے اس بکواس کرنے والی لڑکی کے سوال کے جواب میں ایک طویل سانس لے کر کہا۔

ب تو۔ تب تو ہم تنہا نہ رہ سکیں گے۔" جینٹ نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "ہاں۔ یہ تمہارا خیمہ بھی

ں کہنے والی تھی۔" جینٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کی کیا بات ہے۔" میں نے کہا اور ہم خاموش ہو گئے۔ پھر رات گئے تک ہم بلیک پول میں آوارہ ے رہے۔ ہلکا کھانا کھایا۔ سینٹی ٹورا کی طرف گئے۔ سینٹی ٹورا نے حسب معمول مجمع لگا رکھا تھا۔ اور ے جاری تھے۔ چند منٹ رک کر ہم نے وہاں کا تماشا دیکھا اور پھر جینٹ نے جماہی لے کر کہا۔

"اب چلیں ڈارلنگ۔"

"چلو۔" میں نے کہا اور جینٹ مجھے لے کر اپنے خیمے کی طرف چل پڑی۔

"پیتے ہو؟" راستے میں جینٹ نے مجھ سے پوچھا۔

"چرس؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں شراب چرس تو کنگال لوگوں کا نشہ ہے۔"

"ہاں، پی لیتا ہوں۔"

"میں تمہیں دنیا کی بہترین شراب پلاؤں گی۔" جینٹ نے کہا۔

"اوہ، تم نے میری آتش شوق بھڑکا دی ہے۔" میں نے جیب میں نشہ اتارنے والی گولی کو ٹٹولتے کہا۔ میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ اور ہر پہلو سے بچے رہنا چاہتا تھا۔ جینٹ مسکرا دی۔ اور پھر ہم خیمے گئے۔

جینٹ کا خیمہ بھی کافی کشادہ تھا، جس سے اس کی بہتر مالی حالت کا اندازہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ ساز و سامان بھی قیمتی تھا۔ کسی فرم میں ملازم لڑکی کو بہرحال اتنی بڑی تنخواہ نہیں ملتی ہوگی کہ وہ اس طرح سے گزارے۔ میں نے پورے خیمے کا جائزہ لیا۔ جینٹ نے قیمتی شمعدان روشن کر دیا تھا اور پھر اس کا پردہ باندھ دیا۔ "بلیک پول کیسا علاقہ ہے ڈارلنگ؟" اس نے ایک بکس سے اپنا شب خوابی کا لباس ہوئے کہا۔

"بہت عمدہ۔"

"تم تو سیاح ہو، بہت سی جگہیں دیکھی ہوں گی۔"

"ہاں، بہت سی۔" میں نے مختصراً کہا۔

"میں بہت بدقسمت ہوں۔" جینٹ نے ایک طویل سانس لیکر کہا۔

"اوہو۔ کیوں؟"

"مجھے سیاحت کا بے حد شوق ہے۔ لیکن میرے حالات اس کی اجازت نہیں دیتے۔ کیا تم ملک کی باتیں سناؤ گے؟"

"کچھ نہیں رکھا جینٹ۔ بس قدم قدم پر دل ٹوٹتا ہے۔ ہم اپنی مختصر دنیا میں جس قدر آسودہ سے باہر نکل کر نہیں۔ تجربات تلخیوں کے سوا کچھ نہیں دیتے۔"

"ممکن ہے۔" جینٹ آہستہ سے بولی اور پھر مسکرانے لگی۔

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے، میں نے تمہیں اداس کر دیا۔ چھوڑو ان باتوں کو ارے ہاں۔ تمہارا لباس؟"

"کیا ہوا میرے لباس کو؟" میں نے پوچھا۔

"ہوا کچھ نہیں۔ کیا تم اسی لباس میں رات گزارو گے؟" جینٹ نے پوچھا۔

"کیا حرج ہے؟" میں نے کہا اور جینٹ ہنس پڑی۔ اس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"ہاں واقعی۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ مجھے اجازت ہے؟"

"لباس بدلنے کی؟"

"ہاں۔"

"بڑی خوشی سے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور جینٹ ہنس پڑی۔ پھر اس نے نہایت بے تکلفی لباس اتارا اور شب خوابی کا لباس پہن لیا۔ اس نے میری آنکھوں کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی اور بہرحال جرمن لڑکی کے لیے یہ کوئی اہم بات بھی نہیں تھی۔ اور پھر اس نے ایک چھوٹے سے آئس بکس سے کی تین بوتلیں، سنہرے رنگ کا ایک خوبصورت بگ پیگ اور دو گلاس نکالے۔ ایک چھوٹا سا بلوریں بھی تھا۔ اور یہ ساری چیزیں ایک ٹرے میں سجا کر میرے پاس پہنچ گئی۔ ٹرے اس نے کینوس اسٹول پر دی اور تنے ہوئے کینوس بیڈ پر میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ "اوہ، جوتے تو اتار لو ڈارلنگ!" اس نے کہا اور میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ گئی۔

"ارے۔ ارے۔ میں اتار لوں گا۔"

"پلیز۔ اس نے التجا کی اور عجیب التجا تھی یہ۔ پھر اس نے بڑے پیار سے میرے جوتے اتارے اور پھر طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"تم نے مجھے شرمندہ کیا ہے جینٹ۔" میں نے کہا۔

"اتنا سا کام کر کے؟"

"ہاں۔"

"یقین نہ کرو گے ایڈورڈ۔ مجھے دلی مسرت ہوئی ہے"

"اوہ۔"

"بتا چکی ہوں، تنہا ہوں۔ کوئی بھی نہیں ہے۔ یوں سمجھو، کوئی ایسا دوست بھی نہیں جسے میں بلیک پول ساتھ لے آتی۔"

"مجھے حیرت ہے۔"

"کیوں؟"

"تم اتنی پیاری ہو کہ تمہارے بہت سے دوست ہونے چاہئیں تھے۔"

"ملتے ہیں۔ لیکن اپنے رنگ میں مست۔ کوئی قابل اعتبار نہیں ہوتا۔"

"اوہ۔ لیکن میری کیا حیثیت ہے؟" میں نے پوچھا اور جینٹ سنجیدہ ہو گئی۔ چند ساعت میری طرف تی رہی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"برا تو نہیں مان جاؤ گے ایڈورڈ؟"

"وعدہ۔ نہیں مانوں گا۔"

"حالات نے مجھے اس قدر بددل کر دیا ہے کہ اب میں مستقل دوست بنانے کی عادت ترک کر چکی ہوں۔ اب تو میں دوستوں کی خواہش بھی نہیں کرتی۔ بس وقتی طور پر۔ مجھے معاف کر دینا ایڈورڈ۔ زمانے نے مجھے یہی سکھایا ہے۔"

"اوہ۔" میں نے سنجیدگی سے گردن ہلائی۔ "اچھی عادت ہے جینٹ۔ اس طرح توقع نہیں ٹوٹتی۔" جینٹ چند لمحات خاموش بیٹھی کچھ سوچتی رہی۔ پھر چونک کر بولی۔ "ہم نے کیا فضول باتیں چھیڑ دیں ڈارلنگ۔ آؤ اپنی باتیں کریں۔ ٹھہرو۔ میں کاک ٹیل بناتی ہوں۔ یہ امریکن بلیو ڈاگ ہے۔" اس نے ایک بوتل سے خاصی مقدار میں شراب بگ پیگ میں الٹ دی۔ پھر دوسری سربند بوتل کھولتی ہوئی بولی۔ "اور یہ رشین ووڈکا ہے اور یہ فرنچ بلیک کیٹ۔" تینوں بوتلوں سے شراب انڈیل کر جینٹ نے مگ اٹھایا اور انہیں

مکس کرنے لگی۔ پھر اس نے مگ سے گلاسوں میں شراب انڈیلی اور ایک گلاس میرے سامنے رکھ دیا۔ ننھی سی گولی میری انگلیوں میں دبی ہوئی تھی۔ چنانچہ شراب کے پہلے سپ کے ساتھ گولی میر میں چلی گئی۔ بلاشبہ بے نظیر کاک ٹیل تھی لیکن اس کی تیاری میں جس قدر لاگت آئی تھی، کسی عام آ ایک ماہ کی تنخواہ کے برابر تھی۔ جینٹ نے اپنا گلاس خالی کر کے دوبارہ بھر لیا اور میں اسے دیکھنے لگا۔

"میں زیادہ نہ پی سکوں گی۔ تمہاری پینے کی مقدار کیا ہے؟"

"جس قدر تم پلا دو۔"

"ہاں۔ ہوش میں رہنا بیکار ہے عقل و ہوش دکھوں کے سوا کیا دیتے ہیں۔" جینٹ نے کہا اور گلاس خالی کر گئی۔ اس کی تیز رفتاری پر پہلے تو مجھے حیرت ہوئی لیکن پھر میں نے اس کی چالاکی کا انداز اس انداز میں پی کر وہ مجھے جوش دلا رہی تھی بہرحال میں مرد تھا۔

اور میں اس کی مرضی کے مطابق مرد بن گیا۔ میرا کیا بگڑتا تھا۔ میں نے سوچا جلد از جلد جینٹ کا کا جائے تو بہتر ہے۔ اسے انتظار نہ کرنا پڑے۔ سو میں گلاس پر گلاس چڑھاتا رہا۔ جینٹ نے بس تیسرے پر ہی توبہ کر لی تھی' اب وہ صرف مجھے پلا رہی تھی اور خود ایک آدھ ہی سپ لے لیتی تھی۔

وہ میری شکل دیکھ رہی تھی' نشے کا نام و نشان نہیں تھا۔ ہاں' شراب چہرے پر خون کھینچ لائی چنانچہ اب نشے کی اداکاری کی ضرورت تھی۔

"اور دوں ڈارلنگ؟" جینٹ نے پوچھا۔ "دے دو۔ آہ' شراب کس قدر سکون بخشتی ہے۔ ا شراب کیوں کہتے ہیں' اسے تو سکون کی دیوی کہنا چاہیے۔"

"ہاں' یہ جلتے ہوئے ذہنوں کو سکون بخشتی ہے۔ تم بھی مجھے دکھی معلوم ہوتے ہو۔ آؤ میری جان! تمہارے ذہن کو سکون دوں' میں بھی شراب ہوں' میں بھی سکون کی دیوی ہوں۔" جینٹ نے میرے قر کھسک کر' میرے سر کو آغوش میں لے لیا۔ اس کے گرم بدن کی حرارت مجھے پگھلانے لگی اور میرے اس کی کمر میں حمائل ہو گئے۔

"تمہیں کیا دکھ ہے ایڈورڈ؟" جینٹ نے ہمدردی سے پوچھا۔

"دکھ۔ دکھوں کی کوئی قسم نہیں ہوتی جینٹ۔ انسان شاید دنیا میں دکھ اٹھانے کے لیے ہی پیدا ہے۔ نہ جانے لفظ سکھ کیوں ایجاد کیا گیا ہے۔"

"ہاں' نہ جانے کیوں؟" جینٹ نے دلسوزی سے کہا۔

"تم کون ہو جینٹ؟"

"بس تمہاری طرح دکھی۔ انسانوں کا شکار۔ سانسوں کو برقرار رکھنے کے لیے محنت مزدوری کرتی ہو اور تنہائیوں میں اپنی تقدیر پر غور کرتی ہوں۔"

"تقدیر پر غور نہ کیا کرو جینٹ۔ تقدیر کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔" میں نے نشہ آلود آواز میں کہا۔

"شاید۔" جینٹ آہستہ سے بولی پھر کہنے لگی۔ "تم کیا کرتے ہو ایڈورڈ۔ نہ جانے کیوں مجھے لگا۔ جیسے تمہارا نام ایڈورڈ نہ ہو۔ مجھے ایسا کیوں لگتا ہے ایڈورڈ؟"

"اس لیے کہ یہ حقیقت نہیں ہے۔"

"اوہ' پھر تمہارا نام کیا ہے؟" جینٹ نے پیار بھرے انداز سے پوچھا۔

"ناموں میں کیا رکھا ہے۔ مجھے خود اپنا نام یاد نہیں۔ جس کا جو دل چاہے کہہ لے کیا فرق پڑتا ہے۔"

نے لاپرواہی سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" جینٹ نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "تم کرتے کیا ہو ایڈورڈ۔ تمہارے مالی وسائل کیا ں؟"

"یہ تم کیوں پوچھ رہی ہو جینٹ!" میں نے پوچھا۔

"میں تمہاری دوست ہوں۔ تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔"

"نہیں جینٹ۔ میرے پاس ابھی کرنسی موجود ہے۔ ختم ہو جائے تو پھر کسی بڑے جوئے خانے میں چلا ؤں گا۔"

"اوہ' کیا تمہیں کارڈ لگانا آتے ہیں؟"

"نہیں' جوئے میں میری قسمت تیز ہے' آج تک نہیں ہارا۔"

"تو تمہارا ذریعہ معاش یہی ہے؟"

"نہیں ڈارلنگ۔ پوری زندگی کوشش کرتا رہا کہ اچھا انسان بنوں۔ نہ بن سکا' برا بھی نہیں بن سکا۔ ب تو میرے نزدیک انسانیت کی ساری قدریں بیکار ہیں۔"

"اوہ' تمہیں کافی پریشانی اٹھانا پڑتی ہے۔"

"میں عادی ہوں۔"

"میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں ڈارلنگ۔"

"کس طرح؟"

"میرے کچھ دوست ہیں' اسمگلنگ کرتے ہیں۔ عیش کرتے ہیں۔ اگر تم چاہو تو ـــــ"

"اس کے لیے بھی کوشش کی تھی۔ ایک اسمگلر نے مجھے بلایا تھا۔ لیکن خود غائب ہو گیا۔" میں نے جواب دیا۔ ویسے دل ہی دل میں' میں مسکرا رہا تھا۔ اچھا انداز تھا مس جینٹ۔ لیکن تمہاری بدقسمتی۔ بڑی غلط گولی ایجاد کی ہے غلام سیٹھ نے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔

"اوہو' کون تھا وہ؟" جینٹ نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔ اس کے کسی ایجنٹ نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔"

"پھر وہ ملا کیوں نہیں؟"

"پولیس کے خوف سے بھاگ گیا۔ پولیس اس کی تلاش میں ہے۔"

"کوئی کچا ہی آدمی ہو گا۔ بڑے اسمگلر پولیس کی پرواہ نہیں کرتے۔ اس نے دوبارہ تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی؟"

"وہ خود ہی مشکل میں ہو گا اور پھر میں اس کے لیے کوئی خاص آدمی تو نہیں تھا۔"

"تب تمہیں اس کے ایجنٹ سے ملنا چاہیے۔ ظاہر ہے' تمہارا فیصلہ تو ہو۔"

"اوہ' نہیں ڈارلنگ۔ میں اسے بھی تو نہیں جانتا۔ بس یوں ہی سر راہ مل گیا تھا۔" میں نے اسے آغوش میں کھینچتے ہوئے کہا اور پھر میں نے جینٹ کو مزید نہ بولنے دیا۔ وہ کافی دیر تک جدوجہد کرتی رہی لیکن پھر میری فنکارانہ دست درازیوں نے اس کا مشن اس کے ذہن سے فراموش کر دیا۔

اور رات کے نہ جانے کون سے پہر ہم سو گئے۔ میں نے پوری گولی تحلیل کر لی تھی تاکہ شراب کی اتنی مقدار مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ صبح ہونے میں دیر تھی جب میری آنکھ کھلی جینٹ کے لیے شراب کی وہ

مقدار ہی کافی ثابت ہوئی۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں پوری طرح جاگ گیا۔ میرے ذہن میں بہت سے خیالات گڈمڈ ہو گئے تھے۔ اور میں بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ تب میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں اس پر غور کرنے لگا۔ بات معقول تھی اور میرے حق میں بھی۔ چنانچہ یہ فیصلہ کر کے میں اٹھ گیا۔ جینٹ کے سامان میں کاغذ قلم تلاش کیا۔ اور پھر میں نے لکھا۔

ڈیر جینٹ! یا تمہارا کچھ بھی نام ہو۔

تمہارا شکریہ ہے۔ تم نے اپنا فرض انجام دے لیا۔

میں نے تم سے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ میری درخواست ہے' انہیں بھی تم یہی باور کرا دو۔ وہ میرے لیے اجنبی تھا میں تو خود ایک غمزدہ اور پریشان حال انسان ہوں۔ تم سب کے رحم و کرم پر ہی ہوں۔ ہو سکے تو یہ احسان کر دو—— ایڈورڈ

پرچہ تہہ کر کے میں نے میز پر رکھ دیا اور پھر آرام سے لیٹ گیا۔ بہرحال صبح ہونے کا انتظار ضروری تھا کیونکہ ابھی سردارے کی واپسی کا بھی انتظار کرنا تھا۔ اگر سردارے قریب ہوتا تو میں اسے ضرور بلا لیتا کیونکہ اب یہاں سے بھی اکتاہٹ ہونے لگی تھی۔ پھر میری نگاہوں میں سینٹی ٹورا ابھر آئی۔ دلکش عورت۔ لیکن ضروری نہیں تھا کہ وہ میری طرف متوجہ ہو جائے۔ وہ بیحد مغرور معلوم ہوتی تھی۔

اس کے بعد مجھے نیند نہیں آئی۔ طبیعت میں ایک عجیب سی الجھن تھی۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور میں اٹھ گیا۔ جینٹ ابھی تک گہری نیند سو رہی تھی۔ میں لباس وغیرہ پہن کر باہر نکل آیا اور اپنے خیمے میں پہنچ گیا۔ بیکر نے خیمے کا دروازہ بند نہیں کیا تھا اور گہری نیند سو رہا تھا۔

میں بھی اپنے بستر پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ یہاں مجھے نیند آ گئی اور پھر سردارے نے ہی مجھے جگایا۔ "استاد۔ اٹھو گے نہیں۔ اب تو پیٹ میں دوڑنے والے چوہے بھی نڈھال ہو گئے ہیں۔"

میں جاگ گیا۔ اور پھر میں نے سردارے سے وقت پوچھا۔

"ساڑھے دس بج رہے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تمہیں آئے ہوئے کتنی دیر ہو گئی؟"

"آٹھ بجے آ گیا تھا استاد۔" سردارے نے جواب دیا۔

"بیکر کہاں ہے؟"

"باہر بیٹھا خلاؤں میں گھور رہا ہے۔ میرا خیال ہے وہ اب خود سے اٹھ بھی نہیں سکتا۔"

"ارے' کیوں؟"

"کمزور آدمی ہے بیچارہ' بھوک برداشت نہیں کر سکتا۔"

"اوہ' فضول آدمی! تم لوگوں نے ناشتہ کیوں نہیں کر لیا۔" میں نے کہا۔ اور میں نے منہ ہاتھ وغیرہ دھویا اور ہم تینوں ناشتہ کرنے لگے۔ سردارے نے کئی بار میری شکل دیکھی تھی لیکن کچھ بولا نہیں پھر ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے اور پھر میں سردارے کے ساتھ باہر نکل آیا۔ بیکر حسب معمول خیمے میں ہی رہا۔ اس نے باہر نکلنا چھوڑ دیا تھا۔

"کیا بات ہے استاد" سردارے نے بے چینی سے پوچھا

"کیوں خیریت؟"

"ارے میں تو بے چین تھا۔ کس وقت واپس آ گئے تھے؟"

"صبح کو۔"

"اوہ' اتنی جلدی کیوں؟"

"بس۔ ایسے ہی۔"

"رات کیسی گزری؟"

"عمدہ۔ تم سناؤ۔"

"بری نہیں رہی استاد۔ لیکن۔"

"لیکن کیا؟"

"تمہارے الفاظ کانوں میں گونجتے رہے۔"

"غلط نکلا میرا خیال؟"

"اوہ۔" میں سنبھل گیا اور سوالیہ نگاہوں سے سردارے کی طرف دیکھنے لگا۔ "اس نے مجھے شراب کی پیش کی اور اس کے پاس عمدہ اور قیمتی شراب تھی لیکن میں نے مقدار کے اندر پی جبکہ وہ مجھے زیادہ پر مصر رہی اور اس کے بعد اس نے ایسے سوالات کیے استاد۔ کہ مجھے تمہارا ہی خیال ٹھیک معلوم ہوا۔"

"ہوں' تم نے جواب کیسے دیئے؟"

"اب سردارے اتنا احمق بھی نہیں ہے استاد!" سردارے نے مسکراتا ہوا بولا۔

"پھر بھی' مجھے بتاؤ سردارے۔ اس نے کیا سوال کیا؟"

"سب سے پہلے اس نے پوچھا' تمہارا ساتھی کون ہے اور کیا کرتا ہے؟"

"خوب' تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں نے کہا وہ فرشتہ ہے اور زمین اور آسمان کے درمیان پیغام رسانی کرتا ہے۔" سردارے نے جواب میں ہنس پڑا۔ "پھر اس نے کہا کہ اسے شبہ ہے کہ میرا ساتھی اسمگلر ہے۔ اس کا جواب میں نے دیا کہ آسمان سے روشنی لاتا ہے اور زمین سے تاریکیاں لے جاتا ہے بس سارے سوال و جواب ایسے ہی"

"وہ جھنجلائی نہیں؟"

"غلطی اس کی ہی تھی' اس نے مجھے پلا جو دی تھی اور نشے میں آدمی کے ذہن پر جو کچھ بھی سوار ہو۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور میں دل کھول کر ہنسا۔ سردارے کی ترکیب مجھے پسند آئی تھی۔

"تمہاری کیا پوزیشن رہی استاد؟" سردارے نے دلچسپی سے پوچھا۔

"دونوں لڑکیاں پولیس کی تھیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اللہ اس پولیس کا بھلا کرے۔ بڑے مہمان نواز لوگ ہیں۔"

سردارے نے کہا اور مجھے پھر ہنسی آ گئی۔ "پھر اب کیا پروگرام ہے استاد؟"

"کس سلسلے میں؟"

"پولیس نے ہمارے لیے جو بندوبست کیا ہے' اسے ہم شکریہ کے ساتھ قبول کرتے رہیں؟"

"شاید۔ یہ ممکن نہ ہو سردارے!"

"کیوں؟"

"میں نے ایک بار پھر انہیں ڈاج دیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" سردارے نے تعجب سے بولا۔

"میں نے ان پر ظاہر کر دیا ہے کہ میں ان کی حیثیت سے واقف ہو گیا ہوں اور وہ میرے اوپر ٹر دیں۔"

"اوہ' اس میں کوئی مصلحت ہو گی استاد!"

"تم خود بھی غور کر سکتے ہو۔ میں تو ابتداء سے اسی پالیسی پر عمل پیرا ہوں کہ وہ لوگ میری نگرانی رہیں اور میری کوششوں کے باوجود مشتبہ رہیں۔"

"عجیب کھیل ہے۔" سردارے نے گہری سانس لی۔

"تم سوچتے ہو گے سردارے کہ میں ہر جگہ لائن کاٹ دیتا ہوں۔ ظاہر ہے ابھی تمہارا اس لڑکی کو چھوڑنے کا پروگرام نہیں تھا۔"

"نہیں استاد۔ اب میں اسی میں خوش رہتا ہوں جو تم کرتے ہو۔"

"اس بار کھیل لمبا ہو گیا ہے سردارے۔ میرا خیال ہے اس چوہے بلی کے کھیل سے کوئی فائدہ ن اب کچھ کرنا ہی چاہیے۔"

"اوہ' کیا پروگرام ہے استاد؟"

"باہر کا جائزہ لو۔ کیا پوزیشن ہے؟" میں نے کہا اور سردارے ایک دم خاموش ہو گیا۔ پھر وہ برق ر سے باہر نکل گیا۔ اور پھر چند لمحات کے بعد واپس آ گیا۔ "سب ٹھیک ہے۔"

"بہر حال ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔ یہ بات طے ہو گئی ہے کہ غلام سیٹھ اس بار لمبے چکر میں پڑ ہے۔ اور پھر یہ انٹرپول بڑی خوفناک چیز ہے۔ پیچھے لگ گئی ہے تو کوئی فیصلہ کیے بغیر نہ چھوڑے گی۔ اس پاؤں کہیں بھی محدود نہیں ہیں میرا خیال ہے' غلام سیٹھ یہاں سے نکل گیا۔ ممکن ہے وہ واپس پشاور ہو یا کسی اور ملک۔ گویا ہمیں اب اس سے ملاقات کی کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ یا پھر یہ بھی ممکن غلام سیٹھ ہماری پوزیشن سے آگاہ ہو۔ اور اس نے ساری بات میرے اوپر چھوڑ دی ہو اور اپنے دوسرے آدمی کو نگاہ میں نہ لانا چاہتا ہو۔ دونوں ہی صورتوں میں ہمیں اپنا بچاؤ خود کرنا ہے چنانچہ اب اس مچولی سے کوئی فائدہ نہیں۔"

سردارے خاموشی اور توجہ سے میری بات سن رہا تھا۔ میرے خاموش ہونے کے بعد بولا۔ " ٹھیک ہے استاد۔ لیکن اب ہمارا کیا پروگرام ہے؟"

"میرا خیال ہے' فرینکفرٹ چھوڑ دیا جائے۔"

"کہاں چلیں گے استاد!"

"ڈنمارک۔" میں نے جواب دیا اور سردارے پھر خاموشی میں ڈوب گیا۔ میں بھی کسی خیال میں رہا۔ پھر میں نے سردارے کو خاموش دیکھ کر کہا۔

"کیا سوچ رہے ہو سردارے؟"

"اوہ' کچھ نہیں استاد!"

"پھر بھی؟"

"بس۔ سوچ رہا تھا کہ کیا یہ سفر آسان ہو گا؟"

"ہرگز نہیں۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"اوہ' پھر۔ کوئی ترکیب ہے ذہن میں؟"

"ذہن ناکارہ تو نہیں ہو گیا؟"

"کیا مطلب؟"

"ہے نہیں تو سوچ لیں گے۔"

"مجھے یقین ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ میں کسی سے بھی نہیں ڈرتا لیکن اس بار ذرا زیادہ ذہانت دکھانی پڑے گی۔"

"یقیناً۔"

"ہمارے پاس پاسپورٹ بھی نہیں ہیں اور پھر انٹرپول بھی ہمارے پیچھے ہے۔"

"مجھے احساس ہے سردارے۔"

"خدا کی قسم استاد۔ خیال نہ کرنا۔ سردارے تمہارے ایک اشارے پر گردن کٹوانے کو تیار ہے۔ تم جانتے ہو گے۔ میں ایسے ہی بطور مشورہ یہ گفتگو کر رہا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے میری جان!" میں نے پورے اعتماد سے کہا۔ بور ہونے لگا ہوں۔" سردارے نے کہا اور نے گردن ہلائی۔ دوسرے لمحے سردارے چونک پڑا۔

"کیوں خیریت؟" میں نے پوچھا۔

"یہ بیکر بھی تو ڈنمارک کا باشندہ ہے استاد!"

"ہاں۔"

"اوہ' تو تم نے وہاں جانے کا فیصلہ کسی خاص پروگرام کے تحت کیا ہے؟"

"پروگرام سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میرا مطلب ہے کہ ڈنمارک آپ بیکر کی وجہ سے تو نہیں جا رہے۔؟"

"یوں بھی ہماری دوسری منزل ڈنمارک ہوتی سردارے! لیکن اب تو صورت حال ہی بدلی ہوئی ہے۔ لہ انٹرپول کا ہے' سارے ممالک مخدوش ہو گئے۔ یہ غلام سیٹھ ـــــ"

"ہاں۔ کیا استاد؟"

"کچھ زیادہ ہی چوہا بن گیا ہے۔ مجھے کوئی پیغام تو ملنا چاہیے تھا ممکن ہے انٹرپول کی وجہ سے اس نے پورا بار سمیٹ لیا ہو۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

"استاد!" سردارے ہچکچاتے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہوں۔"

"ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھو یار۔"

"برا تو نہیں مانو گے؟"

"فضول بکواس نہیں' فوراً پوچھو۔" میں نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا۔

"غلام سیٹھ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"مجھے معاف کرنا استاد! تم اس سے عقیدت رکھتے ہو کیا؟ کیا تمہارا اس سے کوئی روحانی رشتہ ہے؟"

"روحانی رشتہ!" میں ہنس پڑا۔ "مجھے بتاؤ استاد؟" سردارے نے کہا۔ "میرا اس سے خالص جسمانی رشتہ ہے سردارے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ مجھے غلط فہمی میں لایا گیا تھا پھر اس نے مجھے کام کا آدمی پایا اور یہ حیثیت دے دی۔ مجھے اس سے کوئی عقیدت نہیں ہے۔ ہاں' برے لوگوں میں وہ ایک اچھا انسان ہے اور وہ بھی شاید اس لیے کہ میں اس کے معیار پر پورا اترا ہوں۔ دوسری صورت میں' میں نہیں جانتا کہ وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتا۔"

"گویا معاملہ صرف کاروباری ہے؟"

"ہاں ہاں' کاروباری' مطلب بتاؤ؟" میں غرایا۔

"مطلب صرف اتنا ہے استاد۔ کہ اگر بات صرف کاروباری ہے' تو تم اس سے کوئی بڑی توقع مت رکھو۔ تم یہ مت سوچو کہ وہ تمہاری حفاظت کے لیے بے چین ہو گا۔ اس وقت وہ صرف اپنے لیے سوچ رہا ہو گا استاد۔ اگر اس کی جان پر بن گئی ہے تو وہ سارے مہرے پٹوا دے گا۔ اور تم اس کے مہرے ہی تو ہو۔"

نہ جانے کیوں سردارے کی بات میرے دل میں اتر گئی۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ اس پر غور کرنے لگا۔ سردارے ٹھیک کہہ رہا تھا۔ میں نے غلام سیٹھ کے کئی مخالفوں کو ختم کر کے اس کے کاروبار کو وسعت دی۔ اسے کروڑوں کا منافع دیا۔ اس کے عوض اس نے مجھ سے اچھا سلوک کیا۔ جس کا مجھے اعتراف تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ غلام سیٹھ میرا گہرا دوست تھا۔ اگر وہ خود پھنس گیا ہے تو اب میری مدد کرنے کے لیے بے چین تو نہ ہو گا' بلکہ خود اپنی جان بچانے کی فکر میں ہو گا۔"

چنانچہ۔ اس وقت تک' جب تک وہ حالات سے نکل کر مجھ سے رابطہ قائم نہ کرے' مجھے اپنے طور پر اپنی حفاظت کرنی چاہیے اور پوری طرح اس پر توجہ دینی چاہیے۔ رہ گئی وہ دولت۔ جو میرے نام سے سوئٹزر لینڈ میں جمع تھی' تو اس پر لعنت' جان بچ گئی تو دیکھا جائے گا' ورنہ جہنم میں جائے۔"

سردارے بڑے غور سے میری خاموشی دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر خجالت کے آثار تھے۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور اس کی شکل دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیوں۔" یہ بارہ کیوں بج رہے ہیں؟"

"استاد۔ خدا کی قسم ناراض ہو گئے ہو تو جوتے مار لو۔ مگر میری اس بات کو برے انداز میں مت لو۔"

"نہیں سردارے میری جان! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا سوچنے لگے تھے؟"

"یہی کہ شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔"

"بالکل ٹھیک کہتا ہوں۔ تیری قسم نواز۔ پوری زندگی صرف جھک ہی نہیں مارتا رہا ہوں۔ میں نے بھی دنیا دیکھی ہے۔ ارے بڑی مطلبی ہے یہ دنیا۔ صرف اپنے بارے میں سوچتی ہے۔"

"ہاں' صرف اپنے بارے میں سوچتی ہے۔"

"مجھے تجھ سے عقیدت ہے استاد۔ سچ کہتا ہوں' اچھا آدمی نہ میں ہوں نہ تو۔ لیکن برے لوگوں میں ہم اچھے دوست ہیں۔ سردارے ترے لیے جان دے سکتا ہے تیری ہمت ہے تو آزما لے۔"

"تیرے سہارے۔ جینے میں لطف آنے لگا ہے سردارے!" میں نے کہا۔

"اور میں بھی تیرے بغیر زندہ نہیں رہوں گا نواز!" سردارے جذبات میں ڈوبے لہجے میں بولا۔ "اوکے

سردارے! بس اب یہاں سے نکل چلنا ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ سوچو' سردارے سے مشورہ کرو۔ اور چل دو۔" سردارے نے مدبرانہ انداز میں کہا اور اس کے اس انداز پر مجھے ہنسی آ گئی۔

اسی وقت بیکر اندر داخل ہوا۔ وہی ستا ہوا چہرہ' وہی بے رونق آنکھیں' ہر قسم کے تاثرات سے عاری ہمیں دیکھ کر اس کے ہونٹ کھنچ گئے اور آنکھوں میں معمولی سی چمک پیدا ہو گئی۔

"کہاں گئے تھے بیکر؟"

"کہیں نہیں ماسٹر۔ بس یونہی۔ میں نے کچھ ذمہ داریاں اپنے سر رکھ لی ہیں۔" بیکر مسکرایا۔

"کیسی ذمہ داریاں؟"

"بس کھانے پینے کی۔" بیکر ہنس پڑا۔

"ہاں یار۔ تم نے ہمیں اس فکر سے بے نیاز کر دیا ہے لیکن کیا خیال ہے' بلیک پول سے دل نہیں بھرا؟"

"بھر گیا ہے ماسٹر۔"

"پھر کہیں چلیں؟"

"جہاں دل چاہے چلو۔" بیکر نے کہا۔

"ٹھیک ہے' جلدی ہی تیاریاں کریں گے" میں نے کہا اور بیکر گردن ہلانے لگا۔ دوپہر کا کھانا ہم نے خیمے میں ہی کھایا بیکر نے عمدہ کھانا تیار کیا تھا پھر تین بجے تک آرام کیا بیکر سو گیا تھا لیکن ہم دونوں کو دن میں نیند نہیں آتی تھی۔

"استاد!" سردارے نے آواز دی۔

"ہوں۔"

"کیا خیمے میں ہی پڑے رہو گے؟"

"نہیں۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

"تب پھر اٹھو۔"

"کہا چلو گے؟"

"باہر نکلنے میں خطرہ ہے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"تب پھر ان لڑکیوں کے خیمے کا چکر بھی لگایا جائے اور پھر جھیل پر چلیں گے۔ ممکن ہے ہمارے دوستوں نے کوئی دوسرا بندوبست کیا ہو۔"

"منہ دھو رکھو۔ وہ تو دانت پیس رہے ہوں گے۔ ویسے رد عمل ضرور دیکھیں گے۔"

"تب اٹھو۔" سردارے بولا۔ اور پھر تیار ہو کر ہم باہر نکل آئے۔ باہر کی رونقیں یونہی بکھری ہوئی تھیں۔ لوگ ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے۔ ہم ٹہلتے ہوئے پہلے جینٹ کے خیمے کی طرف گئے۔ اور یہ دیکھ کر میں نے گہری سانس لی کہ جینٹ کا خیمہ ہی اپنی جگہ سے غائب تھا سردارے بھی گردن ہلا رہا تھا۔ "تمہارا خیال آج تک غلط نہیں نکلا استاد۔ مگر کیا ٹیٹ بھی غائب ہو گئی ہو گی؟"

"اس میں سوچنے کی کیا گنجائش ہے؟"

"دیکھیں؟" سردارے نے پوچھا۔
"آؤ۔ آؤ۔ اب ان کے یہاں رکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔" اور در حقیقت ٹیٹ کا خیمہ بھی غائب تھا۔
سردارے ہنس پڑا۔ "گدھے کے سر سے سینگ بھی اسی طرح غائب ہوئے ہوں گے استاد۔ میرا مطلب ہے وہ محاورے والے سینگ۔"
"شاید۔" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔
"چلو استاد۔ یہ دونوں تو گئیں۔ اب اپنا بھی یہاں رکنا بے سود ہے۔ بلکہ میرا خیال ہے بلیک پول تو چھوڑ ہی دیا جائے۔"
"ابھی چلیں؟"
"نہیں' ایسی جلدی بھی نہیں۔ دراصل فرینکفرٹ کے بازار زیادہ پسند نہیں آئے۔ تم نے دیکھا؟ کسی لڑکی نے لفٹ ہی نہیں دی۔"
"نہیں میری جان۔ یہ جرمنی ہے۔ ایسی بات تو نہیں' یوں کہو کہ ہم ہی الجھے رہے۔"
"ارے استاد! اس قتالہ عالم کو تو اک نگاہ اور دیکھ لیں۔"
"سینٹی ٹورا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ہائے ہائے جو کچھ بھی ہے' خوب ہے۔ تم نے اسے جھیل میں تیرتے ہوئے دیکھا تھا؟ بام مچھلی کی طرح تھی استاد۔ بام مچھلی کی طرح۔ ایسے سڈول بدن کبھی کبھی ہی دیکھنے میں آتے ہیں۔ مگر ایک بات ہے استاد۔ بلکہ افسوس ہے کہ وہ استانی نہ بن سکی۔"
"بہت ہی مغرور معلوم ہوتی ہے کمبخت۔ مگر سردارے! سچی بات یہ ہے کہ میری الجھن مجھے پوری طرح اس کی طرف متوجہ نہ کر سکی۔ ورنہ اس کی تو ایسی تیسی۔"
"ایک بار پھر ٹرائی کرو استاد!"
"مار کھا گئے تو؟"
"برا نہ ہو گا۔ تجربات میں اضافہ ہی سہی۔ دیکھیں گے کسی لونڈیا کے ہاتھوں پٹنے سے کیا محسوس ہوتا ہے۔"
"تب پھر سردارے۔ ایسا کرو کہ تم اس سے مخاطب ہونا۔ پٹنے کی نوبت آئی تو دو چار ہاتھ کھا کر تو تمہارا تجربہ بڑھ جائے گا۔ باقی پھر میں سنبھال لوں گا۔"
"ارے نہیں استاد!" سردارے گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "جب ایک بار استانی کہہ دیا تو ہمیشہ دل سے استانی سمجھوں گا استاد کے ہوتے ہوئے شاگرد کی مجال کہ کوئی ایسی ویسی بات سوچ سکے۔"
"مگر میں تمہارے حق میں دستبردار ہونے کو تیار ہوں۔"
"نہیں استاد۔ نہیں۔ میں یہ ظلم کرنے پر تیار نہیں ہوں' وہ تمہاری ہے۔ تمہاری رہے گی۔" سردارے نے ڈرامائی انداز میں کہا۔ لیکن میں اس ایثار کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا۔ سردارے اس شخص سے عبرت پکڑ چکا تھا جسے سینی ٹورا نے اٹھا کر دور پھینک دیا تھا۔ مجھے بڑے زور کی ہنسی آ گئی۔ "آؤ استاد! ذرا چلیں تو سہی۔ دیکھیں کیا کر رہی ہے؟"
ابھی ہم نے پلاسٹک کے خیمہ کی طرف رخ بھی نہیں کیا تھا کہ سینی ٹورا کی کار کے مخصوص ہارن کی آواز سنائی دی۔ کچھ بھگدڑ سی بھی محسوس ہو رہی تھی۔ اور پھر سردارے نے میرا بازو پکڑ کر زور سے کھینچ لیا۔

چ میں اس منحوس عورت کی کار کی لپیٹ میں آ ہی گیا تھا۔ لمبی رنگین کار دھول اڑاتی ہوئی زائیں
ل گئی۔ "سردارے!" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔
الو کی پٹھی۔" سردارے غرایا۔ اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ "پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے استاد۔!"
میں بھی یہی کہہ رہا تھا سردارے!"
ایسی تیسی اس استانی کی۔"
گئی کس طرف ہے یہ؟"
جھیل کی طرف۔"
آؤ' پھر اس کا دماغ درست کریں۔" میں نے کہا اور سردارے نے زوردار بڑک لگائی۔ دونوں مٹھیاں
سینہ پھلا لیا۔ اور خالص پنجابی اسٹائل میں گردن اکڑائے بڑھ گیا۔
ابے او تپی مرغے۔ یہ پنجاب نہیں ہے' ٹھیک سے چل۔ دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی
ت نہیں ہے۔"
اوہ۔" سردارے نے سانس چھوڑ دی۔ "تمہاری مرضی استاد۔ ورنہ مجھے تو سچ مچ جوش آ گیا تھا۔"
ے سردارے کو ٹھوکا دیا اور ہم دونوں جھیل کی طرف چل پڑے۔ سردارے کا اندازہ درست ہی تھا۔
ن کار جھیل کے کنارے کھڑی تھی اور لوگ آہستہ آہستہ اس کے گرد جمع ہوتے جا رہے تھے۔ لیکن ہم
یسی بے باک لڑکی بھی نہ دیکھی تھی۔ وہ لوگوں کی نگاہوں سے بے نیاز اپنے عجیب و غریب لباس کے بند
رہی تھی۔ اور پھر اس نے لباس اتار کر کار کی پچھلی سیٹ پر اچھال دیا۔ لباس کے نیچے سوئمنگ کاسٹیوم
سفید سڈول چکنے بدن پر۔ نیلے رنگ کا لباس بڑا کھل رہا تھا۔ سر پر سوئمنگ کیپ پہن کر اس نے گردن
۔ اور کھلی چھت کی کار کے دروازے پر ہاتھ رکھ کر دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ لیکن اب میں اس
لجھنے کا فیصلہ ہی کر چکا تھا۔ ساری دور اندیشیوں اور مصلحتوں کی ایسی تیسی۔ دوسری بار اس نے خود ہی
تھا۔ چنانچہ جب وہ چھلانگ لگا کر زمین پر پہنچی تو میں اس کے بالکل سامنے تھا۔ اور ظاہر ہے میرے چہرے
کے تاثرات نہیں تھے۔
نے میرے کھڑے ہونے کے انداز پر مجھے حیرت سے دیکھا اور پھر دلاویز انداز میں مسکرائی۔ "ہیلو!" اس
آواز بھی خوبصورت تھی۔
"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے پوچھا۔ اور اس نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر دیا۔ "کون سے جنگل
آئی ہو؟" میں نے غصیلے انداز میں کہا۔
"تمادوں ڈارلنگ؟" اس نے پیار بھرے انداز میں پوچھا۔
"ابھی میں تمہاری کار کی لپیٹ میں آتے آتے بچا۔"
"کیوں بچ گئے میری جان۔ مر جاتے تو زمین کی بہت سی ذمہ داریاں ہلکی ہو جاتیں۔" اس نے مضحکہ خیز
میں کہا۔ "اگر تم لڑکی نہ ہوتیں تو میں تمہاری طراری درست کر دیتا۔" میں نے دانت پیس کر کہا۔
"میں لڑکی نہیں ہوں' میری طراری درست کر دو۔" لڑکی نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔
"سردارے!" میں نے آہستہ سے کہا۔ "اس کے ہمدردوں کو سنبھالنا۔"
"کر دو مرمت سسری کی۔ سمجھتی کیا ہے خود کو۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور میں نے
ار نگاہوں سے سینی ٹورا کو دیکھا۔

"سنو لڑکی! اگر تم معافی مانگ لو تو میں تمہیں معاف کرنے کو تیار ہوں۔ دوسری صورت میں تھپڑ مار مار کر تمہارے گال سرخ کر دوں گا۔"

"ہائے ہائے تمہارے حسین ہاتھوں کا لمس میں اپنے رخساروں پر محسوس کرنے کے لیے بے چین ہوں میری جان!" سینی ٹورا آنکھیں بند کر کے گال بڑھاتے ہوئے بولی۔ بلاشبہ کوئی اور ہوتا تو اس کی باتوں میں آ جاتا۔ لیکن میں اس کی مکار فطرت کا ایک مظاہرہ دیکھ چکا تھا۔ چنانچہ آنکھیں بند کیے وہ میری طرف گھومی۔ دوسرے لمحے اس کی مضبوط ٹانگ بڑی پھرتی سے گھومی۔ میں پھرتی سے اچھلا اور اس کی لات میرے پیروں کے نیچے سے نکل گئی۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ اگر پنڈلیوں کے جوڑ پر لات پڑ جاتی تو میں زمین پر گر جاتا۔ لیکن میں نے زمین پر دوبارہ قدم رکھتے ہی' انتہائی برق رفتاری سے ہاتھ گھمایا اور سینی ٹورا کے بائیں گال پر ایک پٹاخہ چھوٹا۔ ایسا مزے دار تھپڑ تھا کہ وہ گرتے گرتے بچی۔ اب وہ کمر پر ہاتھ رکھے مجھے گھور رہی تھی۔ اس نے حلق سے وحشیانہ آوازیں نکالیں اور میرے اوپر ٹوٹ پڑی۔ اس نے کراٹے کے کئی ہاتھ مارے لیکن میں نے اسے طرح دی۔ پھر اس نے انتہائی اونچا اچھل کر میرے سینے پر لات مارنے کی کوشش کی لیکن میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ وہ زمین پر آئی تو میں اس سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اور اس بار میں نے اس کے دائیں گال کو نشانہ بنایا۔ چٹاخ کی یہ آواز بھی بڑی زوردار تھی۔ سینی ٹورا کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

"بس۔ آج کے لیے یہی کافی ہے۔" میں نے کہا۔ بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ لیکن وہ صرف تماشبین تھے۔ کسی نے سینی ٹورا کی حمایت کرنے کی کوشش نہ کی۔ سینی ٹورا نے مجھے روکنے یا کوئی حرکت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ خاموشی سے ہمیں دیکھتی رہی۔ اور ہم مجمع کے درمیان سے نکل آئے۔ ہم نے جھیل کا رخ کیا تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم جھیل کے کنارے تھے۔

"کوئی جواب نہیں استاد تمہارا۔" سردارے نے تعریفی انداز میں کہا۔ "حسین عورتوں کے نازک گالوں پر ایسے زوردار تھپڑ مارنا دل ہی کا کام ہے۔"

"مذاق اڑا رہا ہے یار۔" میں نے جھینپتے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہرگز نہیں استاد۔ قسم لے لو۔ اس میں مذاق اڑانے کی کیا بات ہے۔ سچ بتاؤ' وہ نرم ریشمیں رخسار کیا تھپڑ لگانے کے لیے تھے۔ ان کی تمازت نظر انداز کر کے ان کے ساتھ بے رحمی آسان بات ہے۔"

"آنسو نکل آئے تھے اس کی آنکھوں میں۔"

"اچھا ہے' یاد رکھے گی۔ ویسے اس نے کون سی کسر چھوڑی تھی۔ دعائیں مانگتا رہا تھا۔ اگر ایک بار اس کے داؤ میں آ کر گر پڑتے استاد۔ تو بڑی پکی ہو جاتی۔"

"اس میں کیا شک ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"بہرحال سبق مل گیا سسری کو۔ چھوڑو۔ ایسی مرد مار عورتوں سے عشق بھی جائز نہیں ہے۔ سچ استاد۔ میں شاید اس سے نہ نمٹ سکتا۔ اور کیسی اچھی بات ہے کہ میں نے ابتداء سے ہی اسے استانی کی نگاہ سے دیکھا اور اس کا احترام کیا۔"

"ابے تیری استانی کی ایسی تیسی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور ہم جھیل میں نہانے کے لیے لباس اتارنے لگے۔ لباس جمع کرانے کے بعد ہم دونوں جھیل میں اترے۔ جھیل پر حسب معمول رونق تھی۔ بے شمار لوگ نہا رہے تھے۔ میں اور سردارے بھی تیرتے ہوئے ایک طرف چل پڑے۔

"آج رات تو ہم یہاں رہیں گے استاد!" سردارے نے پانی سے گردن نکالتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہاں کیوں؟"

"کوئی مل جائے تو؟"

"اب وہ ان میں سے نہیں ہوگی۔"

"ہو بھی تو کیا استاد۔ پچھلی رات والیوں نے ہی ہمارا کیا بگاڑ لیا۔ او کے۔ تو بس مرد میداں کو اجازت۔" سردارے نے کہا اور جھیل میں غوطہ لگا دیا۔ یقیناً اب وہ لڑکیوں کی تلاش میں چل پڑا تھا۔ میں بھی پانی سے نکل آیا۔ اس وقت میرے ذہن میں بہت سے خیالات تھے یہاں سے نکل جانے کے لیے میں ترکیب سوچ رہا تھا۔ صحیح معنوں میں اس وقت بے یار و مددگار تھا۔ کرنسی حاصل کی جا سکتی تھی۔ مجھے تاش کے کھیل پر اعتماد تھا۔ لیکن پاسپورٹ۔ اس وقت تو پاسپورٹ سب سے بڑا مسئلہ تھے۔ خاص طور سے اس شکل میں کہ انٹرپول میرے پیچھے تھی۔ ان لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ میں غلام سیٹھ کا آدمی ہوں' اور اس کے بارے میں ضرور کچھ جانتا ہوں۔ اور اسی لیے وہ میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ لیکن ان سے پیچھا کیسے چھڑایا جائے۔ فی الحال کوئی ترکیب ذہن میں نہیں آ رہی تھی۔ پانی کے کھیل سے دل اکتا گیا۔ اور میں باہر نکل آیا۔ سردارے تو اب بے لگام گھوڑا تھا' نہ جانے کہاں نکل گیا ہوگا۔ اس لیے اسے تلاش کرنا فضول تھا۔ میں نے کپڑے پہن لیے اور ریستوران کا رخ کیا۔

ریستوران میں داخل ہوتے ہی سینی ٹورا پر نظر پڑی۔ ایک میز پر خاموش بیٹھی تھی۔ انگلیوں میں سگریٹ دبی ہوئی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ بے شمار لوگوں نے اس کے نزدیک ہونے کی کوشش کی ہوگی لیکن آسان بات نہیں تھی۔ اسی وقت سینی ٹورا نے گردن اٹھائی اور اس کی آنکھیں میری آنکھوں سے مل گئیں۔ تب اس نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے ہاتھ اٹھایا۔ مجھے قریب بلانے کا اشارہ تھا لیکن میں ایسا گیا گزرا بھی نہیں تھا کہ اس کے اشارے پر دوڑا چلا جاتا۔ میں نے حقارت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک سیٹ سنبھال لی اور سینی ٹورا نے جھینپے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھا۔ بہت سے لوگ اب بھی اس کی طرف متوجہ تھے اور یقیناً انہوں نے پوری سچوایشن دیکھی ہوگی۔

اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آنکھوں میں شدید جھلاہٹ کے آثار نظر آنے لگے۔ کئی منٹ تک وہ بیٹھی خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر ایک جھٹکے سے اٹھی اور میرے قریب پہنچ گئی اس دوران ویٹر میرے لیے سیب کی شراب اور "ساسج" لے آیا تھا۔

"میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟" اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"تشریف رکھیے۔" میں نے جواب دیا اور وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"تم مجھے غصہ دلا رہے ہو۔ سمجھے؟"

"یہاں بیٹھنے کی اجازت دے کر؟" میں نے شراب کا جگ اٹھا کر ایک گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "اسے لو۔ یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکتے۔ سینی ٹورا کی دشمنی بہت سے لوگوں کو موت کی نیند سلا چکی ہے۔"

"میں بھی مرنا چاہتا ہوں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"میں تمہاری یہ آرزو ضرور پوری کر دوں گی۔" وہ پھنکاری۔

"شکریہ۔ کیا پیو گی؟"

"کیا تم نے اسی طرح اپنی میز پر میری پذیرائی کی ہے' جیسے مہمانوں کی' کی جاتی ہے۔" وہ غصیلے انداز میں بولی۔ "کیا تم مہمان کی حیثیت سے میرے پاس آئی ہو؟"

"پھر؟"

"معاف کرنا' تمہارے انداز سے تو پتہ چلتا تھا' جیسے تم مجھے صرف موت کی دھمکی دینے آئی ہو۔ بہرحال اگر مہمان ہو تو۔۔ آپ کیا پسند کریں گی مس سینی ٹورا؟"

"شکریہ۔ کچھ نہیں۔"

"اوہ۔ یہ ممکن نہیں ہے براہ کرم۔۔۔۔" میں نے لجاجت سے کہا۔

"میرا مذاق اڑا رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ یقین کریں' ایک مہمان کی حیثیت سے آپ میرے لیے باعزت ہیں۔"

"میرے لیے۔ "رون برگ "منگوالو۔" اس نے کہا۔ اور میں نے چٹکی سے بیرے کو اشارہ کر دیا اور قریب آنے پر آرڈر سرو کر دیا۔ بیرا گردن خم کر کے چلا گیا۔

وہ اب بھی مجھے گھور رہی تھی۔ پھر آہستہ سے بولی۔ جرمن ہو۔؟"

"نہیں۔"

"کہیں اور سے آئے ہو؟"

"ہاں۔"

"کہاں سے؟"

"بس سیاح ہو۔ دیس دیس کی خاک چھان رہا ہوں۔"

"رہنے والے کہاں کے ہو؟"

"برٹش ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' لیکن انگریزوں کی سی روایات تو نہیں رکھتے۔"

"یعنی مجھے خاموشی سے تم سے مار کھا لینی چاہیے تھی؟" میں نے قیمہ بھری آنت کا ایک ٹکڑا چباتے ہوئے کہا اور وہ بے اختیار مسکرا پڑی۔

"نہیں' میرا یہ مطلب نہیں۔ لیکن تمہارے اندر انگریزوں کی سی شائستگی نہیں پائی جاتی۔" میں نے اس کی بات سن کر منہ ٹیڑھا کر لیا۔ جواب دینے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔ وہ میری شکل دیکھتی رہی۔ پھر اس کا آرڈر سرو ہو گیا۔ رون برگ کھاتے ہوئے اس نے مسکراتی نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور آہستہ سے بولی۔ "بہر صورت تمہارے اندر ایک خوبی ہے۔"

"بہت سی خوبیاں ہیں۔ تم مجھے نہیں جانتیں۔" میں نے سیب کی شراب کا جگ خالی کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے ابھی ایک ہی محسوس کی ہے۔"

"میرے ساتھ کچھ وقت گزارو۔ میری خوبیوں سے آشنا ہو جاؤ گی۔"

"دعوت دے رہے ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"ہوں۔" لڑکی چند منٹ خاموش رہی پھر بولی۔ "تم نے اس خوبی کے بارے میں نہیں پوچھا جس کا نے ذکر کیا ہے؟"

"بتا دو۔"

"تم مجھ سے مرعوب نہیں ہوئے۔ جبکہ وہ جو مجھے جانتے ہیں' مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے ہکلاتے ہیں۔ جو مجھے نہیں جانتے' وہ پہلی ملاقات کے بعد مجھے سمجھ جاتے ہیں۔"

"مس سینی ٹورا۔ میرے خیال میں آپ شدید غلط فہمی کا شکار ہیں۔"

"اپنی حد تک بات کرو۔ تم بڑے کمینے انسان ہو۔ تم نے میرے گالوں پر اتنے زوردار تھپڑ لگائے ہیں ابھی تک دکھ رہے ہیں۔" نہ جانے کیوں اس کی شکایت میں بڑی محبوبیت تھی' مجھے پسند آئی۔ اور رے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تم نے بھی کون سی کسر چھوڑی تھی۔ پچھلی رات تم نے میرا سر ڑنے کی کوشش کی۔ اور اس وقت بھی اگر میں نہ بچ سکتا' تو تم میرے ساتھ بہت برا سلوک کرتیں۔"

"پچھلی رات کب؟" وہ حیرت سے بولی۔

"میرا مطلب اس رات سے ہے' جس کی شام تم آئی تھیں۔"

"تو کیا ہماری ملاقات پہلے بھی ہو چکی ہے؟" وہ تعجب سے بولی۔

"جی ہاں۔"

"مگر کب۔؟ کس وقت؟"

"جب آپ اپنی رعایا میں چرس تقسیم کرنے کے بعد انہیں اپنے گٹار کے نغموں سے نواز رہی تھیں۔ راس ناچیز نے اپنا فن پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"اوہ ونڈر فل۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟" وہ چونک کر بولی۔ "سچ مچ تم وہی ہو؟"

"سر بچ گیا تھا۔ ورنہ پھٹے ہوئے سر سے گواہی دلوا دیتا۔"

"آئی ایم سوری۔ مجھ سے واقعی حماقت ہوئی تھی۔ میں تمہارا چہرہ ٹھیک سے نہیں دیکھ سکی تھی۔ لیکن ں کے بعد میں تمہیں تلاش کرتی رہی۔ اور تم مل جاتے تو میں تم سے معافی ضرور مانگتی۔ لیکن اس کے بعد ھی تمہارا گٹار نہیں سنا؟"

"ارے قلاش ہوں۔ اپنے پاس گٹار نہیں رکھتا۔ اس وقت بھی بس تمہیں الٹا سیدھا گٹار بجاتے دیکھ کر ش آ گیا تھا۔ اور میرا ساتھی اپنے مخصوص انداز میں کچھ لوگوں کا گٹار چھین لایا تھا جو بعد میں انہیں واپس کر گیا۔"

"میں الٹا سیدھا گٹار بجاتی ہوں؟" وہ غصے سے آنکھیں نکال کر بولی۔

"ہاں کوئی خاص بات نہیں ہے' تمہارے اندر۔"

"مقابلہ کرو گے مجھ سے؟"

"یقین کر لو۔ ہار جاؤ گی۔"

"اتنا بھروسہ ہے خود پر؟"

"اس سے بھی کہیں زیادہ۔"

"چلو ٹھیک ہے' دیکھ لوں گی۔ دوست بنو گے میرے؟" وہ مسکرائی۔

"خلوص دل سے بنو گی؟ میرا مطلب ہے' میرے تھپڑ بھول کر۔؟"

"ہاں! میں اسی ٹائپ کی عورت ہوں۔ تم نے میری اداؤں سے بچ کر میرے گالوں پر کامیابی سے تھپڑ لئے۔ بہرحال یہاں تمہاری فوقیت ظاہر ہو گئی۔ کیا تم جو جستو ایکسپرٹ ہو؟"

"ارے میں نہ جانے کون کون سی چیزوں کا ماہر ہوں' تم کیا جانو۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"پھر قلاش کیوں ہو؟"

"بس اس بارے میں نہ پوچھو۔" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

"کام کرنا پسند نہیں کرتے ہو گے؟"

"ہاں۔ میں کسی دکاں پر سیلز مین تو ہرگز نہیں بن سکتا۔ نہ کسی فرم کا ایڈمنسٹریٹر۔ میں تو چلتی پھرتی زندگی کا قائل ہوں۔ لیکن قسمت ساتھ نہیں دیتی۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"میرا نام تقدیر ہے۔" لڑکی مسکرائی۔

"کیا مطلب؟"

"میں تمہارا ساتھ دوں گی۔"

"گویا میرے اوپر احسان کرو گی؟"

"دوست بننے کا وعدہ کیا ہے نا۔"

"یار میری سمجھ میں نہیں آتا۔ مار کھانے سے پہلے تم میری دشمن تھیں' اور مار کھانے کے بعد میری دوست بن گئیں۔ یہ کیا سیاست ہے؟"

"بار بار مجھے اپنی بدتمیزی یاد مت دلاؤ۔ اس کے بعد تم اس واقعے کا ذکر نہیں کرو گے۔" وہ جھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

"اوہو۔ اچھا اچھا۔ ٹھیک ہے' آئندہ احتیاط رکھی جائے گی۔ مگر تم میرے لیے کیا کرو گی؟"

"بس بس' فضول باتیں مت کرو۔" وہ بگڑتے ہوئے انداز میں بولی اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ میں دلچسپ نگاہوں سے اس عجیب و غریب شے کو دیکھ رہا تھا۔ انوکھی لڑکی تھی۔ ویسے مجھے اندازہ تھا کہ وہ فریب سے کام لیتی ہے' کہیں دھوکے سے کوئی وار نہ کرے۔ لیکن بہرحال وہ اس قدر دلکش تھی کہ اسے ہر صورت میں برداشت کیا جا سکتا تھا۔

"سینی ٹورا!" میں نے اسے پیار سے پکارا۔

"ہوش میں رہو۔" وہ غرائی۔ "تم مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"اوہو' تو کیا مجھے تمہاری ملازمت کرنی پڑے گی؟" میں نے گردن ٹیڑھی کر کے کہا۔

"میں تم جیسے بدتمیزوں کو ملازم رکھنا بھی پسند نہیں کروں گی۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"کیا میں یہ سنی ہوئی پلیٹ تمہارے منہ پر دے ماروں؟" میں نے بھی غصیلے انداز میں کہا۔

"کیا۔ کیا۔ تمہاری موت ہی آ گئی ہے کیا؟" وہ کرسی پیچھے کھسکا کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے اطمینان سے ویٹر کو اشارہ کیا اور اس کے قریب آنے پر کچھ نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیئے۔

"باقی رکھ لینا۔" میں نے کہا اور پھر سینی ٹورا کو گھورتے ہوئے بولا۔ "اگر تم اس ہوٹل میں پٹنا نہ چاہو تو باہر چلو۔ میں چاہتا ہوں' تمہارا دماغ ہمیشہ کے لیے درست کر دوں۔"

سینی ٹورا' جو مجھے تیکھی نگاہوں سے گھور رہی تھی اور جس کے چہرے پر خونخوار تاثرات پھیلے ہوئے تھے اچانک نرم پڑ گئی۔ اس کے خدوخال کا تیکھا پن کسی حد تک کم ہو گیا تھا اور پھر وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔

"ذلیل ترین انسان ہو۔ میرا سارا گھمنڈ ختم کیے دے رہے ہو۔ لیکن اس بات کو نوٹ کر لینا کہ میرے

ہاتھوں مارے جاؤ گے۔"

"ڈیئر سینی ٹورا۔ میری صرف ایک خواہش ہے۔ ذہن سے یہ خیال نکال دو کہ ہر انسان تمہارا مطیع ہو سکتا ہے۔"

"اٹھ گئے ہو تو آؤ باہر چلیں۔" اس نے تھکے تھکے سے انداز میں کہا۔ اور میں نے اس کے ساتھ قدم آگے بڑھا دیئے۔ ہم ریستوران سے باہر نکل آئے۔ سینی ٹورا کے چلنے کا انداز بھی بڑا دلکش تھا میں نے پہلی بار غور کیا تھا۔ بہرحال وہ میرے ساتھ چلتی ہوئی اپنی کار تک آئی۔

"کہاں؟" میں نے پوچھا۔

"کسی سنسان علاقے میں' جہاں میں تمہیں قتل کر سکوں" وہ بولی۔

"فرینکفرٹ میرے لیے اجنبی جگہ ہے۔"

"میں لے چلوں گی۔"

"تب ٹھہرو۔ میں لباس بدل لوں۔"

"جاؤ۔" اس نے کہا اور میں نے جا کر لباس تبدیل کر لیا۔ پھر میں اس کے ساتھ کار میں آ بیٹھا۔ اور سینی ٹورا نے کار اسٹارٹ کر دی۔ اور پھر وہ بلیک پول کے علاقے سے ہی نکل آئی۔

لیکن اب میں اپنے اس اقدام پر غور کر رہا تھا۔ حماقت تو نہیں ہو گئی۔ نہ جانے کہاں لے جا رہی ہے۔ اس کینہ پرور لڑکی سے ہر بات کی توقع کی جا سکتی تھی' چالاک اور کسی قدر کریک تھی۔ بہرحال اب تو آ ہی گیا تھا۔ سردارے کو بھی نہیں معلوم تھا کہ کیا ہوا ہے۔

فرینکفرٹ کے نواحی علاقوں سے واقف نہیں تھا۔ نہ جانے یہ سڑک کہاں جاتی تھی لیکن سینی ٹورا جس انداز میں ڈرائیونگ کر رہی تھی' اسے دیکھ کر چکر آ رہے تھے۔ سڑک پر چھوٹے چھوٹے موڑ تھے لیکن کمبخت سوئی نوے اور سو کے ہندسے سے نیچے نہیں گرنے دے رہی تھی۔ بہرحال اب میں اس حد تک بزدل بھی نہیں تھا کہ اس ڈرائیونگ سے خوفزدہ ہو جاتا۔

میرے اندازے کے مطابق سینی ٹورا نے تقریباً" پچاس میل کا سفر کیا اور پھر اس نے کار سڑک سے اتار دی۔ سرسبز علاقہ تھا' اکا دکا عمارتیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ کار روک کر وہ میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر اس نے ڈیش بورڈ کے نزدیک کا ایک بٹن دبایا اور ایک دراز باہر آ گئی۔ دوسرے لمحے اس نے پھرتی سے دراز میں ہاتھ ڈال کر باہر نکال لیا۔

اب اس کے ہاتھ میں پستول چمک رہا تھا اور اس کی نالی میری پیشانی کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ اور پھر اس کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اب بولو۔"

"کیا بولوں جان من!" میں نے دلنشیں انداز میں کہا۔

"تم نے میری توہین کیوں کی تھی؟"

"تم نے نہیں کی تھی؟"

"اور اگر میں تمہیں یہیں گولی مار دوں تو؟"

"مشکل ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ سینی ٹورا کی توجہ ایک لمحے کے لیے ہٹی تھی۔ دوسرے لمحے میرا کھڑا ہاتھ اس کے ہاتھ پر پڑا اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔ اس کے منہ سے عجیب سی آواز نکل گئی تھی۔ دوسرے لمحے میں نے اس کے لمبے خوبصورت بال پکڑ لئے اور

نہیں تھا۔ آٹھ لڑکیاں اور میرا نمبر آٹھواں تھا۔ میرے باپ نے بیٹے کی حسرت اس طرح پوری کی کہ مجھے لڑکا بنا دیا۔ سترہ سال کی عمر تک لڑکوں کی مانند زندگی بسر کی اور اتنی عادی ہو گئی کہ خود کو لڑکی سمجھنا ہی چھوڑ دیا اور پھر میرے اندر اور بھی بہت سی برائیاں پیدا ہو گئیں۔ میں نے نہ جانے کیا کیا ہنگامے کیے' باپ کی اس خواہش نے مجھے انوکھے روپ دے دیئے یہاں تک کہ میں گھر والوں کے کام کی نہ رہی۔ میرا باپ بھی میری علتیں برداشت نہیں کر سکا' جس نے خود مجھے یہ روپ دیا تھا۔ سو میں نے گھر چھوڑ دیا۔ جو کچھ کیا کامیاب رہی۔ بڑے بڑے جیالے میرے ہاتھوں اپنا غرور کھو بیٹھے۔ میں نے تمہیں بتاؤں۔ میں نے اپنی زندگی میں سولہ قتل کیے ہیں' خود اپنے ہاتھوں سے لیکن اس وقت جھیل پر ——— اور ——— اس وقت' تم نے میرا غرور توڑ دیا ہے۔ ہاں میں عورت بن گئی ہوں اور ٹوٹے ہوئے غرور مشکل سے گردن اٹھاتے ہیں۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ اور میں اس کے الفاظ پر غور کرتا رہا۔ حالات نے مجھے بے اعتباری سکھا دی تھی' چنانچہ میں نے اس کے باوجود اس پر یقین نہیں کیا۔

"بہرحال مادام سینی ٹورا! میں آپ سے ہوشیار رہوں گا!"

"اعتبار نہیں کرو گے؟"

"کیا مطلب؟"

"میں شکست خوردہ ہوں لیکن مضبوط زبان رکھتی ہوں۔ تمہارے خلاف کچھ نہیں کروں گی!"

"اعتبار بھی کر لوں گا لیکن کچھ وقت درکار ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے پژمردہ سی آواز میں کہا اور ایک بار پھر ہم کیمپ پہنچ گئے۔ "مجھے اپنا خیمہ دکھا دو!" وہ بولی۔

"ہاں' اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ دوسری شکل میں بھی تمہیں تلاش کرنے میں دقت نہیں ہو گی۔" میں نے جواب دیا اور اس کی کار اپنے خیمے کی طرف لے گیا۔ اتفاق سے اس وقت سردارے اور بیکر دونوں موجود تھے۔ سردارے خیمے کے برابر ہی کھڑا تھا۔ ہم دونوں کو دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑا۔ "واہ! استاد! آخر لے ہی آئے استانی کو۔ خدا کی قسم' اگر میں افریقی ہوتا تو اس وقت تمہارے گرد اچھل اچھل کر رمبا سمبا ناچتا۔ ہائے استانی! پھنس گئیں استاد کے جال میں آخر۔ ساری اکڑ رکھی رہ گئی نا۔" سردارے اردو میں بولا۔

"استاد! ساری زندگی کے لیے ہی تمہیں استاد بنا لیا ہے' چنانچہ کوئی ایسی بات کرنا فضول ہے۔ براہ کرم بتا دو اس جنگلی سانڈ کو کس طرح قابو میں کیا؟"

"یہ استادی کے گر ہیں سردارے! فکر مت کرو بتا دیں گے کسی وقت۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے خدا کی قسم استاد! فنکار ہو۔ کم از کم اس عورت کو قبضے میں کر کے تم نے خود کو مکمل ثابت کر دیا ہے۔"

"اچھا فضول بکواس مت کرو۔ کافی ہو گئی۔"

"استاد! ایک بات اور بتا دو۔" سردارے گھگھیایا۔

"بکو؟"

"باقی معاملات کیا رہے؟ رکو گے یہاں؟"

"عجیب احمق انسان ہے۔" مجھے سردارے کی بات پر ہنسی آ گئی۔

"احمق نہیں استاد۔ میں ہمیشہ پیچھے رہ جاتا ہوں۔" سردارے منہ پھلا کر بولا۔ "کم بخت ٹیٹ بھی

...ئی۔ اب تم ہی بتاؤ' میں کیا کروں؟"

"بات بہت معمولی ہے' کوئی خاص نہیں ہے۔ میرا خیال ہے ابھی چند روز انتظار کریں گے۔ بہرحال ...ے نکلنا بھی کار دارد ہے۔ ابھی تک کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ تو میں بھی یہاں رکنے کے انتظامات کر لوں۔" سردارے نے کہا اور میں نے گردن ...بیکر خاموشی سے بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ اس کی شکل دیکھتا رہا۔ وہ ہماری گفتگو کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ لاپروا سا انسان تھا۔ سردارے باہر نکل گیا اور میں نے بیکر کو آواز دی۔

"ماسٹر!" بیکر نے چونک کر جواب دیا۔

"کیا سوچتے رہتے ہو بیکر ہر وقت؟"

"کچھ نہیں ماسٹر! کوئی خاص بات نہیں۔"

"پھر بھی؟"

"یقین کرو ماسٹر۔ بس فضول باتیں۔"

"میری رائے ہے بیکر۔ اپنے اندر کچھ تبدیلی پیدا کرو۔"

"تبدیلی؟"

"ہاں۔ تمہارے پاس اب کپڑے بھی ہیں لیکن تم لباس نہیں بدلتے۔ باہر بھی نہیں جاتے۔"

"جاتا ہوں ماسٹر۔" بیکر نے گردن جھکا کر کہا۔

"کب جاتے ہو؟"

"کھانے پینے کی چیزیں لینے جاتا ہوں۔"

"اوہ! میری خواہش ہے تم سیر و تفریح کی غرض سے بھی جایا کرو۔ ویسے تمہارے چہرے پر خاصی رونق ...میں چاہتا ہوں بیکر' کہ جب تم اپنے وطن میں داخل ہو تو تمہارے اندر کوئی خاص تبدیلی نظر نہ ...ے۔"

اور بیکر پھیکے انداز میں مسکرانے لگا۔

سردارے مستقبل غائب ہو گیا۔ میں اس دوران خیمے میں ہی رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ رات کیسے ...ری جائے۔ کیوں نہ سینی ٹورا کی طرف چلا جائے۔ خطرہ تو قدم قدم پر ہے۔ ممکن ہے وہ مکار عورت بھی ...بھارہی ہو۔ بہرحال ایک طرف انٹرپول کا جال ہے اگر اس میں اور اضافہ ہو جائے تو کیا فرق پڑتا ہے اور ...ے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ کسی طور سینی ٹورا ابھی تو انٹرپول سے تعلق نہیں رکھتی۔ میں سوچتا رہا' ...ر غور کرتا رہا۔ بظاہر تو ایسے نشانات نہیں ملتے تھے لیکن اگر ہے بھی تو کیا فرق پڑتا ہے اور پھر میرے ذہن ...غلام سیٹھ بھی آیا۔ آخر اسے کیا ہوا؟ کیا انٹرپول کے خوف سے اس نے میدان ہی چھوڑ دیا ورنہ وہ ...ے لیے ضرور بے چین ہوتا۔ اگر اس نے اس لائن سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے تو ٹھیک ہے۔ میرے ...کیا اثر پڑتا ہے۔ بہرحال اب تو مجھے بھی زندگی گزارنا آ گئی ہے۔ میں اپنے طور پر بھی زندگی گزار سکتا ...میں ابھی تک اپنا رخ اس لیے نہیں بدل سکتا تھا کہ کہیں غلام سیٹھ مجھے بزدل نہ سمجھے' یہ نہ سوچے کہ ...نے حالات سے' خطرے سے گھبرا کر خود کو روپوش کر لیا۔

پھر میں باہر نکلنے کی تیاریاں ہی کر رہا تھا کہ کار کے انجن کی آواز سنائی دی۔ کار ہمارے خیمے کے سامنے ہی ...رکی تھی۔ میں نے پردہ سرکا کر باہر جھانکا۔ سینی ٹورا کار سے اتر رہی تھی۔

"مسٹر!" اس نے مجھے پکارا اور میں خود بھی اس کی طرف بڑھ گیا۔ سینی ٹورا کے وہی طور تھے لیکن نگاہ سے دیکھنے سے اس کے اندر معمولی سی تبدیلی کا احساس ہو جاتا تھا۔ "ہیلو ــــــ ٹورا!" میں نے دلی سے کہا۔

"مصروف ہو؟"

"نہیں!"

"تو آؤ۔ رات کا کھانا ساتھ ہی کھائیں گے۔" اس نے پیشکش کی۔

"اوہ!" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور اس نے نگاہ چرا لی۔ "ٹھیک ہے۔ میں اپنے سا کہہ دوں۔" اور اس نے گردن ہلا دی۔ تب میں نے خیمے میں واپس جا کر بیکر کو ہدایت دی کہ وہ ہمار کیے بغیر کھانا کھا لے۔ سردارے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا اور میں بہرحال کھانا سینی ٹورا کے کھاؤں گا!

پھر میں اس کے پاس کار میں آبیٹھا اور اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ "تمہارا نام کیا اس نے پوچھا۔

"ایڈورڈ!" میں نے جواب دیا۔

"مسٹر ایڈورڈ! آپ میری طرف سے کتنے ہی مشکوک رہیں، بہرحال میں آپ کو دوست بنانے کا چکی ہوں اور ضدی تو میں ہوں۔ بس ایک گذارش ہے، وہ یہ کہ خود مجھے چاہے جتنا ذلیل کر لیں، آپ ہے لیکن دوسروں کے سامنے نہیں۔"

"مس سینی ٹورا! آپ کچھ بھی ہوں۔ آپ کے ذہن میں کچھ بھی ہو۔ آپ کسی کی بھی نمائند میں آپ سے صرف اتنا عرض کروں گا کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں۔ اپنے حالات کا شکار بھی ہوں۔ ملک گھوم کر شوق سیاحت پورا کرنے کا خواہش مند تھا، نکل پڑا اور خود کو ان تمام حالات، خطرات، حادثا لیے تیار کر لیا جو اس آوارہ گردی میں پیش آ سکتے تھے۔ کسی حد تک اپنے دفاع کے لیے بھی تیاریاں میں نے آپ سے الجھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ آپ نے خود ہی میرے لیے اتنا کچھ کیا، میں ناکار آپ نے مجبور کر دیا۔ بہرحال آپ کی شکست کا اعلان کر کے میں لوگوں کی نگاہوں میں ممتاز نہیں ہو رہی آپ کو ذلیل کرنے کی بات، تو آپ یقین کریں، میرے ذہن کے کسی گوشے میں ایسا کوئی خیال ہے۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر ایڈورڈ!" سینی ٹورا نے ممنونیت سے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے خوبصورت خیمے کے نزدیک پہنچ گئی اور پھر مجھے اندر لے گئی۔ در اس کا خیمہ جدید ترین تھا۔ سفر کی ہلکی پھلکی لیکن چھوٹی سے چھوٹی ضروریات سے آراستہ۔ میں پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ سینی ٹورا بھی میری طرف ہی دیکھ رہی تھی۔

"پسند آیا؟"

"ہاں! باہر سے بھی خوبصورت تھا، اندر سے اور خوبصورت ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے مسٹر ایڈورڈ!" وہ بولی۔

"اوہ! بہرحال اب ہم دوست ہیں۔"

"خود میری فطرت میں ہی کچھ خرابی ہے۔" اس نے فکر مندی سے کہا، پھر چونک کر بولی۔ "د

پ کے ہموطن ہیں؟ وہ آپ کے ساتھ کیوں رہتے ہیں؟"

"بنتو میرا واحد دوست ہے، بھائی دوست، یا زندگی بھر کا ساتھی بیکر ایک مظلوم آوارہ گرد ہے۔ ں کا باشندہ ہے۔ یہیں کیمپ میں مل گیا تھا۔"

"ہوں۔" سینی ٹورا کچھ سوچنے لگی، پھر چونک کر اٹھ گئی۔ "کیا پئیں گے آپ؟"

"شراب رات کو بارہ بجے کے بعد پیتا ہوں۔"

"ارے۔ کیوں؟"

"بس اصول ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تب کافی کا پانی رکھ دوں؟"

"جیسی آپ کی مرضی۔"

"تب چند منٹ کی اجازت دیں۔" وہ خیمے کے کچن کی طرف بڑھ گئی اور میں اس کے بارے میں سوچنے ی قسم کا خوف وغیرہ تو دور دور تک میرے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں تھا۔ ہاں سینی ٹورا کی پراسرار پرکشش شخصیت کے بارے میں سوچ ضرور رہا تھا۔ انوکھی عورت ہے اور بے حد دلکش ہے۔ بہرحال سی انوکھی عورتوں سے میرا واسطہ پڑ چکا تھا اور بحیثیت عورت، میں نے انہیں صرف عورت پایا تھا۔ ی دیر کے بعد سینی ٹورا کافی لے آئی۔ اس نے کافی کے برتن کسی گھریلو عورت ہی کے انداز میں میرے ے رکھے اور پھر کافی کی دو پیالیاں بنا کر ایک میرے سامنے کھسکا دی اس کے ساتھ ہی خشک میوے بھی

کافی پیتے ہوئے وہ خاموشی سے کچھ سوچتی رہی، پھر اس نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا۔ "ابھی آپ نے جملہ کہا تھا مسٹر ایڈورڈ!"

"کونسا؟" میں نے لذیذ کافی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے پوچھا۔

"آپ نے کہا تھا کہ میرے ذہن میں کچھ بھی ہو، میں کسی کی بھی نمائندہ ہوں۔"

"شاید!" میں نے لاپرواہی سے گردن ہلائی۔

"نمائندہ سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"کوئی خاص مراد نہیں تھی۔ میرا مقصد آپ کی ذات سے تھا یعنی آپ کسی بھی انداز میں سوچیں۔ یوں ں میں نے اس وقت الفاظ کا صحیح استعمال نہیں کیا تھا۔ مگر آپ کیوں چونکیں؟"

"نہیں۔ وہ جملہ میرے ذہن میں کھٹک رہا تھا۔"

"اوہ۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔"

"آپ کے ذرائع آمدنی کیا ہیں مسٹر ایڈورڈ؟"

"کیا یہ نجی سوال نہیں ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہے، لیکن میں اس میں دخل انداز ہونا چاہتی ہوں۔" اس نے کسی قدر ناز بھرے انداز میں کہا اور کے اندر سے عورت جھانکنے لگی۔ ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ بھی تھی۔

"ضروری ہے؟"

"ہاں!"

"تو پھر سن ہی لیجئے مس سینی ٹورا! میرے ذرائع آمدنی کچھ نہیں ہیں۔ ہاں گزارہ کر لیتا ہوں کسی نہ کسی

طرح۔ آج کل جو کام چل رہا ہے‘ وہ ایک جوئے خانے کی رقم سے چل رہا ہے۔ باون پتے میرے غلام ہیں۔“

”اوہ۔ شارپنگ؟“ وہ مسکرائی۔

”ہاں!“

”کوئی ڈھنگ کا کام کیوں نہیں کرتے؟“

”مثلاً کسی دفتر میں کلرکی یا کسی الیکٹریکل کمپنی میں انجینئری؟“

”نہیں۔“ وہ ہنس پڑی۔ ”یہ کام تمہارے بس کا نہیں ہے۔“

”پھر؟“

”اسمگلنگ! منشیات کی اسمگلنگ!“ اس نے جواب دیا اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

سینی ٹورا مسکرا رہی تھی۔ چند ساعت ہم دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔ ”مجھے اس کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔“

”ہو جائے گا!“ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

”کس طرح؟“

”میں تمہاری مدد کروں گی۔“ اس نے جواب دیا۔

”تم؟“

”ہاں!“ سینی ٹورا نے پوری سنجیدگی سے جواب دیا اور میں غور سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

”کیا تم مجھے ان ذرائع کے بارے میں بتاؤ گی؟“

”نہیں!“

”اوہ!“ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں اگر تم تیار ہو گئے تو بندوبست کر دوں گی۔ لیکن تمہیں پورے اعتماد کے ساتھ کام کرنا ہو گا۔“

”سینی ٹورا!“ میں نے گہری چال چلتے ہوئے کہا۔ ”اگر تم نے ایسی بات کی ہے تو پھر میں تم سے کچھ ا باتیں صاف صاف کھل کر کہہ دوں اور میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا لیکن تم سے درخواست ہے کہ انہیں محسوس نہیں کرو گی۔ رہی میری بات تو بہرحال میں اس آنکھ مچولی سے تنگ آ گیا ہوں۔ میرے حالا زیادہ دلخوش کن نہیں ہیں۔“

”سینی ٹورا سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

”سینی ٹورا! ممکن ہے تم دل سے میری دوست نہیں بنی ہو۔ تمہارا بھی وہی مقصد ہو جو جینٹ شیر اور ٹیٹ کا تھا لیکن بہرحال انسان‘ انسانوں پر اعتماد نہ کرے تو کیا درختوں پر کرے؟ سنو سینی ٹورا! اگر تمہا تعلق انٹرپول سے ہے تو براہ کرم اپنے باسز سے صرف اتنا کہہ دو کہ میرا جرم صرف اتنا سا ہے کہ میں دنیا گہری دلچسپی نہ رکھنے والا ایک آوارہ گرد ہوں۔ زندگی کا خواہش مند بھی ہوں اور نگر نگر گھوم کر نیر کائنات دیکھنے کا طلب گار۔ زندہ رہنے کے لیے جائز ذرائع نہیں رکھتا‘ اسی لیے ایک اسمگلر کی دعوت قبو کر لی تھی۔ وہ نہیں مل سکا اور یہ اچھا ہی ہے کہ وہ نہیں ملا۔ اگر میں اس کے لیے کام شروع کر چکا ہوتا تو میرا جرم مسلم تھا۔ بہرحال‘ ابھی تک میں نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا۔ انٹرپول کے ہاتھ لامحدود ہوتے ہیں مجھے ایک بار پھر گرفتار کر لیا جائے اور اس وقت تک قید میں رکھا جائے جب تک میری پوری ہسٹری معلو

ئے اور اس کے بعد میرا پیچھا چھوڑ دیا جائے‘ بلکہ اگر میری خدمات حاصل کی جائیں تو میں ان کے لیے رنے پر بھی تیار ہوں۔ میرے اوپر کڑی نگرانی رکھی جائے‘ مجھے اعتراض نہ ہو گا۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ احمق نہیں ہوں اور اپنا کام انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہوں‘ یا پھر مجھے گولی مار دی جائے اور اس تصور ی چھٹکارا حاصل کرایا جائے کہ میں کسی بڑے اسمگلر کا ساتھی ہوں۔ میری اس گفتگو سے تمہارے لیے دوہرے نتائج اخذ ہوتے ہیں سینی ٹورا!“ میں نے اس کی طرف دیکھا۔ سینی ٹورا کے چہرے پر عجیب سے ت تھے۔

میں خاموش ہو گیا‘ تب بھی وہ میری شکل دیکھتی رہی اور کئی منٹ تک بے خیالی کے انداز میں مجھے رتی رہی۔

”میں تمہاری ایک بھی بات نہیں سمجھ سکی ایڈورڈ!“

”وہی باتیں ہیں مس سینی ٹورا۔ یا تو آپ سب کچھ سمجھ گئی ہیں یا پھر واقعی کچھ نہیں سمجھیں۔ اگر نہیں ہیں تو سنئے۔ ممکن ہے آپ خلوص دل سے میرے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ چنانچہ آپ کے خلوص کے ب میں مخلصانہ عرض ہے کہ آپ میری ذات سے نقصان بھی اٹھا سکتی ہیں‘ زبردست نقصان!“

”وہ کس طرح؟“

”آپ کا تعلق انٹرپول سے نہیں ہے؟

”ہرگز نہیں۔“ اس نے بیساختہ جواب دیا۔

”تب آپ کا تعلق کسی اسمگلر سے ہے؟“

”فرض کرو!“

”تب پھر مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں مس سینی ٹورا‘ کیونکہ انٹرپول میرے پیچھے ہے۔“

”اوہ!“ اس کے چہرے پر کئی رنگ آئے اور گزر گئے۔ وہ پر اسرار انداز میں میری شکل دیکھتی رہی‘ پھر ۂ سے بولی۔ ”لیکن کیوں؟“

”بات یہ تھی مس سینی ٹورا کہ ہم آوارہ گردوں کی جو کیفیت ہوتی ہے۔ ہمارے پاس اتنی دولت مشکل ے ہوتی ہے کہ ہم آرام سے اپنے مقاصد پورے کر سکیں۔ اس کے لیے جو کچھ کرنا پڑتا ہے‘ شاید آپ لم میں ہو۔ ہم میں سے بعض ہر وہ کام کر لیتے ہیں جسے عام طور پر انسان نہ کر سکے۔ اس میں بھیک مانگنا شامل ہے۔ میں اور میرا ساتھی اس کے قائل نہیں تھے۔ میں شارپنگ بھی کر لیتا ہوں لیکن بہرحال وہ فن نہیں ہے جو ہر جگہ کام آ سکے۔ تب ہماری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو کسی بڑے اسمگلر کا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ ہمارے لیے ایسا بندوبست کر دے گا کہ ہم شوق آوارگی بھی پورا کر لیں اور عیش ریں۔ بس ہمیں منشیات ساتھ لے جانی ہوں گی۔ اس نے ہمیں ملاقات کا وقت دیا لیکن جب ہم اس ہوٹل پہنچے تو وہاں انٹرپول موجود تھی۔ ہمیں اس کے ساتھی کی حیثیت سے گرفتار کر لیا گیا اور وہ ہم سے چھ کرتے رہے لیکن اصلیت جو کچھ بھی تھی وہ انہیں بتا دی گئی۔ شاید وہ ہمیں نہ چھوڑتے لیکن انہوں نے چارہ بنا کر چھوڑ دیا تاکہ اس اسمگلر پر ہاتھ ڈال سکیں اور آج تک انٹرپول ہمارے پیچھے ہے۔“

”اوہ!“ سینی ٹورا نے گہری سانس لی‘ پھر مسکرا کر بولی۔ ”تو تمہارا خیال تھا کہ میں بھی انٹرپول سے تعلق تی ہوں؟“

”ہاں!“

"اور باقاعدہ پروگرام کے تحت تمہارے پیچھے لگی ہوں؟"

"بیشک۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"اب بھی یہی خیال برقرار ہے؟" وہ میٹھی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ "اس بارے میں کیا کہوں؟"

"تب تو ممکن ہے یہ کہانی بھی تم نے صرف خود کو محفوظ رکھنے کے لیے سنائی ہو۔ تم میرے ذریعے انہیں باور کرانا چاہتے ہو کہ تمہارا اس اسمگلر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی اور میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ لڑکی کے یہ الفاظ' یا تو بہت گہرے تھے یا پھر حقیقت۔ بہرحال میں نے اس چالاک دنیا پر اعتبار کرنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا تھا' خواہ کوئی کچھ بھی بن کر میرے سامنے آئے۔

"کیا خیال ہے؟" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری دلیل وزنی ہے۔ میں لاجواب ہو گیا ہوں۔" میں نے اعتراف کیا۔

"کیا؟"

"تم میرے اوپر اعتبار کرو اور میں تمہارے اوپر۔ تم بہادر ہو' چالاک ہو اور ——— اور پرکشش بھی۔ میں' یقین مانو تمہاری عزت کرنے لگی ہوں۔ اگر میرے ذریعے تمہیں نقصان پہنچے تو تم چالاکی سے میرے شکنجے سے نکل جانا۔ مجھے قتل بھی کر سکتے ہو' مجھے اعتراض نہ ہوگا اور اگر میں ٹھیک ثابت ہوں تو میرے ساتھ کام کرتے رہنا۔"

"یہ الفاظ تو خاصی ٹھوس حیثیت رکھتے ہیں۔ بہرحال میں تیار ہوں۔"

"دل سے؟"

"ہاں! دل سے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تب آؤ' ہم دوستی کا ایک عہد کریں گے۔" وہ اٹھ کر میرے قریب پہنچ گئی اور اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ میں نے بھی اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ "جب تک تمہیں میری ذات سے کوئی تکلیف نہ پہنچے' تم نہ میرے اوپر شک کروگے اور نہ ہی مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کروگے۔ بولو۔ اس بات میں کوئی کھوٹ نہیں ہے؟"

"نہیں!" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"تو پھر ہماری یہ نئی دوستی پکی؟

"ایک سوال اور ہے؟"

"ہاں' ہاں کہو!"

"میری حیثیت ایک ڈائنامائٹ کی سی ہے' جس کے فیتے خراب ہو چکے ہیں اور وہ ہر اس جگہ پھٹ سکتا ہے جہاں موجود ہو۔ ظاہر ہے وہ قرب و جوار میں بھی تباہی پھیلا سکتا ہے۔ تم سمجھ رہی ہو نا۔ انٹرپول میرے پیچھے ہے۔ وہ تمہاری طرف بھی متوجہ ہو سکتی ہے۔ اس طرح میری ذات سے تمہیں نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"تب تم مجھے ڈائنامائٹ فیکٹری سمجھو' جہاں وہ تیار ہوتے ہیں۔ وہ عمارت ہر خطرہ قبول کر لیتی ہے؟" سینی ٹورا نے میری بات کا انتہائی خوبصورت جواب دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

میں الجھن نہ بن جاؤں تمہارے لیے؟"

سوچنا اب میرا کام ہے۔" وہ بولی۔

تمہاری یہ دوسری شکل میرے لیے حیرت انگیز ہے سینی ٹورا اور بہرحال' میں دل سے اس کی قدر کرتا

"میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

میں خطرات پسند ہوں ایڈورڈ! اور ضدی بھی ہوں۔ تم بھروسہ کرو نہ کرو' یہ تمہاری مرضی ہے لیکن زندگی شاید ہی کسی سے مرعوب ہوئی ہوں۔ میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتی اور نہ ہی ——— نہ ——— اف ——— میرے تصور سے باہر کی بات ہے۔ ایڈورڈ! شاید میرے والدین بھی مجھے انگلی ی جرات نہیں کر سکے تھے۔ ایڈورڈ' پوری زندگی لوگ صرف میرے ہاتھوں سے پٹتے رہے ہیں لیکن جس بے دردی سے میرے گالوں پر تھپڑ لگائے ہیں' میں انہیں فراموش نہیں کر سکتی اور ———" وہ اپنی پنڈلی کی چوٹ کو مسلتی ہوئی بولی۔ "صرف دو ہی باتیں ہو سکتی تھیں' یا تو میں ہر قیمت پر قتل کر دیتی۔ ہر قیمت پر اور میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔ میں نے اس کی کوشش کی تھی لیکن تم حاوی جب میں نے خود کو تمہارے سامنے بے بس محسوس کیا تو پھر تم سے ہار مان لی اور ہار ماننے کے بعد مجھے یب سی لذت کا احساس ہوا۔ میں نے سوچا' ایڈورڈ' مجھے معاف کرنا' میں نے سوچا تم وہ ہو' جو مجھ پر ہو اور حاوی ہونے والا ——— وہ ——— وہ۔"

نی ٹورا خاموش ہو گئی۔

میں دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سینی ٹورا کچھ بھی ہو' کتنی ہی خطرناک ہو' کتنی ہی گہری ہو' اس وقت رہی تھی اور یہ سچائی عورت تھی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔ عورت کی آواز تھی' جو لیے اجنبی نہیں تھی۔ "کہتی رہو سینی ٹورا' خاموش کیوں ہو گئیں؟"

"نہیں ایڈورڈ! بس' میں کچھ اور نہیں کہنا چاہتی۔" اس نے گردن جھکائے جھکائے کہا اور اس حسین ن کی یہ ادا مجھے بہت بھائی۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ سینی ٹورا خاموشی سے بیٹھی فرش رہی لیکن اس کے چہرے کے تاثرات کچھ چاہتے تھے۔ اس کے بیٹھنے کے انداز سے احساس ہو رہا تھا کہ سوچ رہی ہے' کیا کہنا چاہتی ہے۔ چنانچہ میں اٹھا' میں نے اس کے بازو پکڑ کر اسے اٹھایا' ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر چہرہ اونچا کیا اور اس کے ہونٹ چوم لیے۔ سینی ٹورا نے میرے بوسے کی پذیرائی کی تھی اور پھر الویل بوسہ اس کی طلب تھی۔

پھر اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھے اور علیحدہ ہو گئی۔ اس کے چہرے کا تغیر نمایاں تھا۔ بلاشبہ یہ وحشی ت کچھ بھی ہو لیکن اس وقت صرف عورت ہے اور شاید یہ حقیقت ہو کہ اس کی وحشت نے کسی مرد کو کے قریب نہ آنے دیا ہو۔ مجھے جھیل میں اس کا نہانا یاد آیا۔ اس لباس کے نیچے قیامت کا بدن چھپا ہوا اور شاید اب' اس کا حصول میرے لیے مشکل نہ ہو اور اگر بات کچھ غلط بھی ہے تب بھی' میرا انجام لیے غیر متوقع نہیں تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے ایڈورڈ؟" سینی ٹورا نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے میں خود کو تمہارے حوالے کر دوں۔"

اس نے نگاہیں اٹھا کر میری طرف دیکھا اور بولی۔ "میں نہیں سمجھی؟"

"جس طرح تم چاہتی ہو۔"

"یعنی؟" وہ بولی جیسے میری زبان سے کچھ سننے کی خواہش مند ہو۔

"تم نے میرے لیے کیا سوچا ہے؟"

"جو کچھ میں نے کہا تھا؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ!" سینی ٹورا نے گہری سانس لی' پھر بولی۔ "یہاں اس کیمپ میں بھی میرے بہت سے آدمی ہوئے ہیں۔ اب میں تمہیں کچھ آگے کی باتیں بتانے میں بھی عار نہیں سمجھتی ایڈورڈ میں خود اپنے گروہ کی سربراہ ہوں۔ یہ گروہ میرے ساتھ ہی چلتا ہے' یعنی جہاں میں جاتی ہوں' یہ مختلف شکلوں میں میرے ساتھ رہتا ہے۔ میں اس سے کام لیتی ہوں اور یہ میرے مفادات کی نگرانی کرتا ہے لیکن میرے گروہ کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ میں ان کی سربراہ ہوں وہ سمجھتے ہیں کہ میں باس کی اسسٹینٹ ہوں اور باس کی مرضی پر کام کرتی ہوں۔ تم یہاں تیسرے نمبر پر کہلاؤ گے حالانکہ تم دوسرے نمبر پر ہو گے۔"

"اوہ! اور میرا ساتھی؟"

"تمہارے تو دو ساتھی ہیں!"

"نہیں۔ تم صرف ایک کی بات کرو' دوسرا شاید ہمارے ساتھ نہ رہ سکے ممکن ہے ہم اسے ڈنمارک چھوڑ دیں۔"

"اوہ! تو تمہارا ڈنمارک جانے کا ارادہ ہے؟" وہ بیساختہ بولی اور مجھے احساس ہوا کہ میں جلد بازی میں ایک غلطی کر بیٹھا ہوں۔ گویا میں نے ظاہر کر دیا تھا کہ میرے ذہن میں بہرحال کوئی پروگرام ہے اور اب بات کو کسی شک کا موقع دیئے بغیر فوری طور پر نبھانا تھا' چنانچہ میں نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔ "ہاں۔ اگر یہاں ان الجھنوں میں نہ پھنستا تو شاید اس وقت ڈنمارک میں ہوتا۔"

"چند روز اور سہی ڈیر! اس کے بعد ہم ڈنمارک ہی چلیں گے۔"

"بیکرو ہیں کا باشندہ ہے۔"

"ہاں تم نے بتایا تھا۔ بہرحال ٹھیک ہے' جتنا وقت یہاں گزارو آرام سے گزارو' کسی طور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میرے ساتھی تمہاری نگرانی کریں گے۔ میں انہیں خصوصی ہدایات جاری کر دوں گی۔"

"اوکے سینی ٹورا! میرا خیال ہے اب اس موضوع کو ختم کیا جائے۔ کیا تم مجھے گٹار سناؤ گی؟"

"ارے ہاں۔" وہ مسکرائی۔ "یہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تم میں بے پناہ صلاحیتیں ہیں۔ تم انسان کو مطیع کرنے کے بے شمار گر جانتے ہو۔ اس وقت چونکہ میری توہین ہوئی تھی' میں برداشت نہیں کر سکی تھی لیکن بہرحال تمہاری انگلیاں گٹار پر بھی خوب چلتی ہیں!"

"شکریہ!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب پھر آج تم ہی گٹار سناؤ گے۔"

"اور تم بھی۔"

"تب کیوں نہ ہم ایک عمدہ پروگرام ترتیب دیں؟"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ایک گٹار تمہارے ہاتھ میں ہو' دوسرا میرا ہاتھ میں۔ ہم آوارہ گردوں کو جمع کر لیں اور ان کا تماشا دیکھیں۔"

"لیکن میرے پاس گٹار نہیں ہے۔"

"میں مہیا کر دوں گی۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا خوش ہو گئی۔ وہ خیمے سے باہر نکل اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گئی۔

"گٹار ابھی پہنچ جائے گا۔" اس نے کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔ سینی ٹورا ابھی پر خیال انداز میری شکل دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔ "محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے ابھی غلطی کی تھی۔"

"کیسی غلطی؟"

"تنہا زندگی میں اتنا لطف نہیں ہے' جتنا کسی ساتھی کی معیت میں۔ اب تک میں نے کسی ساتھی کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی تھی لیکن اب جوں جوں میں تمہارے بارے میں سوچتی ہوں' میری مسرتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ یا پھر یوں سمجھ لو کہ تم میری زندگی کے پہلے انسان ہو جس نے میری انا توڑ دی ہے اور تمہارے سوا میری نگاہ میں کچھ نہیں ہے۔"

باہر سے کسی نے آواز دی اور سینی ٹورا باہر نکل گئی۔ پھر وہ ایک خوبصورت گٹار لیے اندر آ گئی اور اس نے گٹار میری خدمت میں پیش کر دیا۔ نارمل ہونے کے بعد یہ لڑکی بے حد حسین نظر آنے لگی تھی۔ قامت تو غیر معمولی تھی ہی چہرے کے خدوخال بھی نرم ہونے کے بعد بہت دلکش ہو گئے۔

تب اس نے اشارہ کیا اور ہم دونوں باہر نکل آئے اور پھر خیمے کے سامنے' کار کی چھت پر کھڑے ہو کر سینی ٹورا نے مخصوص انداز میں ہانک لگائی اور گٹار کے تار چھیڑ دیئے۔

اور ننگے بھوکے آوارہ گرد چیلوں کی طرح لپکے انہوں نے دیکھا تھا کہ جب گٹار بجا تھا تو چرس بھی تقسیم ہوئی تھی اور آج کا دن بھی خالی نہیں تھا۔ کئی آدمیوں نے سینی ٹورا کے نام پر چرس تقسیم کی اور دھویں کے بادل بلند ہونے لگے۔ تب سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور گٹار پر ایک دھن چھیڑ دی۔

میں بھی گٹار کا کمال دکھانے کے لیے بے چین تھا۔ میں نے سینی ٹورا کے گٹار کی دھن پکڑی اور اسے نہایت خوبصورت انداز میں بجانے لگا۔ سینی ٹورا رکی' پھر اس نے دھن تبدیل کر دی اور میرے تاروں سے بھی وہی آواز نکلنے لگی اور سینی ٹورا مسکراتے ہوئے جھومنے لگی۔ "ونڈر فل ایڈورڈ۔ ونڈر فل!" اس نے مسکراتے ہوئے داد دی اور پھر گٹار کے نغمے بدمستوں کی خرمستیاں بڑھاتے رہے۔

"استاد زندہ باد! استانی زندہ باد۔" کہیں سے سردارے کی آواز ابھری اور میں نے مسکراتے ہوئے نگاہیں دوڑائیں لیکن سردارے نظر نہ آ سکا۔ آوارہ گردوں نے اب رقص شروع کر دیا تھا۔ نشے میں ڈوبے ہوئے بدمست لوگ چیخ رہے تھے' تھرک رہے تھے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں' مرد بھی تھے۔ سب دیوانے ہو گئے تھے اور یہ کھیل میرے لیے نیا نہیں تھا۔ میں انسان کو اس عجیب حالت میں پہلے بھی کئی بار دیکھ چکا تھا۔ پھر سینی ٹورا ہی تھک گئی اور اس نے اپنا گٹار کار کی چھت پر ڈال دیا۔ وہ محبت بھری نگاہوں سے میری شکل دیکھ رہی تھی اور آخر میں نے بھی گٹار بند کر دیا۔ سینی ٹورا نے تالیاں بجائی تھیں۔

"ونڈر فل ایڈورڈ۔ ونڈر فل! تم واقعی کمال کے انسان ہو۔ میں نے اتنی خوبیاں کسی انسان میں یکجا نہیں دیکھی ہیں۔ واقعی تم کمال کے انسان ہو۔"

"شکریہ ٹورا!" میں کار کی چھت سے نیچے اتر آیا اور ہم دونوں اندر خیمے میں پہنچ گئے۔ رات خاصی ہو

گئی تھی۔ میں نے سینی ٹورا کی طرف دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لیکر بولا۔ "اب اجازت دو سینی ٹورا!"

"ایں؟" وہ چونک پڑی۔ چند ساعت میری طرف دیکھتی رہی' پھر آہستہ سے بولی۔ "کیا تمہارے ساتھی تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے؟"

"ساتھی؟" میں نے گہری سانس لی۔ "کون کسی کا انتظار کرتا ہے سینی ٹورا؟"

"تب پھر جانا ضروری ہے؟ تم سے باتیں کرتے دل نہیں بھرتا۔ نیند آ رہی ہے؟"

"نہیں!"

"جب کوئی بات نہیں ہے تو پھر اجازت کیوں؟" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"تم بھی تو اکتا سکتی ہو سینی ٹورا۔ مہمان آتے ہیں تو جانا بھی ضروری ہوتا ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی تھی۔ "کیوں؟ میں نے کوئی غلط بات کہہ دی؟"

"ہاں۔ ممکن ہے دستور دنیا یہی ہو لیکن میں مختلف فطرت کی مالک ہوں۔"

"یعنی؟"

"میں بتا چکی ہوں۔ میری پوری زندگی عجیب رہی ہے۔ سنو ایڈورڈ! کوئی مرد' میری زندگی میں' میرے مرد کی حیثیت سے نہیں آیا۔ سنا تم نے۔ میں آج تک ان چھوئی ہوں۔ میرا دل خالی تھا۔ بالکل خالی۔ اپنے علاوہ کسی کو نہیں چاہا۔ کسی سے پیار نہیں کیا۔ اپنی فطرت کا بارہا تجزیہ کیا۔ میرے سینے میں بھی جذبات ابھرے' بعض مردوں کے بارے میں سوچا' جذبات نے بارہا سر ابھارا۔ میں نے انہیں پرکھا لیکن مردوں کی جو قسم میں چاہتی تھی' وہ ان میں نہ پا سکی۔ سو میں نے انہیں دور جھٹک دیا۔ پھر میں نے سوچا کہ شاید میری پسند کا مرد ہی روئے زمین پر نہیں ہے۔ یا پھر میری سوچ نارمل نہیں ہے۔ میں اس دنیا کے انسانوں کی طرح نہیں سوچتی لیکن اس کے بعد بھی۔ اس خیال کے بعد بھی میں خود کو' اپنے خیالات کو تبدیل کرنے پر آمادہ نہ کر سکی۔ تب میں نے مردوں کے بارے میں سوچنا ہی چھوڑ دیا اور کوشش کرنے لگی کہ میرا عورت پن نہ ابھرے۔ یوں میں کسی حد تک مرد بن گئی۔" سینی ٹورا خاموش ہوئی' پھر ہنس پڑی۔ "کیا میں عجیب نہیں ہوں۔ عورت ہوں لیکن خود کو مرد سمجھتی ہوں۔ مرد سمجھ کر مرد کے بارے میں نہیں سوچ سکتی اور نہ عورت کے بارے میں۔ کیسی دلچسپ بات ہے۔ پھر میں کسی کے بارے میں سوچوں۔ صرف اپنے بارے میں نا۔ کیوں ایڈورڈ۔ اس کے علاوہ میرے پاس سوچنے کے لیے کچھ رہ گیا تھا؟"

میں غور سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ سینی ٹورا کی ذہنی کیفیات کا کسی حد تک احساس ہو رہا تھا۔ اگر یہ عورت کوئی بڑی اداکارہ نہیں ہے تو پھر بری عورت نہیں ہو سکتی' لیکن آخری فیصلہ میں اب بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے آخری فیصلہ ہی کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اس دنیا کی اتنی شکلیں ہیں اور ایسی ایسی عجیب ہیں کہ کسی شکل کو صحیح سمجھ لینا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے اور میں خود اپنی نگاہوں میں احمق بننا نہیں چاہتا تھا۔

"تم خاموش ہو ایڈورڈ!" اس نے مجھے چند منٹ کے بعد ٹوکا۔

"ایک بات بتاؤ۔" سینی ٹورا کا لہجہ اچانک بدل گیا۔

"ہوں۔"

"کسی سے عشق تو نہیں کرتے؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "عورت ــــــ آئی ہے تمہاری زندگی میں ــــــ میرا مطلب

ہے' تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔ یعنی تم نے کسی عورت کے بدن کی پیمائش کی ہے؟"

"بارہا۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ میں اس سے کیوں چھپاتا اور یہ بھی کوئی چھپانے کی بات تھی۔

"اوہ ــــــ ڈیر ــــــ ونڈرفل! لیکن بھروسہ کرو' میں آج تک مرد کے لمس سے ناواقف ہوں۔ تمہیں بتا ہی چکی ہوں۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب وہ مطلب پر آتی جا رہی ہے اور تھوڑی دیر کے بعد یہ پکا پھل میری آغوش میں آگرے گا اور اس حسین عورت کے تصور سے میرے بدن میں سرور کی لہریں دوڑنے لگیں۔ بلاشبہ ہر لحاظ سے حسین ترین عورت تھی اور اگر سچ بھی بول رہی ہے تو کیا کہنے!

"میں کہہ چکا ہوں تم عجیب ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم نے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کیا؟"

"کونسی بات؟"

"ظاہر ہے عورت کے معاملے میں ــــــ میں بھی ایک عام مرد ہوں۔"

"ہرگز نہیں ــــــ اگر تم عام مرد ہوتے تو اس بات کو چھپانے کی کوشش کرتے' خود کو فرشتہ ظاہر کرتے اور یقیناً میں تمہاری زندگی کی پہلی عورت نہ ہوتی۔ تم مرد ہو۔ قطعی نارمل ــــــ یوں سمجھو' اس امتحان بھی تم پورے اترے ہو۔ تم صرف حقیقت کہتے ہو' کیونکہ تم مرد ہو اور مرد عورت سے خوف نہیں کھاتے' خود کو پارسا ظاہر کر کے اس کا دل جیتنے کی کوشش نہیں کرتے' بلکہ اپنی مردانگی پر بھروسہ کرتے ہیں۔"

"بس کرو بھئی۔ تم نے تو میری اتنی خوبیاں گنا دیں کہ اب میں خود کو سپرمین سمجھنے لگا ہوں۔"

"تم واقعی سپرمین ہو۔" وہ پیار بھرے انداز میں مسکراتے ہوئے بولی اور میں گردن ہلانے لگا۔ وہ مجھے آمادہ کر رہی تھی۔ بلاشبہ وہ چالاک عورت ہے' میں نے سوچا اور اُسے باتیں بنانے کا گر آتا ہے لیکن کیا درحقیقت وہ مرد نا آشنا ہے؟ ممکن نہیں ہے۔ بہرحال۔

"کیا تم تھکن محسوس کر رہے ہو ایڈورڈ؟ اگر یہ بات ہے تو آرام کرو۔ جب تمہارے خیمے میں کوئی تمہارا منتظر نہیں ہو گا تو پھر تم آرام کیوں نہیں کرتے!"

"اوہ ــــــ شکریہ سینی ٹورا!" میں نے گہری سانس لیکر جوتے اتار دیئے اور پھر کینوس کے خوبصورت پلنگ پر دراز ہو گیا' جو شاید سینی ٹورا کا تھا۔ سینی ٹورا مسکرا دی تھی۔

"یہاں' اس ٹینٹ میں' کسی کو بے تکلفی سے بیٹھنے کی جرات بھی نہیں ہوتی۔ تم کس آرام سے لیٹے ہو۔ بہرحال ان باتوں کو چھوڑو۔ تم نے کیا فیصلہ کیا؟"

"کس بارے میں سینی ٹورا؟" میں نے پوچھا۔

"میرے ساتھ کام کرو گے؟"

"کیا حرج ہے لیکن تمہیں تفصیل بتا چکا ہوں۔ تم الجھن میں پڑ جاؤ گی۔"

"اپنی الجھنوں سے میں خود نمٹ لوں گی۔ تم جواب دو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔"

"ونڈرفل!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہارے اس جواب سے مجھے بے حد مسرت ہوئی ہے۔

باقی معاملات کی تم فکر مت کرو۔ میرے ہاتھ لامحدود ہیں۔"

"تمہیں میرے اور میرے ساتھیوں کے لیے پاسپورٹ بنوانے پڑیں گے!"

"کل فوٹوگرافر سے کہہ دوں گی تمہارے تصویریں اتار لے۔ پاسپورٹ بن جائیں گے۔"

"اور انٹرپول؟" میں نے کہا۔

"اس کے بارے میں بھی سوچیں گے ڈیر۔" اس نے گہری سانس لیکر کہا۔

"تب آؤ۔ آرام کریں۔ سوچنے کا کام کل پر۔" میں نے اسے بستر پر دعوت دی اور وہ مسکرا پڑی۔

"سوری ڈارلنگ! میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ آج تک میں مرد کے لمس سے دور رہی ہوں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورت نہیں ہوں۔ ممکن ہے تمہارا قرب میرے جذبات بھڑکا دے اور یقیناً ایسا ہوگا لیکن ابھی مناسب نہیں ہے۔ ابھی ہم ایک دوسرے کو پرکھیں گے۔ ویری سوری ـــــ آں ـــــ" اس نے گردن ٹیڑھی کر کے مسکراتے ہوئے کہا اور میری کھوپڑی بھک سے اڑ گئی۔

یہ کیا بکواس کر رہی ہے۔ اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے یہاں اس خیمے میں جھک مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں اسے گھورنے لگا۔

"اوکے ڈیر! اجازت؟" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ کسی خیال نے مجھے اپنا رویہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ باہر نکل گئی اور میں گہری گہری سانسیں لیکر خود کو سرد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے سوچا۔ وہ کوئی بھی ہے۔ اگر اس کا تعلق انٹرپول سے بھی ہے اور وہ کوئی گہری چال لیکر میرے ساتھ شریک ہوئی ہے' تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کم از کم پاسپورٹ تو بن جائیں گے اور پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ فی الحال اس کا سہارا مناسب ہے۔ اسمگلر بھی ہے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کم از کم انٹرپول کے چنگل سے تو نجات مل جائے گی اور وہ سوچیں گے کہ بہرحال ہم عام لوگ ہیں جو کوئی بھی جرم کر سکتے ہیں۔ پھر زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ ہمیں کسی مقامی پولیس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ رات کے نہ جانے کون سے پہر تک میں جاگتا رہا۔ میرے کانوں نے' میری آنکھوں نے سینی ٹورا کا انتظار کیا تھا۔ ممکن ہے وہ انوکھی ہے اور انوکھی عورت آ جائے۔ ممکن ہے اس کے جذبات اسے نہ سونے دیں لیکن درحقیقت وہ انوکھی تھی۔ نہ آئی ـــــ میں سو گیا اور صبح ہو گئی۔ میں بہت دیر تک کینوس کے بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ پھر اس نے کمرے میں جھانکا اور مجھے جاگتا پا کر اندر آ گئی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک دلآویز مسکراہٹ تھی۔

"اور تم سکون کی نیند سو گئے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور میں کسی قدر جھنجلاہٹ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔ "لیکن میں جاگتی رہی۔"

"کیوں؟" میں نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"بس ـــــ بدن میں انوکھی سرسراہٹیں جاگتی رہیں۔ یہ تصور ہی بڑا کشش انگیز تھا کہ مجھ سے کچھ دور ایک ایسا نوجوان موجود ہے جسے میں پسند کرتی ہوں اور ہمارے درمیان دوسرا کوئی موجود نہیں ہے۔"

"ہاں!؟"

"میرے پاس کیوں نہیں آ گئیں؟" میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ مناسب نہیں تھا۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"میں اپنے برسوں کے زہد کو اس طرح' اتنی جلدی نہیں توڑ سکتی۔ پہلے میرے اعتماد کو قائم ہو جانے

دو۔ میں خود تمہاری آغوش میں چلی آؤں گی۔ ایک دیوانی چاہنے والی کی مانند!"

"ہوں۔" میں نے غراتے ہوئے کہا اور دل میں سوچا۔ احمق لڑکی۔ تو خود کو عجوبہ بنا کر پیش کرنا چاہتی ہے۔ ٹھیک ہے۔ مجھے تجھ سے کام لینا ہے ورنہ تیری ساری طراری دھری رہ جاتی۔

"اٹھو ـــــ ناشتے کی تیاری کریں۔ اس کے بعد میں تمہارے کام سے چلی جاؤں گی اور میں خاموش سے اٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ناشتہ کر رہے تھے۔ ناشتے کے دوران بھی وہ میرے لیے پسندیدگی اور اپنی چاہت کے جذبات کا اظہار کرتی رہی۔ میں خاموشی ہی رہا تھا۔ اس کے بعد وہ لباس پہننے چلی گئی اور میں جوتے وغیرہ پہننے لگا۔

پھر ہم دونوں ساتھ ہی خیمے سے باہر نکلے تھے۔ باہر اس کی کار کھڑی تھی۔ میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا اور اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اس کا رخ میرے خیمے کی طرف تھا اور پھر اس نے مجھے خیمے کے پاس اتار دیا۔ "میں شام تک تمہارے پاس پہنچوں گی۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے سینی ٹورا!"

"اوکے۔" اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اور میں اسے دور تک جاتے دیکھتا رہا۔ پھر واپس مڑا تو سردارے سامنے ہی کھڑا تھا اور مجھے دیکھ کر معنی خیز انداز میں سر ہلانے لگا۔

"سودا سلف لینے گئی ہیں استانی شاید۔" اس نے مسخرے پن سے کہا۔

"جی ہاں۔ اعتراض ہے آپ کو؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اعتراض ہوگا بھی تو کیا ـــــ اور پھر استانی کے بارے میں کسے اعتراض ہو سکتا ہے۔ باقی استاد۔ دیکھو یہ گر بتا دو۔ ورنہ قسم سے اچھا نہ ہوگا۔"

"اوہ! معلوم ہوتا ہے تم رنڈوے ہی پھرتے رہے ہو۔"

"خیر اب ایسا بھی گیا گزرا نہیں ہے تمہارا غلام' لیکن محبوبہ ایسی بدبودار تھی کہ دن کی روشنی میں اسے برداشت نہیں کر سکا اور خاموشی سے کھسک آیا۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ہوں!" میں نے گردن ہلائی۔

"ویسے استاد۔ تمہاری سی قسمت کہاں سے لا سکتے ہیں۔ ہائے رات کو استانی بھی قیامت لگ رہی تھی اور تمہارا تو جواب ہی نہیں تھا۔"

"اور تمہاری حماقت کا بھی کوئی جواب نہیں تھا۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ضروری نہیں ہے کہ اس پورے کیمپ میں اردو داں صرف ہم ہی ہوں۔"

"اوہ ـــــ ہاں ـــــ اعتراف ـــــ اعتراف استاد۔ بات ٹھیک ہے۔ آئندہ احتیاط رکھوں گا۔" سردارے نے فوراً کہا اور میں اس کے ساتھ اندر آ گیا۔ بیکر نے حسب معمول منحنی سی مسکراہٹ سے ہم دونوں کا استقبال کیا۔

"ناشتہ لگاؤں ماسٹر؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں بیکر ـــــ میں ناشتہ کر چکا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور بیکر نے گردن ہلا دی۔

"اس کی کہانیاں نہیں سناؤ گے استاد۔ ویسے تمہیں معلوم ہے کہ میں عورتوں کی کہانیوں سے اشتیاق نہیں رکھتا لیکن سینی ٹورا جیسی عورت کی کہانی خاصی دلچسپ ہوگی۔"

"اسمگلر ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ونڈر فل!" سردارے نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"یہاں اس کے بہت سے آدمی موجود ہیں۔"

"یقیناً ہوں گے۔" ورنہ بہرحال عورت ہے۔ ایک دو نہیں' دس بارہ آدمی مل کر تو اسے زیر کر سکتے ہیں۔" سردارے نے کہا۔

"اور اہم بات یہ ہے کہ ہم اس کے گروہ میں شامل ہو گئے ہیں۔" میں نے کہا اور سردارے چونک پڑا۔ کئی منٹ تک میری شکل دیکھتا رہا' پھر بولا۔

"البتہ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اب ہم اس کے لیے کام کریں گے۔"

"سنجیدگی سے استاد؟"

"ہاں!"

"میرا ذہن نہیں قبول کرتا۔ یہ ——— یہ کیسے ممکن ہے؟"

"تمہیں ہر حال میں زبان پر قابو رکھنا ہے سردارے!"

"اوہ! تو کیا وہ مشکوک ہے استاد؟"

"تیرے علاوہ میں دنیا بھر میں کسی پر اعتماد نہیں کر سکتا سردارے!"

"سردارے استاد کا سایہ ہے مگر کوئی خاص بات؟"

"بالکل نہیں۔ بس میں کوئی کمزور پہلو نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ کوئی بھی ہے' مضبوط ہے اور ہمیں اس وقت کسی مضبوط سہارے کی ضرورت ہے۔ کیا تم اس سے انکار کرو گے؟"

"ہرگز نہیں!"

"میں نے اس کی ملازمت قبول کر لی ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد ——— اور اس نے۔؟" سردارے نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔ "اس نے میری دوستی قبول کی ہے۔ صرف دوستی ———!"

"صرف دوستی۔؟"

"ہاں ——— صرف دوستی۔!"

"گویا اس نے دوستی میں سب کچھ قربان کر دیا ہے۔؟"

"نہیں ——— وہ قربانی کی قائل نہیں ہے۔"

"تو پھر استاد رات بھر اس کے خیمے میں کیا کرتے رہے۔؟" سردارے بدستور مسخرے پن سے بولا۔ اسے شاید میری بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"چین کی بنسی بجاتے رہے۔"

"یہ بات استاد کی شان کے خلاف ہے۔"

"جو کچھ کہہ رہا ہوں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ اور اب تم فضول بکواس کر کے میرے کان نہ کھاؤ۔" میں نے سردارے سے کہا۔ اور سردارے گردن ہلانے لگا۔

"عجیب استانی۔ اور استاد کی جھلاہٹ سے پتہ چلتا ہے کہ واقعی وہ رات بھر چین کی بنسی بجاتے رہے

ٹھیک ہے استاد ——— بنسی بجاتے بجاتے آدمی تھک جاتا ہے۔ اس لئے تم آرام سے سو جاؤ۔ آؤ یار ——— استاد کو سونے دو' ہم آوارہ گردی کرنے چلتے ہیں۔ ابے آؤ ———!" سردارے نے بیکر کا پکڑا اور خیمے سے باہر نکل گیا۔ مجھے ہنسی آ گئی تھی۔ بہت ہی بدمعاش ہو گیا تھا یہ سردارے' میں بستر پر کر سو گیا اور نہ جانے کیوں اتنی گہری اور طویل نیند آئی۔ جس وقت میں جاگا شام کے چار بجے تھے' اور کا کھانا گول ہو جانے کی وجہ سے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔

بیکر مجھے دوپہر کے کھانے کے لئے ضرور جگاتا۔ لیکن سردارے نے منع کر دیا ہو گا! اس وقت بھی وہ ں موجود نہیں تھے۔ البتہ کھانا نہایت احتیاط سے ڈھکا ہوا تیار رکھا تھا۔! یہ بیکر درحقیقت ایک سگھڑ بیوی سی حیثیت رکھتا تھا۔ پوری زندگی اس نے یہ کام نہ کئے ہوں گے' لیکن میں اس کے ذہن کو پڑھ رہا تھا۔ وہ ے تعاون سے اس قدر متاثر ہوا تھا کہ اندرونی طور پر اس کے اندر ہماری خدمت کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا اور جیسے فضول لوگوں کی خدمت اس کے علاوہ اور کیا کی جا سکتی کہ ہمارے نابدانوں کا خیال رکھا جائے۔ ال وہ عمدہ انسان تھا۔!

پانی سے منہ ہاتھ وغیرہ دھویا ——— کھانے کی پلیٹیں دیکھیں' کھانا عمدہ تھا۔ لیکن ٹھنڈا ہو کر بیکار ہو چکا میں نے فیصلہ کیا کہ کسی ریستوران میں چل کر کچھ کھایا پیا جائے۔ اگر اس وقت کھانا کھا لیا تو طبیعت ل ہو جائے گی۔ اس ——— خیال سے میں خیمے سے نکل آیا۔ اور ایک ریستوران کی طرف چل پڑا۔ لیکن تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ سینی ٹورا کی کار کے ہارن کی مخصوص آواز سنائی دی۔ اور میں رک گیا۔ وہ وحشیانہ انداز میں کار دوڑاتی آ رہی تھی' اور لوگ دوڑ دوڑ کر جان بچا رہے تھے۔ اور پھر کار میرے نزدیک رک گئی۔

"ہیلو ———" اس نے چہکتے ہوئے لہجے میں پکارا۔

"ہیلو ٹورا ———" میں نے جواب دیا۔

"آؤ ———" وہ دوسری طرف کا دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔ اور میں اس کے برابر جا بیٹھا ——— "ل جا رہے تھے۔؟"

"ریستوران ——— دوپہر کا کھانا نہیں کھایا ہے۔"

"اوہ ———" اس نے کار آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "کھانا کیوں نہیں کھایا۔؟"

"سو گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"میں جاگ رہی تھی۔ لیکن پھر بھی میں نے کھانا نہیں کھایا۔"

"اوہ ——— کیوں ———؟"

"بس مصروف رہی۔ میں اسی ٹائپ کی انسان ہوں' کسی کام کے پیچھے پڑ جاتی ہوں' تو اسے کر کے ڑتی ہوں۔"

"خوب ——— کوئی کارنامہ انجام دے دیا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "کارنامہ نہ ——— کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بس یوں سمجھو جس کام کے لئے نکلی تھی' وہ کر ڈالا ———"

"یعنی پاسپورٹ ———؟"

"ہاں ———"

"ویری گڈ ——— لیکن تم نے شاید ایک بات پر غور نہیں کیا ہے مس سینی ٹورا؟"

"کونسی بات۔؟"

"ہماری شکلیں——— ان کا کیا ہو گا۔ اور ہاں تمہیں تصویریں کہاں سے مل گئیں؟"

"بس اس بارے میں پوری گفتگو کھانے کے بعد ہو گی۔ میں بھی سخت بھوکی ہوں۔ کام سے فار ہوتے ہی سیدھی تمہارے پاس آئی ہوں۔" سینی ٹورا نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ ریستوران میں داخ ہو کر سینی ٹورا نے کھانے کا ایک عمدہ آرڈر دیا۔ اور پھر ایک طویل سانس لیکر کرسی کی پشت سے ٹک گئی۔

پھر اس وقت تک اس نے آنکھیں بند رکھیں' جب تک کھانا نہ آگیا اور کھانا آتے ہی وہ وحشیوں ک طرف ٹوٹ پڑی۔ میں اطمینان سے کھانا کھا رہا تھا۔ اور اس کی یہ وحشت دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ وہ پلیٹیں صاف کرتی رہی اور آرڈر دیتی رہی۔ میں نے اسے تعجب سے کھاتے دیکھا تھا۔! کافی دیر کے بعد وہ فارغ ہوئی جبکہ میں اس سے کافی پہلے فارغ ہو چکا تھا۔! اور پھر اس نے پانی کے دو گلاس پینے کے بعد گہری سانس لی۔ "بہت خوب———" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی پھیکے انداز میں مسکرا دی۔

"کیوں———؟" اس نے پوچھا۔

"اس وقت تم پتھر کے دور میں چلی گئی تھیں۔"

"بھوکی ہوتی ہوں تو اسی طرح کھاتی ہوں۔" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور اگر وقت پر کھانے کو نہ ملے۔؟"

"تو سامنے والے کو کھا جاتی ہوں۔" وہ ایک دم ہنس پڑی۔

"اوہ——— تب تو ہر وقت تمہارے لئے کھانے کا بندوبست رکھنا ہو گا۔ نہ جانے کس وقت بھوک لگ جائے۔ اور تمہارے سامنے میں ہوں۔" میں نے کہا۔

"تمہیں نہیں کھاؤں گی۔" وہ پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ "خواہ کتنی ہی بھوک ہو۔؟"

"ہاں———!" اس نے ایک ادائے محبوبانہ سے گردن ہلائی۔

"تب ٹھیک ہے۔ اب بتاؤ کیا پروگرام ہے۔؟"

"ہمیں برلن چلنا ہے۔" اس نے پرس میں کوئی چیز تلاش کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ——— کب———؟"

"بس——— کل———" اس نے اطمینان سے کہا۔

"کیا کام ہے۔؟"

"مال پہنچانا ہے۔ بہت دن گزر چکے ہیں' کل کام کر ہی لیا جائے۔"

"کون کون چلے گا۔؟"

"صرف تم——— کیونکہ ہمیں واپس یہیں آنا ہے۔ یہاں سے ان دونوں کو ساتھ لے لیں گے۔"

"جیسی تمہاری مرضی———" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

"نہیں——— تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔" اس نے بڑی اپنائیت سے پوچھا۔ "کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن میرا خیال ہے ابھی اپنے ساتھیوں کو کچھ نہ بتایا جائے۔"

"ضرورت ہی کیا ہے۔ صرف اتنا بتا دو کہ کہیں جا رہے ہو۔ کام خاموشی سے ہی ہو تو بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔ بہرحال صورتحال ایسی ہی تھی' جن حالات میں پھنس گیا

…کے تحت کوئی بھی سہارا خاصی حیثیت رکھتا تھا۔ کھانے کے بعد ہم نے کافی پی——— اور پھر تھوڑی …ادھر ادھر کی گفتگو کرتے رہے۔ پھر سینی ٹورا نے ویٹر سے بل لانے کا اشارہ کیا اور اپنا پرس کھول کر …کر دی۔ "سینی ٹورا———" میں نے سنجیدگی سے اسے پکارا۔

…ہوں۔" وہ پرس سنبھال کر اٹھتے ہوئے بولی۔

"تمہارے ساتھ رہنے اور کام کرنے پر مجھے کیا معاوضہ ملے گا؟"

"ارے——— کیوں؟ کیوں میری جان——— یہ سوال کیوں کیا۔؟"

"سنو——— میرے پاس کرنسی موجود ہے۔ چنانچہ میری درخواست ہے کہ کبھی ریستوران میں …ساتھ جاؤ تو بل مجھے ادا کرنے دیا کرو۔ ملازم سمجھتی ہو تو مجھے کچھ معاوضہ پیشگی ادا کر دو اور اگر میں بل …کی کوشش کروں تو اس میں رخنہ اندازی نہ کرو۔" میں نے یہ الفاظ بڑی سنجیدگی سے ادا کئے۔ اور وہ …رک گئی۔ پھر بڑے نشیلے انداز میں مسکرائی۔ "مرد کی انا زخمی ہوتی ہے۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے

"ہاں———" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"ہائے———" وہ سسکاری بھرتی ہوئی بولی۔ "خدا کی قسم مکمل انسان ہو——— آئندہ یہ جرات …کروں گی میری جان——— رہی معاوضے کی بات——— تو آئندہ اس طرح مت کہنا۔ میں التجا کرتی …میں تمہیں کیا دے سکوں گی۔ آؤ———" اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے …نبساط کی لہریں پھیل رہی تھیں۔ "حالانکہ فی زمانہ——— تو نوجوان لڑکے شادیوں کے لئے اشتہارات …یوں دیتے ہیں۔ ہے کوئی خدا کا بندہ جو اللہ کے نام پر نوکری کا بندوبست کر دے' تعلیم پوری کرا دے …دیدے۔ کاروبار کرا دے۔ اور پھر عورت کے ذریعہ دولت مند بن کر وہ خوب اکڑتے پھرتے ہیں۔ کیا …میں مردانگی ہوتی ہے ایڈورڈ——— پلیز مجھے بتاؤ۔" وہ کار کا دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔ اور میں ہنستا ہوا …در بیٹھ گیا۔

"مجھے کیا معلوم۔"

"میرا بس چلے تو ایسے سارے نوجوانوں کو فرانس پہنچا دوں۔"

"کیوں———؟ فرانس ہی کیوں۔؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اوہ——— وہاں کے طوائف خانے جدید ہیں۔" سینی ٹورا نے کہا اور جب اس نے مجھے اس جدت کے بارے میں بتایا تو میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور دیر تک ہنستا رہا۔ سینی ٹورا بھی میرے ساتھ شریک تھی۔ اس طرح میں اپنے خیمے تک پہنچ گیا' اور سینی ٹورا نے کار روک دی۔

"رات کا کیا پروگرام ہے۔؟" اس نے پوچھا۔

"کوئی نہیں۔"

"میرا مطلب ہے رات میرے ساتھ ہی گزارو گے۔؟" اس نے بے ساختہ کہا اور میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ نہ جانے کیوں دوسری طرف دیکھنے لگی۔ "میرے خیمے میں کہو۔" میں نے کہا۔

"نہیں———!" وہ پھر ادا سے بولی۔ حالانکہ اس سے قبل وہ عجیب خونخوار شکل میں ہمارے سامنے آئی تھی اور اس کے تصور کے ساتھ نسوانی اداؤں کو وابستہ ہی نہیں کیا جا سکتا تھا' لیکن اس وقت ایسی الہڑ ایسی دلکش لگ رہی تھی کہ آدمی فراموش ہی نہ کر سکے۔ میں اس سے کافی متاثر ہوا تھا۔

"پھر ــــــ؟" میں نے پوچھا۔

"میرے ساتھ۔" اس نے منہ پھیر کر کہا اور پھر دوسری طرف رخ کر کے بولی "تم اپنے ساتھیوں کہہ کر آجانا۔ ہم کل کسی بھی وقت برلن چلیں گے۔ میرا ــــــ مطلب ہے تم اپنے ساتھیوں رخصت ہو آنا۔ کہہ دینا واپسی پر ہی ملاقات ہو گئی۔ "ٹھیک ہے ــــــ" میں نے گہری سانس لے جواب دیا۔ اور کار سے نیچے اتر کر خیمے کی طرف چل پڑا۔ سینی ٹورا کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ گئی تھی۔

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی استاد۔" سردارے نے پوری بات سننے کے بعد ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔

"کیوں ــــــ کونسی بات الجھن کی ہے۔؟"

"تمہیں برلن لے جا کر کیا کرے گی آخر۔؟"

"اب میں اس کا معاون ہوں۔"

"تب ہم بھی تو تمہارے ساتھی ہیں۔ ہمیں بھی ساتھ لے چلے۔ سردارے نے کہا۔

"تمہارے ذہن میں جو بات ہے کھل کر کہو سردارے۔" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"سوچ لو استاد ــــــ میرے خیال میں ہم دونوں کا جدا ہونا مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے یہ ان کی چال ہو۔ تمہیں کہیں اور لے جا کر پھنسا دیں اور یہاں مجھے اپنے شکنجے میں جکڑ لیں۔"

"ہوں ــــــ" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔ "سردارے ــــــ میرے خیال میں یہ بات نہیں ہے۔ وہ یہ سب کچھ یہاں بھی کر سکتے ہیں۔ ان کے لئے ہم دونوں کو علیحدہ علیحدہ کر دینا مشکل نہیں ہے۔ خود غور کر لو۔ بالفرض اگر ایسا ہو بھی جائے تو بہر حال ہم ان کے شکنجے میں تو ہر وقت ہیں۔ تم جانتے ہو تمہیں کیا کہنا ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد ــــــ واپسی کا پروگرام معلوم ہے۔؟"

"نہیں ــــــ لیکن تم یہیں انتظار کرو گے۔"

"ٹھیک ہے استاد اگر تم مطمئن ہو، بس ٹھیک ہے۔ لیکن سردارے اس وقت تک پریشان رہے گا، جب تک تم واپس نہیں آجاؤ گے۔"

"میں چلتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور پھر بیکر کو ہدایات دے کر وہاں سے چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں پلاسٹک کے خیمے پر پہنچ گیا۔ سینی ٹورا میری منتظر تھی۔ اس وقت اس نے بالکل نئی طرز کا حسین لباس پہنا ہوا تھا اور حسب معمول خوبصورت نظر آرہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے مستی بھرے انداز میں دونوں ہاتھ بلند کر دیئے۔ اور میں آہستہ قدموں سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ پھر میں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑے اور وزنی محبوبہ کو آغوش میں لے لیا۔ لیکن سینی ٹورا نے اپنی ٹھوڑی میرے کندھے پر رکھ دی۔ وہ اپنے ہونٹوں کو میرے مقابل نہیں لانا چاہتی تھی۔

اور یہ عجیب انداز تھا۔ اتنی خود سپردگی اور یہ انداز ــــــ اس کے بدن پر میری گرفت سست پڑ گئی۔ اور میں نے اس کا چہرہ سامنے کرتے ہوئے اسے دیکھا۔ سینی ٹورا کی پلکیں جھکی ہوئی تھیں۔ اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ کپکپا رہے تھے۔ عجیب سی کیفیت تھی اس کی ــــــ اور پھر وہ پیچھے ہٹ گئی۔

"بیٹھو ایڈورڈ ــــــ"

"اوہ ــــــ ہاں ــــــ" میں پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔

"اپنے ساتھیوں سے مل لیے۔؟" وہ آواز پر جیسے قابو پا رہی تھی۔

ــــــ" میں نے آہستہ لہجے میں جواب دیا۔ اور وہ غور سے میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر اس نے سانس لی، اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تم سنجیدہ کیوں ہو گئے ایڈورڈ ــــــ؟"

کچھ نہیں ــــــ" میں نے بھی تلخی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں ہے سینی

ــــــ"

وہ میرے لہجے پر غور کرنے لگی۔ لیکن اسی دوران میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے ایک طرف رکھا یا اور پھر دوسری طرف کھڑے ہو کر، میں نے گٹار کے تاروں کو چھیڑا۔ کوئی نغمہ نہیں تھا۔ کوئی دھن بس مشغلہ تھا۔ لیکن سینی ٹورا کی نگاہیں میرا تعاقب کر رہی تھیں۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی، اور قریب پہنچ گئی۔ اس نے عقب سے میرے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ گٹار کی دھن بند ہو گئی۔ "

ــــــ" میں پلٹا ــــــ "کیا پروگرام ہے۔؟"

کچھ نہیں ــــــ!" وہ بھاری آواز میں بولی۔

آرام ــــــ؟" میں نے نارمل آواز میں پوچھا۔

جو تم پسند کرو۔" اس نے جواب دیا۔

ہوں ــــــ ٹھیک ہے۔ میں سونا چاہتا ہوں۔

ابھی سے ــــــ؟" وہ آہستہ سے بولی۔

پھر جو تم پسند کرو۔"

ناراض ہو گئے ایڈورڈ۔؟"

نہیں مس سینی ٹورا ــــــ ہرگز نہیں ــــــ ایسی بھی کیا بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے اس نے گردن جھکا لی۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔ پھر اس نے اٹھائی اور میرے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے بولی۔

آؤ ــــــ" اور پھر وہ ایک طرف مڑ گئی۔ پھر اس نے اپنے سامان سے ایک خوبصورت سفید شیشے لیمپ نکالا اور بٹن دبا کر اسے روشن کر دیا اس کے بعد اس نے کچھ کاغذات نکالے اور میرے سامنے دیئے۔ یہ تین پاسپورٹ تھے، لیکن ان پر جو تصویریں لگی ہوئی تھیں، وہ ہماری نہیں تھیں۔

یہ تمہارے پاسپورٹ ہیں۔"

ہمارے ــــــ؟" میں نے اسے دیکھا۔

ہاں ــــــ تمہارے چہرے ان تینوں کے مطابق بنا دیئے جائیں گے۔"

میک اپ؟"

ہاں ــــــ!" اس نے جواب دیا۔

تم جانو ــــــ" میں گہری سانس لیکر بولا۔

ہاں ــــــ تم اس بارے میں کچھ نہ سوچو۔!"

او کے باس ــــــ" میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا اور وہ پھر عجیب سی نگاہوں سے میری طرف لگی۔ میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ بے وقوف عورت خود کو میری نگاہوں میں عجوبہ بنانا چاہتی ہے۔ ت میں میرے جذبات بھڑکا کر مجھے کچل رہی ہے۔ لیکن مس سینی ٹورا ــــــ پاسپورٹ میرے

ہاتھ آنے دیں اور یہاں سے نکل چلیں۔ اس کے بعد آپ کو دیکھ لوں گا کہ آپ کیا شئے ہیں۔ بہرحا
عورت کے معاملے میں میری حالت اتنی خراب بھی نہیں ہے کہ میں آپ کے سامنے گڑگڑانے لگو...
اس کی بھی ذہنی حالت درست نہیں تھی۔ جس کے لئے اس نے شراب کا سہارا لیا۔ میں نے بھی دو جام...
لئے اور پھر ہم پچھلی شب کی مانند سونے کے لئے لیٹ گئے۔ بستر پر لیٹ کر میں نے ایک بار پھر برلن...
پروگرام پر غور کیا۔ سینی ٹورا بہرحال احمق نہیں تھی۔ اگر وہ اسمگلر تھی تو اس نے ضرور پکا کام کیا ہوگا اور...
انٹرپول سے اس کا تعلق ہے اور یہ سب فراڈ ہے' تب بھی مجھے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ میں تو اپنی بات پر...
ہوا تھا۔

دوسری صبح ہم دونوں نارمل تھے۔ سینی ٹورا کے انداز میں وہی پھرتی اور چستی تھی۔ میں بھی چاق و چ...
تھا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے سینی ٹورا سے کہا۔ "کب تک چلنے کا پروگرام ہے؟"

"بس تھوڑی دیر کے بعد۔"

"میک اپ کون کرے گا۔؟"

"میں ——" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ——" میں نے گردن ہلا دی' اور پھر درحقیقت سینی ٹورا کے اس کمال کا قائل ہو گیا۔ اس
پاسپورٹ کی تصویروں کے مطابق وِگ حاصل کر لی تھیں' لیکن انہیں چہرے پر فٹ کرنے اور سنوارنے
اس نے کمال کر دیا۔ میں نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"پاس ——؟" سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل —— اور اب مجھے تمہارے چہرے پر بھی شبہ ہونے لگا ہے۔"

"کیوں ——؟" وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"کہیں تم نوے سال کی کوئی بوڑھی عورت تو نہیں ہو۔ میک اپ کرنے میں تمہیں کمال حا...
ہے۔"

"اوہ —— بڑے چالاک ہو۔ میرے اوپر طنز کر رہے ہو۔" سینی ٹورا نے پھیکے انداز میں مسکر...
ہوئے کہا اور میں بھی مسکرانے لگا۔ پھر سینی ٹورا سنبھل گئی۔ "ہمیں زیادہ سامان تو لے جانا نہیں ہے۔
نکل چلیں۔ تاکہ واپسی بھی جلد سے جلد ہو۔"

"جو حکم باس ——" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

چند معمولی سی چیزیں جن میں کھانے پینے کی چیزوں کے ڈبے' کافی کا تھرماس تھوڑے سے خشک...
تولیہ' ساتھ لے لی گئیں اور سینی ٹورا میرے ساتھ خیمے سے نکل آئی۔!

"خیمہ بند کرنے کی ضرورت ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"کس کی مجال ہے جو اس کے احاطے میں قدم رکھے۔ اگر کسی نے ایسی کوشش کی تو کسی نامعلوم
سے ایک گولی آئے گی اور اس کی ٹانگ ہمیشہ کے لئے ناکارہ ہو جائے گی اور وہ زندگی بھر نہیں جان سکے گا
کوئی بھی نہیں جان سکے گا کہ گولی آئی کہاں سے تھی۔"

شیخی خور عورت کی بات کا میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے اس کے ساتھ کار میں آ...
سینی ٹورا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اور میں خاموشی سے کار سے باہر کا نظارہ کرنے لگا۔!

"پہلے تو کبھی برلن نہیں گئے۔؟" خاموشی سے اکتا کر سینی ٹورا نے پوچھا۔

نہیں ——!" میں نے مختصراً کہا۔ اور پھر بولا "لیکن ویزا کا کیا ہوگا۔؟"

مشکل نہیں ہے۔ سرحد پر لگوالیں گے۔" سینی ٹورا نے جواب دیا۔

کوئی دقت نہیں ہوگی۔؟"

قطعی نہیں۔"

اور وہ مال کہاں سے ملے گا۔ جس کے بارے میں تم نے کہا تھا۔"

برلن پہنچانے کے لئے۔؟"

ہاں ——"

اس کے لئے بھی میں نے آسانیاں فراہم کر لی۔ ہیں دیکھتے جاؤ۔" سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے کہا اور
خاموش ہو گیا۔ میں اب اس وقت تک کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا' جب تک سینی ٹورا خود ہی کچھ نہ
... کرے۔ بہرحال مجھے اس سے کام لینا تھا اس لئے فی الحال اس کا خوش رہنا ہی ضروری تھا۔ اور پھر کافی
... خاموشی طاری رہی۔ چوڑی سڑک آئی جو سنسان پڑی تھی اور رفتار بتانے والی سوئی نوے اور سو کے
... ان لرز رہی تھی اور سڑک اور کار اتنی شاندار تھیں کہ کوئی احساس ہی نہیں ہوتا تھا۔ سینی ٹورا بھی حیرت
... طور پر خاموش تھی۔ نہ جانے وہ کس سوچ میں ڈوب گئی تھی۔

خاصا طویل سفر تھا۔ کئی گھنٹے گزر گئے۔ تب پھر سینی ٹورا نے کار کی رفتار سست کر دی اور پھر اس نے ایک
... اسے سڑک کے کنارے روک دیا۔

"خیریت ——؟" میں نے کہا۔

"بڑے بے درد ہو۔" اس نے منہ پھلاتے ہوئے کہا۔

"ارے کیوں —— کیا بات ہو گئی۔؟"

"یہ بھی نہیں سوچا —— میں تھک گئی ہوں گی۔"

"اوہ —— ہٹ جاؤ —— میں کار چلاؤں۔؟"

"اب میرے کہنے سے کہہ رہے ہو۔" وہ بدستور منہ بسورتے ہوئے بولی اور میں ہنسنے لگا۔

"دراصل —— مجھے احساس رہتا ہے مس سینی ٹورا —— کہ کونسی بات تمہاری مرضی کے
مطابق ہو' کونسی اس کے خلاف ہو' اس لئے میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتا۔"

"میں جانتی ہوں تم ناراض ہو ——" اس نے اداس لہجے میں کہا۔

"نہیں —— ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور وہ اسٹیئرنگ سے ہٹ گئی۔ میں
کھسک کر اسٹیئرنگ پر آ بیٹھا اور سینی ٹورا نے میری جگہ سنبھال لی۔ میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی
اور وہ پیچھے رکھے ہوئے سامان کی طرف متوجہ ہو گئی۔ پھر وہ سیٹ پھلانگ کر پیچھے چلی گئی۔

عقب نما آئینے میں' میں نے اسے خوراک کے ڈبے کھولتے ہوئے دیکھا تھا۔ وقت بھی ہو گیا تھا'
بھوک لگ رہی تھی' چند منٹ کے بعد اس نے اپنا کام ختم کر لیا۔ اور پھر وہ اگلی سیٹ پر آ گئی۔ اس نے دو عمدہ
ہمبرگر بنائے تھے' ان کے ساتھ کافی کے جگ بھی تھے۔ پھر اس نے ایک ہمبرگر میرے منہ کے نزدیک کر دیا"
لو ——!"

"اوہ —— شکریہ۔" میں نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالا اور دوسرے سے ہمبرگر پکڑنا چاہا۔
لیکن اس نے ہاتھ جلدی سے پیچھے ہٹا لیا۔

"نہیں ــــــ میرے ہاتھ سے۔" وہ بولی۔ اور میں نے گہری سانس لیکر منہ کھول دیا۔ ہمبرگر کا ٹکڑا دانتوں سے کاٹنے کے بعد میں اسے چبانے لگا اور اس نے دوسرے ہاتھ سے اپنا ہمبرگر کھانا شروع کر دیا۔! عجیب بچکانہ انداز تھا۔ وہ خود بھی کھا رہی تھی۔ مجھے بھی کھلا رہی تھی۔ ساتھ ہی اپنی کافی بھی پی رہی تھی اور مجھے بھی پلا رہی تھی' اور اس وقت اس کے انداز میں خالص بچکانہ پن تھا ــــــ! لیکن میں نے جذبات کے دروازے بند کر لیے تھے۔ میں نے اس کی ان اداؤں پر بھی غور نہیں کیا۔ پھر کھانا ختم ہو گیا۔ "کافی اور دوں ــــــ؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں ــــــ مگ کافی بڑے تھے۔"

"ہاں ــــــ تم تھکن تو نہیں محسوس کر رہے۔؟"

"کیوں ــــــ؟"

"میں محسوس کر رہی ہوں۔" اس نے دونوں مگ پیچھے ڈالتے ہوئے کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تو وہ پھر بولی۔ "ویسے تمہاری ڈرائیونگ بہت شاندار ہے۔ بین الاقوامی معیار پر بالکل فٹ۔"

"ہوں ــــــ" میں مختصراً بولا۔

"میں لیٹ جاؤں۔؟"

"ضرور ــــــ" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔ میرا خیال تھا کہ وہ پچھلی سیٹ پر جا کر لیٹ جائے گی۔ لیکن سینی ٹورا نے کار کا دروازہ لاک کیا۔ اس کی طرف کھسکی' ٹانگیں سکوڑیں اور اطمینان سے میری گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔ اس کا پورا چہرہ میری آغوش میں تھا اور خوبصورت بال دوسری طرف لٹک گئے تھے۔ اور پھر اس نے سکون سے آنکھیں بند کر لیں۔ یہ صورتحال میرے لئے زیادہ اچھی نہیں تھی۔ تاہم ڈرائیونگ میں کوئی دقت نہیں تھی۔ میری "دقت" سینی ٹورا بخوبی محسوس کر رہی تھی' لیکن لاپرواہ بنی ہوئی تھی۔ وہ خاموشی سے لیٹی رہی اور میں نے کار کی رفتار بڑھا دی اب سپیڈو میٹر کی سوئی ایک سو دس اور بیس کے درمیان تھی۔ میں ذہن پر قابو رکھنے کی کوشش کر رہا تھا اور سینی ٹورا کے کان سرخ ہوتے جا رہے تھے اس کے چہرے پر تمتماہٹ تھی اور سانس بے حد گرم تھے۔ پھر اس کا ایک ہاتھ آگے بڑھا اور میری کمر سے آلپٹا۔ اس نے ہاتھ کی گرفت کافی تنگ کر لی تھی' اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا میں کیا کروں۔ چنانچہ میں کار کی رفتار بڑھائے جا رہا تھا۔ سفر جاری تھا۔ اور میری اور سینی ٹورا کی مشکل یوں آسان ہوئی کہ ہم مشرقی جرمنی کی سرحد پر پہنچ گئے۔ سرحدی محافظ نے ہمارے پاسپورٹ چیک کیے۔ "آپ کسٹم ہاؤس جا کر ویزا لگوالیں۔" اس نے کہا اور سینی ٹورا نے گردن ہلا دی' کار ایک سائڈ پر کھڑی کر کے ہم دونوں کسٹم ہاؤس چل پڑے۔!

اور پھر ویزا افسر نے ہمارے پاسپورٹ اور تصویر چیک کی' اور پھر ہمارے چہرے دیکھتے ہوئے چند فارم ہمارے سامنے کر دیئے۔ جنہیں پر کرنے کے بعد ویزا کی مہر لگا دی گئی۔ اور ہم کار کی طرف واپس چل پڑے۔ سینی ٹورا جیسے گہری نیند لے چکی تھی' اب اس کی آنکھوں میں خمار نہیں تھا۔ اور وہ چاق و چوبند نظر آ رہی تھی۔ "اب میں ڈرائیونگ کروں گی۔" اس نے کہا اور میں خاموشی سے اس کے برابر آ بیٹھا۔ سینی ٹورا نے کار آگے بڑھا دی۔ مغربی اور مشرقی جرمنی کے درمیان اس قلعہ نما سرحد کی عمارتیں بے حد ہیبت ناک تھیں۔ ہر سو گز کے فاصلے پر حفاظتی مینار تھے جن پر مشین گنوں سے مسلح محافظ پہرہ دے رہے تھے۔ ان میناروں کے نیچے سڑک پر آہنی پھاٹک تھے۔ جہاں کاغذات دوبارہ اور سہ بارہ چیک کیے جاتے تھے۔ کئی جگہوں پر سڑک کے کنارے سیمنٹ اور لوہے کے ستون اس انداز سے ڈھلوان سطح پر رکھے تھے کہ اگر کوئی

ہاؤس اور آہنی پھاٹکوں پر رکے بغیر غیر قانونی طور پر سرحد عبور کرنا چاہے تو ایک بٹن دباتے ہی ستون سے پھسل کر سڑک پر آگریں اور اس طرح فرار کا راستہ مسدود ہو جائے۔ "تم نے سرخوں کی یہ ... دیکھی۔؟" سینی ٹورا نے کہا۔

ہاں ــــــ!" میں نے گہری سانس لی۔

کس سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو ایڈورڈ ــــــ؟"

اوہ ــــــ کوئی خاص بات نہیں ــــــ اس وقت میں برلن کی تاریخ میں کھویا ہوا ہوں۔"

تمہیں تاریخ سے دلچسپی ہے۔" سینی ٹورا نے کہا۔

کیوں نہیں ــــــ اور پھر برلن کی تاریخ تو ابھی نو زائیدہ ہے۔ اس کے بارے میں کسے معلوم نہیں

"

ہوں ــــــ میں تمہیں برلن کی سیر کراؤں گی۔" سینی ٹورا نے کہا۔ کار شہر برلن میں داخل ہو گئی۔

یہ ٹیئر گارڈن ہے ــــــ" سینی ٹورا نے ایک خوبصورت پارک کے سامنے کار روکتے ہوئے کہا۔ ... کے دوسری جانب بڑی بڑی دوکانیں تھیں۔ سینی ٹورا نے بار بار ایک اسٹور کی طرف دیکھا تھا۔ پر بڑے نیون سائن میں ہیم اسٹورز کا بورڈ لگا ہوا تھا۔!

میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے چار آدمیوں کو اس اسٹور سے باہر آتے دیکھا۔ وہ چاروں طرف ہی بڑھ رہے تھے۔ چاروں عمدہ لباس میں تھے' ایک آگے چل رہا تھا اور باقی تین اس کے ــــــ چند ساعت کے بعد وہ ہمارے نزدیک آ گئے۔ سینی ٹورا لاپرواہی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"مادام ٹورا ــــــ" آگے والے نے گردن خم کر کے کہا۔

"کیسے ہو ہاک ــــــ؟" سینی ٹورا کا لہجہ حد درجہ خشک تھا۔

"مادام کی مہربانی ــــــ ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔"

"میں لیٹ تو نہیں ہوئی؟"

"ہرگز نہیں ــــــ اور ہمیں اس کا یقین تھا۔" ہاک نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور پھر میری متوجہ ہو کر بولا۔ "ہیلو ــــــ! مسٹر ــــــ"

"گریگ ــــــ" سینی ٹورا نے جلدی سے کہا۔ پاسپورٹ پر بھی میرا یہی نام تحریر تھا "میرے دوست سلوان ــــــ" اس نے پھر کہا اور ہاک نے مجھ سے پر خلوص مصافحہ کیا۔ "میں پارک میں جا رہی پندرہ منٹ بیٹھوں گی۔ اپنے قیام کی اطلاع تمہیں فون پر دے دوں گی۔"

"ٹھیک ہے مادام ــــــ" ہاک نے گردن خم کرتے ہوئے کہا اور سینی ٹورا نے مجھے اشارہ کیا۔ ہم ٹیئر گارڈن کے ایک خوبصورت کیفے میں جا بیٹھے' شام جھک آئی تھی۔ سینی ٹورا نے یہاں بھی خاصا پر ناشتہ طلب کیا اور خوب کھایا۔ یقیناً وہ بے حد خوش خوراک تھی اور اس معاملے میں' میں اس کا ہم پلہ تھا۔

ناشتہ کرتے ہوئے وہ بار بار میری شکل دیکھ رہی تھی۔ آخر ایک بار اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے ایڈورڈ ــــــ؟" وہ بولی۔

"ارے ــــــ کیا ہوا۔؟"

"نہیں ———— تم مسلسل خاموش ہو۔ میں جانتی ہوں تم ناراض ہو۔ لیکن ایڈورڈ' میری جان' تو میرا بھی نہیں ہے۔ میری فطرت جس طرح تشکیل ہوئی ہے اس کے تحت میں ———— میں......."

"اوہ' سینی ٹورا ———— یہ غلط فہمی ذہن سے نکال دو۔ تم بالکل ٹھیک ہو۔ اور یقین کرو۔ میں بھی بالکل ٹھیک ہوں' نہ جانے یہ احساس کیوں بار بار تمہارے ذہن میں ابھر رہا ہے۔" میں نے بڑے خلوص سے اور میں نے صاف محسوس کیا کہ سینی ٹورا کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ اسے اس بات کی خوشی نہیں ہوئی تھی کہ میں ا کی وجہ سے سنجیدہ نہیں ہوں۔ کئی منٹ وہ خاموش رہی۔ پھر اس نے خود کو سنبھال لیا۔ میں دل ہی دل میں مسکرا اٹھا تھا۔

"چلیں ————؟" اس نے پوچھا۔ "تمہارے دیئے ہوئے پندرہ منٹ پورے ہونے والے ہیں۔ میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ اور اس نے ویٹر کو اشارہ کیا۔ پھر مسکراتے ہوئے بولی۔

"بل ادا کر دو۔" اور میں نے بل ادا کر دیا۔ اور پھر ہم پارک سے باہر آ گئے۔ جس جگہ سینی ٹورا کی کار کھڑی ہوئی تھی' وہاں اب ایک گہرے نیلے رنگ کی مرسیڈیز کھڑی تھی۔ میں نے ایک لمحے کے لئے ہونٹ سکوڑے۔ لیکن سینی ٹورا اطمینان سے مرسیڈیز کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ اگنیشن میں چابی لگی ہوئی تھی۔ اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ خود اس کی کار کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ "تمہیں حیرت نہیں ہوئی ————؟" وہ بال جھٹکتے ہوئے بولی۔

"ہوئی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میری کار وہ لے گئے۔ اور اب سے تھوڑی دیر کے بعد وہ اس کی اوور ہالنگ شروع کریں گے۔"

"اوہ ————!"

"ہاں ———— اس کے بے شمار پرزے بدل دیئے جائیں گے۔ بمپر اور دوسری ساری چیزیں تبدیل کر دی جائیں گی اور نکالی ہوئی چیزوں کے خول سے چرس' افیون اور انجکشن نکال لئے جائیں گے' جنہیں بڑی احتیاط سے پیک کیا گیا ہے۔ تم پوچھ رہے تھے نا' مال کہاں سے لایا جائے گا۔"

"ویری گڈ ————" میں نے پورے خلوص سے کہا۔ "بہت عمدہ ترکیب ہے۔" اس نے میری شکل دیکھی اور مسکرانے لگی' اور پھر تھوڑی دیر کے بعد کار ملٹن ہوٹل کے وسیع پارک میں داخل ہو گئی۔ اور ہم ملٹن کے کمرہ نمبر دو سو آٹھ میں مقیم ہو گئے تھے۔ خوبصورت ہوٹل تھا' سینی ٹورا نے اسے پسند کیا تھا۔

"کیا خیال ہے۔ تھکن دور کرنے کے لئے غسل سے عمدہ اور کوئی ترکیب نہیں ہے۔"

"ہاں ———— جاؤ۔ پہلے تم چلی جاؤ۔" میں نے کہا اور وہ شکریہ ادا کر کے باتھ روم میں چلی گئی۔ میں ایک آرام کرسی میں دراز ہو گیا۔ تب میں نے سوچا۔ اس لڑکی کی حرکتیں غصہ دلاتی ہیں۔ یہ خود کو عجیب عجیب تر بنا کر پیش کر رہی ہے لیکن کیا ضروری ہے کہ اس سے غصے کا اظہار کیا جائے۔ اگر وہ اداکاری کر رہی ہے' تو زیادہ مناسب یہی ہے کہ اس کی اداکاری کو قبول کر لیا جائے۔ اور وہی کیا جائے جو وہ چاہتی ہے۔ صرف اس وقت تک کی تو بات ہے جب تک ڈنمارک نہ پہنچ لیا جائے۔ خواہ مخواہ ذہن جلانے سے کیا فائدہ اور میں اپنے اس خیال سے متفق ہو گیا۔

چنانچہ جب سینی ٹورا باتھ روم سے برآمد ہوئی' تو میں نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ "ویری گڈ سینی ———— تم تو اس طرح نکھر آئی ہو جیسے موسلا دھار بارش کے بعد شفاف آسمان۔"

"اوہ ———— شکریہ ایڈی ————" اس نے مزید بے تکلفی سے میرا نام بگاڑ دیا۔ "جاؤ تم بھی غسل کر لو ———— لیکن اپنے میک اپ کا خیال رکھنا۔"

"اوکے ———— اوکے۔" میں نے کہا اور باتھ روم میں چلا گیا۔ اور پھر غسل کے دوران میں نے سینی ٹورا سے آئندہ رویے کے بارے میں مکمل پروگرام بنا لیا۔ اور پھر باتھ روم سے نکل کر میں اس کے سامنے آ بیٹھا۔ اندھیرا پھیل چکا تھا۔ سینی ٹورا خاموش تھی۔ میں بھی اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔

"اب کیا پروگرام ہے ڈارلنگ ————؟" اس نے پوچھا۔

"نیچے چلیں گے۔ تمہیں اعتراض تو نہیں ہے۔؟"

"ہرگز نہیں ———— جو تمہاری رائے ————" پھر تیاریاں کر کے ہم نیچے ڈائننگ ہال میں چلے آئے۔ میز پر بیٹھ کر ایک مشروب طلب کر لیا۔ اور اس کی چسکیاں لیتے ہوئے ہال کا جائزہ لینے لگے۔ دونوں ہی خاموش تھے۔ سینی ٹورا نے کئی بار میری شکل دیکھی تھی۔ لیکن اب میرے چہرے پر کبیدگی کے آثار نہیں تھے۔ جسے اس نے محسوس کر لیا۔

رقص کے لئے موسیقی شروع ہو گئی۔ بے شمار نگاہیں سینی ٹورا کی طرف اُٹھی تھیں لیکن سینی ٹورا نے کسی طرف نگاہ نہیں اٹھائی تھی۔ پھر وہ میری طرف دیکھ کر بولی۔ "میں تم سے رقص کی درخواست کر سکتی ہوں۔"

"ضرور ————" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہم دونوں بھی رقص کرنے والوں میں پہنچ گئے۔ پھر ہم کئی راؤنڈ ناچے۔ سینی ٹورا نے بار بار میرے رقص کی تعریف کی تھی۔ پھر ہم نے کھانا کھایا۔ اور اس کے بعد ملٹن کے پارک میں نکل آئے جہاں دوسرے جوڑے بھی مصروف گلگشت تھے۔ اور پھر خاصی رات گئے کمرے میں واپس آئے۔ سینی ٹورا نے ویٹر سے شراب طلب کر لی تھی۔ "سوتے ہوئے میں چند پیگ ضرور لیتی ہوں۔" اس نے شب خوابی کا لباس پہنتے ہوئے کہا۔ اس کا سوٹ کیس اس کی کار سے اس نئی کار میں منتقل کر دیا گیا تھا جس میں میرے بھی چند جوڑے تھے' اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں بھی لباس تبدیل کرنے لگا۔

"تم بھی لو ڈارلنگ ————" اس نے میرے لئے پیگ بناتے ہوئے کہا۔

"میرے لئے مناسب نہیں ہو گا سینی ————!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں ————؟"

"شراب کا سرور ———— ہلٹن کا خوبصورت کمرہ ———— اور پھر دنیا کا منتخب حسن ———— تینوں چیزیں یکجا ہوں' تو خطرناک حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس لئے مجھے معاف رکھو۔"

"اب تو میں شرمندہ ہونے لگی ہوں۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"اوہ ———— نہیں سینی ———— تم اس انداز میں کیوں سوچتی ہو۔ یقین کرو۔ یہ صرف تمہارا احساس ہے ورنہ میں تمہارے اس رویے پر معترض نہیں ہوں۔ انسان کی اپنی سوچ ہے اور اسے بہرحال کسی کے لئے اپنے اصول ترک نہیں کرنے چاہئیں' اگر اصول بھی توڑ دیئے جائیں تو پھر کیا رہ جاتا ہے اپنے پاس۔"

وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی' اور پھر ایک گہری سانس لیکر بولی۔ "پتہ نہیں ———— تم مجھ پر طنز کر رہے ہو یا یہ بات پورے خلوص سے کہہ رہے ہو۔"

"یقین کرو سینی ———— میں طنز کا عادی نہیں ہوں۔"

"تب تو ———— تب تو شکریہ ————" اس کے لہجے میں پھر ہلکی سی اداسی جھلکنے لگی اور اس کے اس

انداز پر دل چاہتا تھا کہ پتھر سے اس کا سر کچل دوں۔ میں بستر میں لیٹ گیا۔ اور سینی دور بیٹھی مجھے گھورتی رہی۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں اور پھر مجھے نیند آنے لگی۔ میں نے اس میں بھی تکلف نہیں کیا اور اطمینان سے سو گیا۔! پھر——— نہ جانے کتنی رات گزری تھی۔ نہ جانے کیا بجا تھا۔ کسی وزن سے میری آنکھ کھل گئی۔ کمرے میں رات کا بلب جل رہا تھا۔ اور اس کی نیلی روشنی خاصی تیز تھی۔ میں نے گردن گھما کر دیکھا۔ سینی ٹورا اپنے بستر کی بجائے میرے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ شب خوابی کا لباس بے ترتیب تھا اور اس کے بدن کے بہت سے حصے کھل گئے تھے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔!

آخر عورت جاگ اٹھی تھی۔ اور——— بہرحال اب میں اتنا زبردست انسان بھی نہیں تھا کہ اس کے قرب سے اجتناب کرتا۔ اور اسے نظرانداز کر دیتا۔ وہ بڑی بے ساختگی سے مجھ سے لپٹی ہوئی تھی۔ میں نے بھی اس کی طرف کروٹ بدل لی۔ اور پھر میں نے چہرہ آگے کر کے اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔ لیکن سینی ٹورا کے ہونٹ سرد تھے۔ اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ ایک طویل بوسے نے بھی اس کے جذبات نہ جگائے' تب——— میں نے اس کا چہرہ سامنے کیا۔ اور غور سے دیکھا۔ اور پھر میرے پورے بدن میں غصے کی چنگاریاں دوڑنے لگیں۔ عورت جاگ نہیں اٹھی۔ بلکہ' سو رہی تھی———!

☆ ☆ ☆

کمبخت عورت۔ یہیں آکر مرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اپنا بستر خالی پڑا تھا' آگھسی۔ میرے پاس۔ دل چاہا لات مار کر نیچے پھینک دوں۔ نہ جانے کیوں مجھے زچ کر رہی تھی۔ واقعی بہت ہی کمینی تھی۔ اس کی حرکتیں سمجھ میں نہ آنے والی تھیں۔ آخر چاہتی کیا ہے۔ نیند سے جاگا تھا اس لیے ذہن قابو میں نہیں تھا۔ پھر سوچا سونے دوں اسے اور اس کے سارے اصول توڑ دوں۔ جاگتی ہے تو جاگ جائے اور واقعی یہ خیال ذہن میں سرایت کر گیا۔ میرے ہاتھ وحشیانہ انداز میں اس کی طرف بڑھے لیکن پھر میں رک گیا۔ حواس جاگے اور میں نے سوچا یہ مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے خود اس کے ذہن میں بھی یہی پچویشن ہو' لیکن آخر کیوں؟ وہ ایسا کیوں چاہتی ہے؟ اور میرے خیال میں اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہونی چاہیے۔ سمجھتی کیا ہے خود کو۔ میں نے ایک بار پھر اس کی شکل دیکھی۔ او کے مادام سینی ٹورا۔ میں کمزور نہیں ثابت ہوں گا۔ دیکھوں گا تم کتنی پراسرار ہو۔ تکلیف تو واقعی ہوئی۔ میں اگر چاہتا تو دوسرے بستر پر بھی لیٹ سکتا تھا لیکن میں وہیں لیٹا رہا۔ دو تین گھنٹے تک تو نیند ہی نہیں آئی تھی۔ نہ جانے کس طرح سویا اور پھر صبح ہی آنکھ کھلی۔

لیکن آنکھ کھلی تب بھی سینی ٹورا میرے بستر پر ہی تھی اور وہ جاگ اٹھی تھی۔ اس کی آنکھیں میرے چہرے پر لگی ہوئی تھیں اور میں جاگا تو وہ مسکرا اٹھی۔ "صبح بخیر!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ میں نے دیوار پر لگی خوبصورت گھڑی میں وقت دیکھا۔ پونے نو بج رہے تھے۔ پھر میں نے انگڑائی لی اور مسکرانے لگا۔

"صبح بخیر ڈارلنگ!" میرا ہاتھ بھی اس کی گردن میں پہنچ گیا! اور اس نے میرا رخسار چوم لیا۔ "میں ساری رات تمہارے ہی بستر میں سوئی۔ بڑی گہری نیند سوئے تھے" اس نے کہا۔ "رات کو ایک بار بھی آنکھ نہیں کھلی؟"

"کھلی تھی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! واقعی؟"

"ہاں——— اور دوبارہ نیند لانے کے لیے نہ جانے کیا کیا جتن کرنے پڑے"۔

"کیوں؟" اس نے کھوئے سے انداز میں کہا۔

"یہ سوال مناسب نہیں" میں نے اس کے بدن کو قریب گھسیٹتے ہوئے کہا اور وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ چند ... میرے سینے میں چہرہ چھپائے رہی۔ پھر اسی انداز میں بولی: "پہلے میں اپنے بستر پر ہی لیٹی تمہیں دیکھتی ... تم بے خبر سوتے ہوئے اتنے پیارے لگے کہ میں تمہارے پاس آکر لیٹ گئی اور پھر تمہیں دیکھتے دیکھتے سو گئی لیکن"

"لیکن کیا؟" میں نے پوچھا۔

"تم درحقیقت بے حد قابل اعتماد انسان ہو"۔

"ہاں سینی۔ میں تمہارا اعتماد کبھی نہیں توڑوں گا" میں نے جواب دیا اور اس نے چہرہ اٹھا کر میرے کئی ... لے ڈالے' پھر ایک دم بستر سے اٹھ گئی۔ "میں باتھ روم سے ہو آؤں۔ آج تمہیں پورے برلن کی ... کراؤں گی" اس نے کہا اور میری بات کا جواب دیے بغیر باتھ روم میں داخل ہو گئی۔

میری آنکھوں میں جلن ہو رہی تھی۔ سینی ٹورا کی اس حرکت نے مجھے پریشان تو کر دیا تھا۔ اب میں ...رت کے معاملے میں اتنا سرد بھی نہیں تھا لیکن مجھے اس پر غصہ بھی آ رہا تھا۔ آخر یہ کیا کھیل' کھیل رہی ...ہے۔ اگر پارسا ہے تو جہنم میں جائے۔ میں کون سا اس کی پارسائی توڑنا چاہتا ہوں اور اگر کھلنا چاہتی ہے تو پھر ...نے نخرے کیوں کر رہی ہے۔ ہوں۔ پوری زندگی مرد کے لمس سے دور رہی ہے لیکن جسمانی نشیب و فراز کا ...نعال تو بخوبی جانتی ہے۔

غسل خانے سے پانی گرنے کی آوازیں آتی رہیں۔ یہ پانی سینی ٹورا کے چکنے بدن سے پھسل کر گر رہا ...گا۔ میرے ذہن نے سوچا لیکن پھر میں نے گردن جھٹک دی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر نکل آئی۔ کلی کی ...ح شبنم سے دھل گئی تھی اور بے حد حسین نظر آ رہی تھی لیکن اس کا حسن میری آنکھوں میں خار بن کر ...کنے لگا اور میں خاموشی سے باتھ روم میں چلا گیا۔ میں نے باتھ روم ہی میں گھنٹی کی آواز سنی اور پھر دروازہ ...لنے کی۔ سینی ٹورا شاید بیرے کو ناشتے کی ہدایت کر رہی تھی۔ میں نے ٹھنڈے پانی سے گرم ذہن کو پرسکون ...رنے کی کوشش شروع کر دی اور بلاشبہ اس وقت کے غسل نے جلتے ہوئے ذہن کو بہت سکون بخشا تھا۔ ...نے سوچا کہ واقعی میں ہلکے پن کا ثبوت دے رہا ہوں۔ وہ عورت ہے' میں مرد۔ ایک دوسرے کے لیے ...م و ملزوم۔ پھر میں اضطراب اور وہ اجتناب کیوں کرے۔ مجھے جتنی اس کی ضرورت ہے' اتنی ہی اسے ...ئی لیکن وہ اپنے آپ کو انوکھے کردار میں پیش کر کے مجھے چیلنج کر رہی ہے۔ میں اس کا چیلنج کیوں نہ قبول ...دوں۔

ٹھیک ہے مس سینی ٹورا۔ تم میرے ذہن میں آگ بھڑکانا چاہتی ہو۔ میں تمہارا داؤ تمہی پر الٹ دوں ...تم بھی کیا یاد کرو گی۔

غسل خانے سے باہر نکلا تو میرے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور میں قطعی پرسکون تھا۔ سینی ٹورا نے بھی ...کراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔

"میں نے ناشتے کی ہدایت کر دی ہے"۔

"شکریہ!" میں نے ایک طرف رکھے اخبار اٹھاتے ہوئے کہا اور ان کی سرخیاں پڑھنے لگا۔ سینی ٹورا

میری شکل دیکھ رہی تھی۔ میں اس وقت تک اخبار میں کھویا رہا جب تک اٹنڈنٹ ناشتہ نہ لے آیا۔ سینی ٹورا بھی خاموش رہی تھی اور پھر ہم نے خاموشی سے ناشتہ کیا۔

"اس قدر خاموش کیوں ہو؟" وہ ناز سے بولی۔

"اوہ! تمہارا احساس ہے' ورنہ ایسی کوئی بات نہیں ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آخر ناراضگی کی کوئی بات تو ہو؟"

"طنز کر رہے ہو؟" اس نے شکایتی انداز میں کہا۔

"سینی۔ سینی ڈارلنگ! تمہیں کیا ہو گیا۔ آخر اس انداز میں کیوں سوچ رہی ہو؟ تمہارے ذہن میں کیا ہے' صاف صاف کہو"۔

"تمہارے ذہن میں کچھ نہیں؟"

"ہرگز نہیں" میں نے فوراً جواب دیا اور سینی ٹورا کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ میرا سر چکرانے لگا تھا۔ خدایا! کیسی لڑکی ہے۔ کیا چاہتی ہے یہ؟ لیکن میں نے اس پر اپنی کیفیت کا اظہار نہیں کیا اور مسکراتا رہا۔ میں اس جنگ میں کسی طور شکست نہیں قبول کر سکتا تھا۔

"چلو گے نہیں ڈیر؟" اس نے اچانک کہا۔

"کہاں؟"

"میں تمہیں برلن کی سیر کراؤں گی۔ ممکن ہے ہمیں آج ہی واپسی کا پروگرام بنانا پڑ جائے"۔

"ضرور!" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر تیار ہو جاؤ۔ میں بھی لباس تبدیل کر لوں" سینی ٹورا نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر ہم دونوں لباس تبدیل کرنے اور اپنے اپنے چہرے درست کرنے کے بعد باہر نکل آئے۔ سینی ٹورا نے مرسڈیز کا لاک کھولا اور اندر بیٹھ گئی۔ میں حسب معمول اس کے برابر بیٹھ گیا اور پھر کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ "پہلے میں تمہیں پرانے برلن کی سیر کراؤں گی۔ برلن کے چہرے سے ابھی جنگ عظیم کی تباہ کاریوں کے داغ مٹ نہیں سکے گو انہیں مٹانے کی کوششیں شب و روز جاری ہیں"۔

اور میرا ذہن جنگ عظیم کی طرف چلا گیا۔ ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دیوار برلن کے نزدیک پہنچ گئے۔ "یہ دیوار برلن ہے۔ امریکی صدر کینیڈی نے اسی دیوار کے سائے میں کھڑے ہو کر کہا تھا "میں بھی برلن کا شہری ہوں' امریکی اسے جیل کی دیوار کہتے ہیں اور مشرقی جرمنی والے اسے حفاظتی دیوار قرار دیتے ہیں۔ جو ان کے ملک کو امریکی لٹیروں سے بچائے ہوئے ہے" سینی ٹورا نے کہا۔ دیوار برلن دیکھتے ہوئے ہم آگے بڑھ گئے۔ برلن کے کوچہ و بازار کھنڈرات بنے ہوئے تھے' جہاں چھوٹے بچے کھیل رہے تھے' یا پھر آوارہ گرد قیمتی اشیاء کی تلاش میں راکھ کرید رہے تھے۔ شہر پر گرائے ہوئے وزنی بم بعض جگہوں پر ابھی تک ملبے میں دبے ہوئے تھے اور بعض اوقات اچانک پھٹ کر خاصی تباہی پھیلا دیتے تھے۔ اتحادیوں کی خوفناک بمباری نے خوبصورت برلن کی شکل ہی مسخ کر دی تھی۔ رہی سہی کسر روسیوں نے پوری کر دی۔ مارشل زوخوف نے برلن پر بیس ہزار توپوں سے حملہ کیا تھا۔ جن کی ایک ہی باڑھ سے بے شمار دیہات اور شہر ملیامیٹ ہو گئے تھے۔ "یہ کرفرسٹن ڈام ہے اور اس کے سرے پر قیصر ولیم میموریل چرچ کا جلا ہوا ڈھانچہ۔ دیکھو کلیسا کے گھڑیال کی سوئیاں ساڑھے سات کے ہندسوں پر ٹھہری ہوئی ہیں۔ نومبر

۱۹۴۱ء کی ایک شام برلن پر سینکڑوں من آگ برسی' ایک بم کلیسا کے گھڑیال پر بھی گرا اور وقت کی رفتار تھم ی۔ اس جلے ہوئے ڈھانچے کو یادگار کے طور پر یونہی چھوڑ دیا گیا ہے"۔

سینی ٹورا کسی اچھے گائڈ کی طرح مجھے برلن کی تباہی کی تفصیل بتا رہی تھی' اس کے نشانات دکھا رہی تھی ر میں اس کی باتوں کو سنتے ہوئے اپنے داہنے ہاتھ کی لکیریں دیکھ رہا تھا۔ بچپن میں سنتے تھے کہ ان لکیروں میں یر و سیاحت کی لکیر بھی ہوتی ہے۔ سرائے عالمگیر کے رہنے والے ایک معمولی کسان نے کبھی سوچا بھی نہیں وگا کہ اس کا بیٹا اتنے طویل سفر کرے گا لیکن یہ لکیریں مجھے کون کون سے مقامات پر لے آئیں۔ کیا کیا دیکھنے و ملا ہے۔ میں سوچتا رہا۔ سینی ٹورا کے کچھ الفاظ تو میں خیالات کے ادھیڑ بن میں سن ہی نہیں سکا تھا۔

"ڈارلنگ!" سینی ٹورا نے جب براہ راست مجھے مخاطب کیا تو میں چونک پڑا۔

"ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"کس سوچ میں کھوئے ہوئے ہو آخر؟"

"اوہ' سینی! کیا برلن کے یہ کھنڈرات' اس کے خوبصورت چہرے کی یہ بدنمائی' سوچ کے گہرے سمندر یں نہیں دھکیل دیتی؟" میں نے کہا۔

"یقیناً" جنگ سے قبل برلن بے حد خوبصورت تھا۔ جدید کلیسا کے مقابلے میں اس جلے ہوئے ڈھانچے و دیکھو۔ جو اب بھی سیمنٹ اور شیشے کے اس ڈھیر سے کہیں زیادہ وجیہہ اور پر شکوہ ہے۔ آؤ اب میں تمہیں ا ہلم میوزیم دکھاؤں" سینی نے کہا اور کار پھر سڑکوں پر دوڑنے لگی۔ بوراپیٹ اسٹریٹ سے گزر کر ہم دا ہلم کی طرف چل پڑے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں پہنچ گئے۔ عجائب گھر تک ایک خوبصورت سڑک تعمیر کی گئی تھی۔ میوزیم کے قریب پارکنگ کے لیے عمدہ جگہ تھی۔ سینی ٹورا نے کار پارک کی اور انجن لاک کر کے ہم نیچے اتر آئے۔ میوزیم دیکھنے میں چھوٹا تھا۔ لیکن یہاں ایم برانت' روبن اور وان ڈائک جیسے مصوروں کے شاہکار موجود ہیں' جو پوری دنیا میں مشہور ہیں۔ میں کافی دیر تک ایم برانت کی تصویر کے سامنے کھڑا رہا۔ سنہری خود پہننے والا' رنگوں کا ایسا حسین امتزاج شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے۔ خود کے سنہری رنگ سے واقعی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ میں اس تصویر کو دیکھ کر واقعی بے حد متاثر ہوا۔ سینی ٹورا بھی تصاویر میں بے حد دلچسپی لے رہی تھی۔ بہرحال' پھر ہم وہاں سے بھی واپس چل پڑے۔ سینی ٹورا نے کار میں بیٹھ کر ایک گہری سانس لی۔

"اب کیا پروگرام ہی ڈارلنگ۔ کسی ریستوران میں چلیں لیکن ابھی لنچ کا وقت نہیں ہوا؟"

"ہاں ابھی نہیں" میں نے جواب دیا۔

"تب میں تمہیں برلن کا چڑیا گھر دکھاؤں۔ تمہیں شاید علم ہو کہ برلن کا چڑیا گھر پوری دنیا میں ایک خاص حیثیت رکھتا ہے۔ ایسا چڑیا گھر شاید ہی کسی ملک میں ہو!"

"ہاں۔ میں نے سنا ہے"۔

"بس' تو آؤ چلیں" سینی ٹورا نے کہا اور کار پھر دوڑنے لگی۔ سینی ٹورا اس وقت چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی۔ جیسے اپنے سارے کھلونے دکھانے کا شوق ہو اور ہر کھلونے کو پیش کر کے وہ مقابل کے چہرے کا اندازہ کرنے کی کوشش کرے کہ اس کے خوبصورت کھلونے نے دیکھنے والے کو کس حد تک متاثر کیا ہے۔ نہ جانے کیا شے تھی یہ لڑکی! چڑیا گھر کا پھاٹک' اسٹیشن کے عین سامنے تھا۔ ہم نے ٹکٹ خریدا اور پھاٹک سے

اندر داخل ہو گئے۔ "اتحادیوں نے اس چڑیا گھر کے ہزاروں جانور مار ڈالے" سینی ٹورا اندر قدم رکھتے ہوئے درد بھرے انداز میں بولی۔

"اوہ! گویا انہیں ان جانوروں سے بھی اختلاف تھا؟"

"نہیں" سینی ٹورا آہستہ سے مسکرائی۔ اتحادی بمباری اس "جی ٹاور" کو نشانہ بناتے تھے جو چڑیا گھر کے پہلو میں واقع تھا۔ یہ عمارت اتنی بڑی تھی کہ ہوائی حملے کے وقت اس کے وسیع تہ خانے میں پندرہ ہزار سے زائد شہری پناہ لے سکتے تھے۔ حفاظتی مینار ایک سو بتیس فٹ بلند تھا۔ اور اس کی دیواریں آٹھ فٹ سے زیادہ موٹی تھیں۔ چھت پر بے شمار اینٹی ایر کرافٹ گنیں اور مشین گنیں نصب تھیں۔ چھت سے نچلی منزلوں پر جرمن فوجی دستے متعین تھے، جن کے لیے ایک ہسپتال اور گولہ بارود کا وسیع ذخیرہ موجود تھا۔ مینار کے مضبوط ترین کمروں میں برلن کے عجائب گھروں کے گراں بہا نوادرات اور تصاویر موجود تھیں۔ ان میں سونے چاندی اور ہیروں سے بنے ہوئے ظروف کا مجموعہ "پرائم کا خزانہ" بھی تھا جو مشہور ماہر آثار قدیمہ ہنری سلیمان نے قدیم شہر ٹرائے کی کھدائی کے دوران دریافت کیا تھا۔ مینار میں اسلحہ و بارود اور خوراک پانی کا اتنا ذخیرہ موجود تھا کہ محصورین ایک سال تک بیرونی مدد کے بغیر دشمن سے لڑ سکتے تھے۔ ظاہر ہے زمینی فوجوں کے داخلے سے قبل اتحادی پائلٹ جرمنی کے دارالسلطنت کے عین درمیان واقع اس خطرناک عمارت سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے تھے۔ خواہ اس کوشش میں جانوروں کی شامت ہی کیوں نہ آ جائے۔ لیکن مسلسل بمباری کے باوجود یہ مینار مکمل طور پر تباہ نہ کیا جاسکا اور روسی فوجوں کو یہاں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ جی ٹاور برلن کی آخری عمارت تھی جس نے روسیوں کے آگے ہتھیار ڈالے"۔

سینی ٹورا تفصیل بتاتی رہی اور میرا ذہن بھٹکتا رہا۔ پھر ہم آگے بڑھ آئے اور چڑیا گھر کے مختلف حصے دیکھتے رہے۔

چڑیا گھر کا سب سے خوبصورت حصہ وہ ہال ہے جس میں استوائی جانور رکھے گئے ہیں۔ ہال کے اندر داخل ہوتے ہی سیل اور گھٹن کا احساس ہونے لگا۔ یہاں ہر جانور کو قدرتی ماحول میسر ہے۔ درجہ حرارت اور نمی کو برازیل کے استوائی جنگلوں کی سطح پر رکھا گیا ہے۔ کیلے کے درختوں اور گھنی جھاڑیوں کے اندر بیٹھے ہوئے لمبی دموں والے رنگ برنگے پرندے ہال میں گھومتے لوگوں کو دیکھ کر بڑے مزے سے سیٹی بجا رہے تھے۔ میں پوری دلچسپی سے چڑیا گھر کے مختلف حصوں کو دیکھتا رہا اور پھر ہم تھک گئے۔

"کیا خیال ہے ڈارلنگ۔ واپس چلیں؟" سینی نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔ "ارے۔ ہاں۔ دو بج چکے۔ لنچ کا وقت بھی نکل گیا"۔

"ہاں!"

"چلو" میں نے کہا اور ہم چڑیا گھر سے نکل آئے، پھر ایک ریستوران میں بیٹھ کر کھانا کھایا اور اس کے بعد ہم واپس ہوٹل چل پڑے۔

ہوٹل میں اپنے کمرے میں واپس پہنچ کر سینی ٹورا نے لباس بھی نہیں اتارا اور بستر پر دراز ہو گئی۔ میں خاموشی سے لباس تبدیل کرتا رہا تھا۔ پھر میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ سینی ٹورا اپنے بستر پر پڑی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے بھی اس کی طرف دیکھا اور کئی سیکنڈ دیکھتا رہا۔ میرے اس طرح دیکھنے سے شاید سینی ٹورا کی روح کو نئی تازگی مل گئی اور وہ مسکرا پڑی۔ "برلن پسند آیا ـــــ؟" اس نے پوچھا۔

"بے حد اور اس کے بارے میں تمہاری معلومات نے دلچسپی اور بڑھا دی۔ تم نے جس تفصیل سے برلن کی ایک ایک چیز کی نشاندہی کی، وہ قابل ستائش ہے"۔

"مجھے برلن سے بڑی محبت ہے۔ میں نے اس کے ایک ایک کھنڈر کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں" سینی ٹورا نے بتایا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ سینی ٹورا نے آنکھیں بند کر لیں۔ کافی دیر تک اسی طرح خاموش لیٹی رہی۔ پھر کروٹ بدلی اور میری طرف دیکھنے لگی۔

میں اس وقت اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"تم بھی آرام کر لو ڈیر۔ تھک نہیں گئے؟"

"اوہ، کوئی خاص نہیں"۔

"عجیب سا نہیں لگ رہا ہے؟" وہ بولی۔

"کیا مطلب؟"

"ہم دونوں نے کس اپنائیت کے ساتھ یہ لمحات گزارے ہیں۔ اگر کوئی ہمارے اور تمہارے درمیان رشتے کے بارے میں سوچے تو کیا فیصلہ کرے گا؟"

"ہاں۔ غلط فہمی کا شکار ہو جائے گا" میں نے جواب دیا۔

"اب شام تک کا کیا پروگرام ہے؟"

"جو تمہارے ذہن میں ہو"۔

"میرا خیال ہے شام ہم ہوٹل میں ہی گزاریں!"

"مناسب خیال ہے" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس نے کہا "کیوں نہ ایک ایک چائے اور پی لی جائے۔ یہ کسل دور ہو جائے گا"۔

"ٹھیک"

"ایڈورڈ! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" سینی ٹورا منمناتے ہوئے بولی۔

"کیوں؟" میں مسکرا دیا۔

"کسی بات سے اختلاف ہی نہیں کرتے۔ کہاں تمہاری یہ فطرت تھی کہ بس ـــــ یاد کرتی ہوں تو حیران رہ جاتی ہوں"

"اوہ، سینی ڈیر۔ اس وقت ہمارے درمیان دوستی اور اپنائیت کہاں تھی۔ اب ہم دوست ہیں اور دوستوں میں اختلاف نہیں ہونے چاہئیں"۔

"لیکن اتنی تبدیلی؟"

"تم کوئی ایسی بات بھی تو نہیں کرتیں جو مجھے ناگوار گزرے"۔

"ہائے۔ بڑے ہی چالاک ہو" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ویٹر کو بلانے کے لیے گھنٹی بجا دی۔ پھر چائے آئی تو بڑی نفاست سے ایک پیالی میرے لیے بنائی اور دوسری اپنے لیے۔ چائے کی سپ لیتے ہوئے وہ خود بخود بولی "آج کی رات یہاں اور گزارنی ہوگی"۔

"میں تو اب تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔ جتنا وقت چاہو جہاں گزارو" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا بڑے دل آویز انداز میں مسکرانے لگی۔

"ایک بات کہوں ڈارلنگ؟" اس نے شرارت سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"ضرور کہو!"
"برا تو نہیں مانو گے؟"
"نہیں!"
"وعدہ کرتے ہو؟"
"ہاں' ہاں۔ کہو تو سہی کیا بات ہے"۔
"اس زندگی میں آنے کے بعد میں نے بڑے بڑے بھیڑیے دیکھے ہیں۔ میں نے بہت کچھ دیکھا ہے۔ یوں سمجھو' مجھے ہر قسم کے لوگوں کا تجربہ ہے" سینی ٹورا نے کہا۔ "یقیناً" ہو گا"۔
"بھیڑیوں کو پہچاننے کی صلاحیت بھی ہے میرے اندر!"
"اب میں خاموش رہوں گا" میں نے کسی قدر غصیلے انداز میں کہا۔
"بتاؤ گے نہیں!" وہ شرارت سے بولی۔
"کیا؟"
"یہ بھیڑیے کا لبادہ کیوں اوڑھ لیا ہے؟"
"اوہ!" میں نے گہری سانس لی۔
"اگر تم سچ مچ بھیڑیے ہوتے تو میں تم سے نفرت کرتی لیکن مجھے وہ ایڈورڈ یاد ہے جس نے بے رحمی سے میری پنڈلی توڑ دی تھی۔ میں اس کھال کے اندر بھی جھانک رہی ہوں"۔
"گویا میں خود کو بھیڑیا بنا کر پیش کر رہا ہوں؟"
"ہاں ڈیر ــــــ تمہاری آنکھوں میں اَب بھی بھیڑیا جھانک رہا ہے۔ تمہارا چہرہ تو میک اپ میں چھپ ہوا ہے۔ لیکن تمہاری آنکھوں کو دیکھ کر تھوڑی سی تسکین ہو جاتی ہے"۔
"کیا کہنا چاہتی ہو؟"
"یہی کہ' اگر اب بھی کوئی ایسی صورت آ جائے تو تم مجھے پھاڑ کھاؤ گے؟"
"یقینی امر ہے" میں نے جواب دیا۔
"پھر یہ بے بسی کا اظہار کیوں؟"
"گویا تم نے میری دوستی' میرے خلوص پر اعتماد نہیں کیا ہے!"
"دوستی۔ خلوص؟"
"بے معنی باتیں ہیں' کیوں؟"
"نہیں معنی تو رکھتی ہیں" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔
"پھر کیا بات ہے؟"
"چلو جانے دو اس موضوع کو" اس نے کہا۔
"نہیں' پہلے اس پر بات ہو جائے تاکہ مجھے پھر شرمندہ نہ ہونا پڑے"۔
"ارے نہیں میری جان۔ مذاق کر رہی تھی۔ میں بس یہ کہنا چاہتی کہ خود کو اس حد تک بے بس مت ظاہر کرو کہ مجھے شبہ ہونے لگے۔ تم جیسے لوگ بے بس نہیں ہوتے"۔

دستی کے ہاتھوں ہوتے ہیں" میں نے غرا کر کہا۔
ہاں۔ یہ مان سکتی ہوں۔ بشرطیکہ تم ان الفاظ میں مخلص ہو"۔
میں اب اپنے خلوص کا اظہار نہیں کروں گا" میں نے اسی انداز میں کہا۔
ارے نہیں میری جان۔ چلو غصہ تھوک دو۔ دراصل میں اندازہ کرنا چاہتی تھی کہ تم اب بھی وہی ہو بدل گئے ہو"
صرف تمہارے لیے بدلا ہوں"۔
ہیں جانتی ہوں۔ یقین کرو' تمہارا حسن ہی یہی ہے" سینی ٹورا نے اوباش انداز میں مسکراتے ہوئے
ں سے قبل کہ میں کوئی اور جواب دیتا' اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔
ٹیلی فون!" سینی ٹورا اچانک سنجیدہ ہو گئی۔ پھر وہ اٹھی اور ٹیلی فون کے قریب پہنچ گئی۔ "ہیلو" اس نے
پیں میں کہا "ہاں۔ بول رہی ہوں۔ لیکن تمہیں یہاں کے بارے میں کس طرح معلوم ہوا؟" ٹھیک
ـــــ ہاں۔ وہیں پہنچ رہی ہوں۔ ارے" اس نے فون بند کر دیا۔ "احمق کہیں کے!" وہ واپس پلٹی۔
یں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔
"میرے ساتھی تھے" اس نے کہا۔
"اوہ!"
"کم بختوں نے موڈ خراب کر دیا"۔
"خیریت؟"
"بس سوچا تھا' آج کی حسین رات اور تمہارے ساتھ اس تنہائی میں گزرے گی۔ بہت سی باتیں کریں
ر ــــــ اور ــــــ" اس نے نشیلی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ "پھر کیا ہوا؟" میں نے اس کی
ی کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔
"کام ہو گیا ہے۔ مال بھر چکا ہے"
"لوہ! یہاں سے بھی مال لے جا رہی ہو؟"
"ہاں۔ نہایت قیمتی سامان!"
"خوب! لیکن تم تو سربراہ ہو۔ اگر نہ جانا چاہو تو کوئی مجبور کرے گا؟"
"ڈسپلن کی پابندی کرانے کے لیے خود بھی ڈسپلن کا پابند ہونا ضروری ہوتا ہے" اس نے خشک انداز میں

اچانک اس کا موڈ بدل گیا تھا اور وہ کسی قدر فکر مند نظر آ رہی تھی۔ میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ سینی
ی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی تھی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "ٹھیک ہے ڈارلنگ' پھر

"یقیناً"!" میں نے جواب دیا اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی جیسے پہلا جملہ بے خیالی میں کہہ گئی
ر وہ کافی دیر تک میری شکل دیکھتی رہی۔ میں نے بھی اس پر سے نگاہیں نہیں ہٹائی تھیں۔
"بظاہر حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ تمہارے خیال میں کوئی ہماری طرف سے مشکوک ہو سکتا
" اس نے پوچھا۔

"میں نے کسی کی توجہ اپنی طرف نہیں پائی"

"سرحد پر بھی حالات نارمل تھے"۔

"یقیناً" کوئی خاص بات محسوس نہیں کی گئی"۔

"پھر بھی' احتیاط بے حد ضروری ہے۔ اگر تمہارے ذہن میں کوئی مشورہ' کوئی ترکیب آیا کرے تو اس میں جھجکنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں مشورے کی اہمیت کو سمجھتی ہوں"۔

"بے شک' میں تکلف نہیں کروں گا لیکن اس سلسلے میں تو ابھی تمہاری شاگردی کی ضرورت ہے تھوڑے دنوں میں ماہر ہو جاؤں گا"۔

"مجھے تو تم ایسے بھی کافی ماہر لگتے ہو" سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر گھڑی میں وقت دیکھتی ہوئی بولی "میرا خیال ہے ہمیں ہوٹل چھوڑ دینا چاہیے"۔

"مناسب" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا مستعدی سے اٹھی اور سامان سمیٹنے لگی۔ میں نے بھی ہاتھ بٹایا۔ پھر اس نے بیل بجا کر ویٹر کو بلایا اور بل لانے کے لیے کہا۔ بل کی ادائیگی کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ دو آدمی ہمارا مختلف سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ "سامان مرسڈیز میں لاد دیا گیا اور پورٹرز کو ٹپ دیئے۔ سینی ٹورا اسٹیئرنگ پر آ بیٹھی اور کار ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر نکل آئی۔ سینی ٹورا ذہنی طور پر کچھ الجھی ہوئی تھی۔ اس لیے خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہی تھی۔ میں نے بھی اسے مخاطب کرنا مناسب نہ سمجھا اور خاموش اس کے قریب بیٹھا رہا۔

...O...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!